UNIVERSAL
LIBRARY
OU_228843
UNIVERSAL
LIBRARY

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملّت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بینظیر مناسبت ہے۔ اس لحاظ سے مَیں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزّت حاصل کرتا ہوں +

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشّان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمّات کی انجام دہی۔ دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسّر نہیں آسکتا۔ لہٰذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دُعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبیعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو مکمّل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبد اللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن
۱۳۔ اگست سنہ ۱۹۱۳ء
۱۷ رمضان سنہ ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ

خلاصہ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب (۲) فہرست دیباچہ کتاب

(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب (۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشان ضمناً وارد شدہ

فہرست تراجم ماثر الکلام

دفتر ثانی

موسوم بہ سروِ آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعرائے فارسی مشتمل بر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۳۵۱ +

فصل دوم در ذکر شعرائے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

حمد و نعت و حال تالیف کتاب ۱

جواز شعر گفتن و خواندن از آثار و احادیث ۲

کیفیت آغاز شعر و شاعری ۱۲

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعرائے فارسی

نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	سحابی - مولانا سحابی استرابادی	۱۴
۲	فیضی وفیاضی - شیخ ابوالفیض اکبرآبادی	۱۵
۳	انیسی - شاملو یولقلی بیگ	۲۱
۴	نوعی - ملا نوعی خبوشانی	۲۲
۵	نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری	۲۴
۶	سنجر - میر سنجر خلف میر حیدر معمائی کاشی -	۲۶
۷	زمانی - ملا زمانی یزدی -	۲۸
۸	شانی - شانی تکلو -	״
۹	شکیبی - محمد رضا بن خواجہ عبداللہ صفاہانی -	۲۹
۱۰	رضی - آقا رضی اصفہانی -	۳۱
۱۱	ملک - ملا ملک قمی -	״
۱۲	ظہوری - ملا ظہوری ترشیزی -	۳۳
۱۳	زکی ہمدانی -	۳۶
۱۴	فرقتی - ابوتراب جوشقانی -	۳۷
۱۵	فغفور - محمد حسین -	۳۷
۱۶	نظام - میر نظام دست غیبی شیرازی	۳۸
۱۷	مرشد - ملا مرشد یزدجردی -	۳۹
۱۸	زلالی - خوانساری -	۴۱
۱۹	نقی - شیخ علی نقی -	۴۲
۲۰	طالب - آملی -	۴۳
۲۱	شفائی - اصفہانی -	۴۷
۲۲	قاسم - قاسم خان جوینی -	۴۸
۲۳	شوقی - میر محمد حسین -	۴۹
۲۴	فتحی اردستانی -	״
۲۵	فصیحی -	۵۰
۲۶	شاپور طہرانی -	۵۱
۲۷	اسیر - میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی -	۵۳
۲۸	آدائی - میر محمد مومن یزدی -	۵۴
۲۹	سعیدا - نقشبند یزدی -	۵۴
۳۰	نظیر - مشہدی -	״

نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۳۱	نادم - لاہیجانی -	۵۶
۳۲	سروری - کابلی -	۵۷
۳۳	مطیع - تبریزی -	//
۳۴	اوجی - نطنزی -	//
۳۵	مشرقی - میرزا ملک مشہدی -	۵۹
۳۶	منیر - ابوالبرکات لاہوری بن ملا عبدالمجید ملتانی	۶۰
۳۷	قدسی - حاجی محمد جان مشہدی	۶۱
۳۸	سلیم - میرزا محمد قلی طرشتی -	۶۳
۳۹	کلیم - ابوطالب -	۷۷
۴۰	معصوم - میر معصوم	۸۱
۴۱	رشید ا -	۸۲
۴۲	ادھم - میرزا ابراہیم بن میر رضی	۸۴
۴۳	الٰہی - میر الٰہی -	۸۵
۴۴	یحیی - میر یحیے کاشی -	//
۴۵	دانش - میر رضی بن میر ابوتراب رضوی مشہدی -	۸۷
۴۶	مسیح - حکیم رکنا کاشی -	۸۹
۴۷	حاذق - حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی -	۹۱
۴۸	فرج - ملا فرج اللہ شوستری -	۹۴
۴۹	احسن - ظفر خاں -	۹۵
۵۰	آشنا - عنایت خاں -	۹۶
۵۱	صائب - میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی -	۹۸
۵۲	غنی - ملا محمد طاہر اشنوی کشمیری -	۱۰۳
۵۳	ناظم - ہروی -	۱۰۵
۵۴	واعظ - میرزا محمد رفیع قزوینی -	//
۵۵	رفیع - میرزا حسن -	۱۰۷
۵۶	ناصح - میرزا عرب تبریزی -	۱۰۸
۵۷	سالک - محمد ابراہیم قزوینی -	۱۰۹
۵۸	سالک - یزدی -	۱۱۰
۵۹	صیدی - میر صیدی طہرانی -	۱۱۱
۶۰	ماہر - میرزا محمد علی اکبرآبادی	۱۱۲
۶۱	فیاض - ملا عبدالرزاق -	۱۱۴
۶۲	تجلی - ملا علی رضا اردکانی -	۱۱۵
۶۳	اشرف - ملا محمد سعید -	۱۱۶
۶۴	راقم - میرزا اسعد الدین محمد مشہدی -	۱۱۹
۶۵	شوکت بخاری (محمد اسحٰق)	۱۲۰

نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۶۶	قاسم۔ قاسم دیوانہ مشہدی۔	۱۲۲
۶۷	طغرا۔ مُلّا طغرائے مشہدی۔	۱۲۴
۶۸	مخلص۔ (میر امحمد کاشانی)	۱۲۵
۶۹	موسوی۔ موسوی خاں میرزا معزّ الدین محمد۔	۱۲۶
۷۰	راسخ۔ میر محمد زمان سہرندی۔	۱۲۸
۷۱	علی۔ (شیخ ناصر علی سہرندی)۔	۱۲۹
۷۲	وحید۔ میرزا محمد طاہر قزوینی۔	۱۳۲
۷۳	عالی۔ میرزا محمد شیرازی۔	۱۳۶
۷۴	خالص۔ سید حسین۔	۱۳۹
۷۵	باذل۔ رفیع خاں مشہدی۔	۱۴۱
۷۶	اثر۔ شفیعائی شیرازی۔	۱۴۲
۷۷	سرخوش۔ محمد افضل۔	۱۴۳
۷۸	طاہر۔ التفات خاں نقدہ صفاہانی۔	۱۴۴
۷۹	غبار۔ میرزا ابوتراب۔	۱۴۵
۸۰	واضح۔ میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خاں	۱۴۶
۸۱	بیدل۔ میرزا عبدالقادر عظیم آبادی۔	۱۴۸
۸۲	سیل۔ عبداللہ خاں۔ قطب الملک	۱۵۴
۸۳	امیر الامرا۔ سید حسین علی خاں	۱۶۲
۸۴	آصف۔ نواب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ۔	۱۷۳
۸۵	آفتاب۔ نواب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ شہید رح	۱۸۴
۸۶	نصرت۔ دلاور خاں۔	۱۹۶
۸۷	قبول۔ میرزا عبدالغنی کشمیری	۱۹۷
۸۸	گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری۔	۱۹۸
۸۹	گلشن۔ شیخ سعداللہ دہلوی قدس سرہٗ	〃
۹۰	یکتا۔ احمد یار خاں۔	۱۹۹
۹۱	شہرت۔ شیخ حسین شیرازی۔	۲۰۱
۹۲	ثابت۔ میر محمد افضل الہ آبادی۔	۲۰۳
۹۳	رائج۔ میر محمد علی سیالکوٹی۔	۲۰۴
۹۴	آفرین۔ فقیر اللہ لاہوری۔	۲۰۵
۹۵	روحی۔ سید جعفر زنبیر پوری۔	۲۰۷
۹۶	امید۔ قزلباش خاں ہمدانی۔	۲۰۹
۹۷	نرائر۔ شیخ محمد فاخر۔	۲۱۰
۹۸	افضلی۔ شیخ محمد ناصر۔	۲۱۹

نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۹۹	غالب - شیخ اسد اللہ -	۲۲۰
۱۰۰	مخمور - مرشد قلی خاں -	۲۲۱
۱۰۱	اقدس - میر رضی شوستری -	۲۲۳
۱۰۲	حزین - شیخ محمد علی -	۲۲۵
۱۰۳	متین - میرزا عبد الرضا صفاہانی -	۲۲۶
۱۰۴	آزرو - سراج الدین علیخاں اکبرآبادی	۲۲۷
۱۰۵	مظہر - میرزا جانِ جان سلمہ اللہ تعالے	۲۳۱
۱۰۶	دردمند - فقیہ صاحب -	۲۳۴
۱۰۷	شاعر - گل محمد معنی یاب خاں	۲۳۵
۱۰۸	عزلت - میر عبد الولی -	۲۳۶
۱۰۹	جرأت - میر محمد ہاشم -	〃
۱۱۰	رسا - جان میرزا -	۲۳۸
۱۱۱	ایجاد - میرزا علی تقی -	۲۴۰
۱۱۲	افتخار - عبد الوہاب دولت آبادی	۲۴۱
۱۱۳	امداد - شیخ غلام حسین -	۲۴۳
۱۱۴	ضمیری - شیخ نظام بلگرامی -	۲۴۴
۱۱۵	شاہدی - میر عبد الواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہٗ	۲۴۷
۱۱۶	عشقی - سید برکت اللہ -	۲۴۸
۱۱۷	ضیا - حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ	۲۵۰
۱۱۸	میر طفیل محمد بلگرامی -	۲۵۱
۱۱۹	واسطی - میر عبد الجلیل حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہٗ -	۲۵۳
۱۲۰	سید علی معصوم مدنی -	۲۸۶
۱۲۱	شاعر - میر سید محمد سلمہ اللہ تعالے	۲۸۹
۱۲۲	آزاد - میر غلام علی بلگرامی قدس سرہٗ -	۲۹۱
۱۲۳	یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ	۳۰۷
۱۲۴	غلام - میر غلام نبی بلگرامی -	۳۱۲
۱۲۵	عجیب - سید قریش بلگرامی	۳۱۴
۱۲۶	بیخبر - میر عظمت اللہ بلگرامی	۳۱۵
۱۲۷	فقیر - میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ	۳۲۵

نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱۲۸	غریب - سید کرم اللہ بلگرامی -	۳۲۷
۱۲۹	سید غلام مصطفےٰ بلگرامی قدس سرّہٗ -	۳۲۸
۱۳۰	احمدی - سید احمد بلگرامی	۳۳۲
۱۳۱	فرد - سید اسد اللہ بلگرامی	۳۳۶
۱۳۲	سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی	۳۳۷
۱۳۳	محب - سید غلام نبی بلگرامی -	۳۳۸
۱۳۴	قابل - سید عبد اللہ بلگرامی -	۳۴۰
۱۳۵	واحد - میر عبد الواحد بلگرامی	۳۴۱
۱۳۶	ایما - بندگی سید محمد حسن بلگرامی	۳۴۵
۱۳۷	آگاہ - سید علی رضا	۳۴۶
۱۳۸	عارف - محمد عارف بلگرامی -	۳۴۷
۱۳۹	صانع - نظام الدین احمد بلگرامی	۳۴۸
۱۴۰	سخنور - شیخ محمد صدیق بلگرامی	۳۴۹
۱۴۱	ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی -	۳۵۰
۱۴۲	واثق - نواز محی الدین بلگرامی -	//
۱۴۳	محزون - سید برکت اللہ بلگرامی	۳۵۱

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرائے ہندی بھاشا

نمبر شمار	اسماء	صفحہ
۱	شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی -	۳۵۲
۲	سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک -	۳۵۶
۳	دیوان سید رحمت اللہ -	۳۵۹
۴	میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ	۳۶۹
۵	سید غلام نبی بلگرامی -	۳۷۱
۶	سید برکت اللہ قدس سرّہٗ	۳۹۴
۷	میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی -	۳۹۶
۸	محمد عارف بلگرامی -	//

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشان ضمناً وارد شدہ

نمبرشمار	اسماء	صفحہ
۱	میر عبد السلام مشہدی مدفون سواد اورنگ آباد۔	۶۴
۲	شیخ علام مصطفےٰ انسان۔	۷۴
۳	شیخ جان محمد۔	″
۴	سید صدر جہاں	۹۲
۵	میرزا محمد علی دانا۔	۱۱۷
۶	شاہ حمید مجذوب	۱۳۱
۷	حافظ محمد اسعد مکی	۱۹۰
۸	شاہ ابراہیم	۱۹۷
۹	شیخ محمد افضل الہ آبادی	۲۱۱
۱۰	شیخ محمد یحییٰ	۲۱۱
۱۱	حاجی افضل	۲۴۶
۱۲	میر معصوم	۲۸۶
۱۳	میر نظام الدین احمد	″
۱۴	دیوان سید بھیکہ	۳۵۹
۱۵	سید خیر اللہ	۳۶۲
۱۶	سید حبیب اللہ	۳۶۳
۱۷	چنتامن شاعر ہندی	۳۶۵
۱۸	مصردوا کر شاعر ہندی	۳۷۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را باقوالب الفاظ آمیخت وسبعۂ معلقۂ افلاک را از در قدرت آویخت وجواہر صلوات نثار امّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند ومحضر دعوائے زبان آوران را بہ مہر سکوت رساند واولاد واحفاد کہ مبادی فن ولایت واصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد پا شکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر **غلام علی** متخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادۂ زلف سخن ومخلص معنی طرازانِ نو وکہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف وخلف پرداختہ وتذکرۃ الشعرائے مسمی بہ **ید بیضا** محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ[۱] وتصویر تنگارہ بود لہٰذا بعد فراہم رسیدن برخے از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد ونقش ثانی بہ از اوّل بر انگیختہ وچون سخن رسا تر از نشۂ شراب وسریع تر از پرتو آفتاب است ہر دو **ید بیضا** دستگاہ شہرت بہم رساند وجا بجا پرتو رواج افشاند۔

اکنوں نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نمے تواند پسندید ودر میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است وشیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ چند انکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ وپرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید وہرگاہ احکام عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند وخزانِ نسخ بہم

[۱] بمعنے نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَآ اَوْ مِثْلِہَا[1] احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرورفتگانِ اَسْفَلُ السَّافِلِیْنَ نقصان بہ طریق اولیٰ قابل تبدیل و نیازمند تعدیل تواند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلْحَقّ تا کہ مصنف نشۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بہ انجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ہُلُمَّ جَرًّا نقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگِ مصنف گیرد و از لب بستنی کار سالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ

"قَدْ وَقَعَ لِیْ شَیْءٌ وَّمَا دَرٰی اَوَقَعَ لَکَ اَمْرًا وَھُوَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا یَکْتُبُ کِتَابًا فِیْ یَوْمِہٖ اِلَّا یَقُوْلُ فِیْ غَدٍ لَوْ غُیِّرَ ھٰذَا لَکَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تُرِکَ ذٰلِکَ لَکَانَ اَوْلٰی وَھٰذِہٖ عِبْرَۃٌ عَظِیْمَۃٌ وَّحُجَّۃٌ مُّسْتَقِیْمَۃٌ عَلٰی اسْتِیْلَاءِ صِفَۃِ النُّقْصَانِ عَلٰی طَبِیْعَۃِ الْاِنْسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوانِ نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :-

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"

"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعثِ سرعتِ خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"

"حیات فانی گرہی است بر باد چشمِ بقا از دو توان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"

"بر آب - کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

---

[1] البقرۃ ۲ - آیت ۱۰۰ -

"بیت پرتوِ عمر چراغے است کہ در بزم وجود ۔۔۔ بہ نسیم مژہ بر ہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ **بدیضا** بخاطر رسید و سر پنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ **بلگرام** صَانَہُ اللّٰہُ عَنْ طَوَارِقِ الْاَیَّامِ بہ تحریر درآید۔ و آثار یکہ در نقابِ خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ وطاؤسان معانی را **بگلدامِ** عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ وشاہدے کہ گرد خیال می گشت بر کرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ وفصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ وگروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ وبجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی ونکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ وہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ وفصلین فقرا وفضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند وکلام شاعر بے ترجمہ خاطر مور خان را بہ تسلی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ وتفصیلیانِ دفتر اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر درآوردم۔

نام دفتر اوّل **مآثر الکرام تاریخ بلگرام** است مشتمل بر دو فصل فقرا وفضلا نَوَّرَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

ونام این دفتر **سرو آزاد** است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاھُمُ اللّٰہُ بِجَائِزَۃِ الْخَیْرِ

وبرائے شعراء عربی النموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم وفصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم۔ که فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وامی گزارند۔ وکاتبان عجم زبان عرب را به تحریفات از صورت نوعے بر می آرند۔

وبه تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خواندہ ام وقوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده۔ لمؤلفه

این تازه سواد سرمۂ دیدار است　　سرمایۂ بینشِ اُولِی الاَبصار است
هرچند تکلفے ندارد اما　　چون نقش فرنگ سادۂ و پرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم۔ ونظرہا را به نهال سیرابی نضارت می افزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلکِ هنرمند　　به رخسارِ ورق مالیده غازه
شنو از قمریانِ غیب تاریخ　　نشاند آزاد سروِ سبز تازه

۱۱۶۶ھ

اُمید از حکماء این فن وحرکت شناسانِ نبض سخن آنکه اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد۔ نوشدارو‌ے دعا مرحمت نمایند۔ واگر سقمے ملاحظه شود۔ به معجون لطف معالجه فرمایند۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَهُمُ اللهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

نخستین خامۂ زمزمه سنج شرافت کلام موزون واصالت این دُرِّ مکنون بیان می سازد وسامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد۔

ارباب سیر اتفاق دارند که در محفل اقدس رسالت پناهی ورساننده نفائس وحی الٰهی عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلَوٰتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید وغنچۂ لعل مبارک باتبسم آشنا می گردید وهرگاه خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را به خواندن شعر دیگر پیهم اشاره می فرمود۔

موزونانِ پائے تخت رسالت را به هجو مشرکان مامور می ساخت وطائفۂ

معنی طراز ان را بہ انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[1] اُهْجُوا الْكُفَّارَ فَإِنَّهَا أَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ[2] و نصب منبر برائے حسان بن ثابت رَضِيَ اللهُ عَنْهُ و دعا[3] اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ و حدیث[4] هِجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى وَاسْتَشْفَى و عطائے[5] شیرین نام جاریہ بہ حسان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ در وجہ صلۂ شعر و انعام[6] بردِ مبارک بہ کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدۂ بَانَتْ سُعَادُ مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (بْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَ السَّخِينَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا ۔۔۔ وَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللهُ يَا كَعْبُ فِي قَوْلِكَ هٰذَا و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللهَ لَمْ يَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی اللہ تعالےٰ فراموش نکند ایں شعرے کہ ترا ست[1]۔

حواشی

مراد از سخینہ[2] بخائے معجمہ بروزن سفینہ قریش اند و در اصل سخینہ طعام است کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد و لیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند پروردگار خود را و ہر آینہ مغلوب می شود غلبہ جوینده بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہٗ و تعالےٰ۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۵۰ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ * [2] تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
[3] مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۱ھ ہجری۔

وشیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبری روایت مے کند کہ۔
نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خواندہ
فرمود اَجَدْتَّ لَا یُفْضِضُ اللّٰہُ فَاکَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالے
دنداں ترا۔
عمر نابغہ یکصد و چند سال شد دندانے نہ ریختے[1]۔ و در روایتے ہر گاہ
دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگری روئید۔
و بیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بَابُ اَخْبَارِہٖ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ و حدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ
حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آمد و گفت
یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مال مرا بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔
چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد
کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا
صرف نکنم آن را بر نفس خود و عیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و
گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ
یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پرسید آیا گفتی در نفس
خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِکَ بَصِیْرَۃً وَّ یَقِیْنًا
یعنی ہمیشہ افزون کناد ما را اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را۔ و ہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدر آباد دکن۔
[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر اباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب و
حدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ
مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ
تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

غَدَّوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعَلْتُكَ يَافِعًا + تَعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلْبِيْبَ اِبْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اَذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو و مال تو پدر ترا است۔"

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بہمیں حدیث ثابت شدہ

و در حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۳)

و ابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِي الْقَوَافِيْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ۔"

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن و قبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم و نثر مساوی است۔ و معنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو و شتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برائے تحسینِ کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد و متضمن تغزل با سُعاد و تشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضُ ذِيْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ كَاَنَّهٗ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ[1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید و انکارے نفرمود[2]

و ازیں زیادہ تر آنکہ واصفِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث كَاَنَّ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۳۲ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء

[2] کتاب الموشّی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنَقَهٗ جِیْدُ دُمْیَۃٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

وقفال وصیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیرا کہ قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وامی نماید وقصد شاعر محض تحسین کلام است"

از بنجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار وتحلیۂ بنات افکار جائز باشد وَلِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

مَحَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوْبَ کَعْبٍ وَاَعْلٰی کَعْبَہٗ فِیْ کُلِّ نَادٍ

وحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گاہے مثل می زد بمصراعے وی فرمود راست تزین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

وہر جا در کلام الٰہی وحدیث رسالت پناہی ذم شعر وشعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژ خایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنَاہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ از برائی آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ کلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربانی

واین نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ ایں صناعت

معہذا احیانا از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

---

[1] سورۂ یٰس ۳۶۔ آیت ۶۹۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

وگاہے اصلاح شعر مے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالی در بعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ مُهَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

سُیُوْفِ الْهِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سُیُوْفِ اللّٰہِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے راگویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوْهَرِیُّ الْمُهَنَّدُ السَّیْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِیْدِ الْهِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ عَلٰی مُنَوِّرِهَا الصَّلٰوۃُ وَالتَّحِیَّۃُ نکتہ در فضیلت کلام موزون بر ضمیر این فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ بر ضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویدا است کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی را قلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراد است وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزود و

لہ شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۱۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء۔

و مدارج تفضیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد که ہر آینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلے اللہ علیہ وسلم باید دریافت کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آوردہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ و قتیکہ مصلحتے شرعی مقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است و حق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد و خبر را مبتدا ساخت و اصل را فرع و فرع را اصل گردانید بجہت مبالغہ۔

و ابن ماجہ روایت می کند اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُمَا وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوارتر است بہ اخذ آن۔ و قید ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

و در کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است او را در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمۂ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد و تعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بجمل مومن بر فرد کامل انتہے و کلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ و در زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْھَرِیُّ اَلْکَلِمَۃُ الْقَصِیْدَۃُ بِطُوْلِھَا۔

اکنون باید دانست که در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بِعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَۃٌ حِکْمَۃٌ وَ الْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ - لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیرا کہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت **شرید صحابی** رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلے اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست با تو از شعر **امیہ بن الصلت** چیزے - گفتم ہست - فرمود بیار - پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم و فرمود زیارت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر - و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ اُمیہ بن الصلت کافر بود - و حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ

در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سرامتیاز بآسمان می سودند - و ہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سربستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعر ادا نمودہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی -

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بہ قلم و شہود رسانید آدم علیہ السلام است چون **قابیل ہابیل** را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ -

[2] الشعراء ۲۶ - آیت ۲۲۷ -

چشانید- مرثیۂ فرزند شہید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَیَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَیْهَا وَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِیْحٌ
تَغَیَّرَ کُلُّ ذِیْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِیْحِ
فَوَا اَسَفَی عَلٰی هَابِیْلَ اِبْنِیْ قَتِیْلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِیْحُ

ابن اثیر وجم غفیر این ابیات را بآدم اسناد کردہ اند وجمعے دیگر انکار نمودہ اند کہ انبیا عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند-

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کردہ کہ آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود کہ ہمیشہ متوارث شوند و برین مصیبت عظمی رقت نمایند- چون بہ یعرب بن قحطان رسید- از زبان سریانی بلسان عربی ترجمہ کرد و موزون گردانید-

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ما ہمہ در اصل شاعر زادہ ایم دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود طبع موزون حجتِ فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند کہ اول کسیکہ شعر فارسی گفت بہرام گور است روزے بشکار رفتہ بود- شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع بزربانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یلہ

دلارام چنگی کہ محبوبۂ او بود و ہر سخن کہ از بہرام سر بر می زد مناسب آن جواب بہم می رسانید- در مقابل گفت ؎ نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ[2]

---

[1] تفسیر المائدہ- ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ۱ مطبوعہ بمبئی و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت-

[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹-

وبعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود۔ این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

ہژیر ابگیہان انوشہ بزی جہان رانگہبان ونوشہ بزی

ہژیر بر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب ونیکو وصاحب فرہنگ[1] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ۔ واز ینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمان اسلام ہم بود۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است۔ چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ در مدح او پرداخت وصلۂ جزیل یافت۔ مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین گسترانیدہ بجود وفضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث وتسعین ومائۃ (۱۹۳) بودہ است۔

وبعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی وخمسین و مأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد ویکے بیرون ماند۔ پسر نومید شد۔ اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور بر زبان پسر گزشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[2]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد و بافضلا در میان آورد۔ بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند و مصراعے و بیتے دیگر ضم ساختہ دو بیتی نام کردند و رفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دو بیتی نام دارد۔

وبرخے آوردہ اند کہ ابتداءً شعر فارسی در اسلام ابوحفص سغدی گفت و

---

[1] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء۔

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ۔

او در حدود سنه ثلث مآته (۳۰۰) بوده وشعرے که با او نسبت دهند اینست ؎

آهوے کوهے در دشت چگونه دودا یار ندارد بے یار چگونه رودا

بالجمله تا حدود ثلث مآته (۳۰۰) هجری شر ذمه قلیل اندک اندک شعر گفته بودند اما کسے به تدوین نپرداخته تا در عهد سلاطین سامانیه استاد رودکی ظهور کرد و دیوان شعر ترتیب داد و بمرور دهور پایه سخن رسید بجائے که رسید

راسم اوراق درین صحیفه جمعے از قافیه سنجانِ متاخرین را که ابتداء ظهور یا انتهاء وجود ایشان بعد از هزار (۱۰۰۰) هجری است برصدر بیان مے نشاند و بعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصهٔ سخن را دستگاهے بهم رسد ونظر تماشائیان را جولانگاهے پدید آید۔ و دیوان هر صاحب سخن که بدست اُفتاد و بتقریب انتخاب آن استفاده دست بهم داد اشعار می رود و جز غزل و رباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون به تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ و چراغانے ترتیب داده چشم یاران را گرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی۔ مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوهر پاش اسرار است۔ و آفتاب سرگرم افاضهٔ انوار در ارشاد حقائق و معارف بے نظیر اُفتاده۔ و ارواح معانی را در چار عنصر رباعی بروجه احسن جلوه داده مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت و دران فرصت قدم از روضهٔ علیه بیرون نگزاشت۔ و از حطام دنیا به حصیرے و ابریقے قناعت کرد و هم دران بقعهٔ مبارک در حدود سنه عشر و الف (۱۰۱۰) فناے صوری را با فناے معنوی هم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگذرد۔ پایش فرورفت۔ باخود گفت این معنی از تعلق است و مرا بہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت و چون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگذشت۔

ہفتاد ہزار رباعی گفتہ بود از انجملہ قریب بیست ہزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَۃِ ؎

باذات بہر صفت گرایند خوش است — نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست — در خلد زہر در کہ درآیند خوش است

عالم چہ کنی و عالم آرائی را — ہمراز نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد — درمان نکنند درد تنہائی را

برخود در مدح و ذم کسے باید زد — بیرون از حد قدم کسے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است — مے باید دید دم کسے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو بینند — کار این سو برای آن سو بینند
زانگونہ کہ روی جامہ را خیاطان — این رو دوزند حسن آن رو بینند

(۲) فیضی و فیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی ہند سخن گستری است۔ و ملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ ہند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود۔ غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ و بعد رمیدنِ او از صحرائے فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت و در عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی و در زمانِ صاحبقران شاہ جہان اَفَاضَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ ابو طالب

کلیم همدانی باین خطاب سکهٔ تفاخر در آفاق زدند۔

دیگر متتبعان اخبار موزونان روزگار پیدا است که از شعراء ولایت **ایران** و **توران** کسانیکه بمداحی سلاطین و امراء هند پرداخته دو قسم اند۔ قسم اوّل جمعے که از اوطان خود بگلگشت هند شتافته اند۔ و صحبت ممدوحان دریافته مثل حکیم **روحانی سمرقندی** صاحب تاریخ **صبح صادق** گوید[1] که سلطان **شمس الدین** ایلتمش والی دهلی در سنهٔ ثلث وعشرین وستمائة (۶۲۳) قصد رنتهنبهور کرد و گرفت پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم **روحانی سمرقندی** در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیده بعرض رسانید و صلهٔ جزیل یافت مطلعش این است ؎

خبر به اهل سما برد جبرئیل امین　　ز فتحنامهٔ سلطانِ عصر شمس الدین

و مثل **بدر چاچی** که در پایان عمر بهند خرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان **محمد تغلق شاه** گردید و به فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمهور مشهور است۔ طور خاصے دارد و تشبیه کنایت اکثر بکار می برد و مثل **شیخ آذری** اسفرائنی که بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفهما الله تعالی بسیر هند شتافت و با سلطان **محمد** نبیرهٔ رایات اعلیٰ **خضر خان** فرمانروائے دهلی برخورد و از انجا رو بدکّن آورد سلطان **احمد شاه بهمنی** باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان در ان ایام شهر **بیدر** بنیاد می کرد و دارالامارة در کمال شکوه طرح انداخت شعراء پائے تخت کتابهٔ عمارت بنظم آوردند۔ **شیخ آذری** هم چند بیت موزون ساخت۔ از انجمله است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشیدِ که ز فرطِ عظمت　　آسمان پایهٔ از سدهٔ این درگاه است

---

[1] تاریخ فرشته جلد اول صفحه ۱۰۵ مطبوعه بمبئی۔

آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است　　قصرِ سلطانِ جہان احمدِ بہمن شاہ است

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لا تحل عطایاکم اِلّا مَطَایَاکُمْ۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال و اثقال بخراسان عطف عنان نمود[۱] و مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ فرشتہ گوید[۲] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست و ثلثین و تسعمآئۃ (۹۳۶) قلعہ بیدر مفتوح ساخت و خزائن را بکلید سخاوت بر روئے خلائق باز کرد۔ مولانا شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است در آن مدت از خطۂ گجرات آمدہ بود۔ و بواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات متوجہ این درگاہ می شدم دوچندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز کہ آن توانائی عود نماید بریں خدمت رُوح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدۂ کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعائے مولانا بود شگفتہ و خندان از مجلس برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہائے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام بر ارباب ادراک واضح و روشن است

---

[۱] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ یورپ۔

[۲] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۳ مطبوعہ بمبئی۔

که هم جانب خوش طبعی منظور است و هم جانب همت۔ قسم ثانی۔ جمعے که قدم سعی باین دیار نفرسوده اند۔ و غائبانه تحفه گرا نمایهٔ مدح ارسال نموده۔ مثل[1] خواجه حافظ شیرازی قدس سرہٗ که بدرگاه سلطان غیاث الدّین والی بنگاله غزلے فرستاد۔ این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند همه طوطیان هند — زین قند پارسی که به بنگاله می رود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین — غافل مشو که کار تو از ناله می رود

و مثل عارف[2] جامی قدس سرہٗ که اورا با ملک التجار خواجه محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاه بهمنی والی دکن ارتباط خاص بود و ارمغان مدائح ارسال می فرمود۔ از انجمله قصیده ایست که یک بیتش این است ؎

هم جهان را خواجه و هم فقر را دیباجه است — سرّ الفقر است لیکن تحت استار الغنا

و در خاتمهٔ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف — بودش از حسن ادا لطف معانی تارش
همره قافلهٔ هند روان کن که رسد — شرف مهر قبول از ملک التجارش

اما در عهد اکبر بادشاه عدد هر دو قسم بحد کثرت رسید۔ و بازار هر دو گروه نهایت گرم گردید۔ طائفه اولی عیان اند۔ و مستغنی از اطالتِ بیان۔ و طائفهٔ ثانی را شیخ ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :۔

"و آنانکه سعادت بار نیافتند و از دور دستها گیتی خداوند را ثنا گزارند بس انبوه چون قاسم[1] گونابادی۔ ضمیری[2] سپاهانی۔ وحشی[3] بافقی۔ محتشم[4] کاشی۔ ملک[5] قمی۔ ظهوری[6] ترشیزی رشکی[7] همدانی۔ ولی[8] دشت بیاضی۔ نیکی[9]۔ نظیری[10]۔ صبری[11] اردستانی۔ فگاری[12] اسفرائنی۔ میر حضوری[13] قمی۔ قاضی نوری[14] سپاهانی۔ صافی[15] یمینی۔ طوفی[16] تبریزی انتهے[17]۔

---

[1] ریاض السلاطین صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۰ء۔
[2] فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ بمبئی۔ [3] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ کشوری لکھنؤ سنہ ۱۸۸۲ء۔

واز جملہ ثانی شیخ علی نقی کمرہ قصیدۂ سی و پنج بیت در ستایش شیخ فیضی پرداختہ واز صفاہان بہندروان ساختہ از ان است ؎

مرا افگند بر نظم امورم پر تو فیضی — ابوالفیض آن گزینِ اکبر و شیخ کبیرِ من
ظہیر قدوۂ پیشینیان حتے ظہیر الدین — امیر زبدۂ اہل زمان حتی امیرِ من
اگر ہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی — وگر من مستجیرم آستانِ او مجیرِ من
کیم با او رسد در شاعری دعوائے ہمچشمی — کہ در این خانقاہم من مرید و اوست پیرِ من
زمین ہند با قربِ درش نعم النعیم دل — ہوائے خلد دور از حضرتش بئس المصیرِ من

و شیخ فیضی را وقت سفارت برہان شاہ والی احمد نگر با ملا ملک قمی و ملا ظہوری ترشیزی ملاقات واقع شد و صحبت کبری افتاد۔ بعد معاودت از جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود

ملا ظہوری نثر لطیفے در مدح شیخ فیضی بقلم آوردہ۔ حکیم عین الملک شیرازی مکتوبات شیخ جمع نمودہ و در خاتمۂ مکتوبات۔ نثر مذکور مندرج ساختہ۔

مرزا صائب علیہ الرحمہ او را بخوبی یاد می کند و می فرماید ؎

این آن غزل کہ فیضی شیرین کلام گفت — در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستۂ

احوال شیخ فیضی تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرایۂ بیاں پوشیدہ اینجا آنچہ مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد۔

نامش ابوالفیض است۔ سالہا فیضی تخلص کرد۔ آخر فیاضی قرار داد و اشعار باین معنی می نماید ؎

زین پیش کہ سکہ ام سخن بود — فیضی رقم نگین من بود
اکنون کہ شدم بہ عشق مرتاض — فیاضیم از محیط فیاض

پادشاہ او را بنظم خمسہ مامور ساخت۔ در مدت پنج ماہ کتاب نلدمن چہار ہزار

دویست بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیها از نظر پادشاه گزرانید- درجۂ استحسان یافت- حکم شد که نسخۂ دیگر نوشته مصوّر سازند- ونقیب خان درحضور می خوانده باشد- ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار بس معنی خفتہ کرد بیدار

ودربرابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست وآن سوادر ابعد وفات او شیخ ابوالفضل به بیاض رسانید

ودرپهلوی شیرین خسرو- سلیمان بلقیس ودرازاءِ سکندر نامہ- اکبر نامہ ودرتقابل هفت پیکر هفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

ازمقطعات اوست ؎

منم فیضی که در میدانِ معنی چومن چابک سوارے تیز تگ نیست
بجلد شعرمن از پوست تا مغز بجاے مردم ناپاک رگ نیست
بدان می ماند این پاکیزہ گفتار که در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحیے الہ آبادی درکتاب اعلام الانام گوید- صاحب قطعہ را این بیت بنظر نرسیدہ ؎

شنیدہ ام که سگان راقلادہ می بندی چرابگردنِ حافظ نمے رسنے

راقم الحروف گوید دربعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شدہ ومقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ کجاست فکر حکیمے ورائے برہمنے

ازحسن اتفاقات اینکہ چیزے که شیخ فیضی مے خواست دردیوان فقیر آزاد موجود است وازین لفظ مبراست-

دیوان شیخ فیضی بنظر درآمد متضمن اصناف شعراست- بیتے چند از غزلیات

او فرا گرفته شد ؎

نماند گریه شبِ وصل بیقراران را — سهیل طلعتِ آن ماه بُرد باران را

خبر برید شبِ عید پیرِ مصطبه را — که راست می کنم امشب قصبه رسی شب را

اگر سرے نکشم سوی بیخودی چه کنم — مرا ز همدمے خود ملال مے گیرد

شدیم خاک ولیکن ز بوی تربتِ ما — توان شناخت کزین خاک مردمی خیزد

مژگان مپوش چون قدم از دیده میکنی — مردانِ ره برهنه نهادند پائے را

آنچه به فیضی نظرِ دوست کرد — مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

بر ما چه زیان اگر صفِ اعدا زد — مشتے خاشاک لطمه بر دریا زد

ما تیغ برهنه ایم در دستِ قضا — شد کشته کسے که خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکته سنج یگانه است و انیس معانی بیگانه - از ایران دیار به سَیر هند خرامید و مدتها در ظل عاطفت خانخانان آرمید - وفاتش در برهان پور در سنه ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصّهٔ محمود و ایاز شروع کرده بود - هادم اللذّات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصف چشمه ؎

بحدے سرد کز بیم فسردن — نیارد عکس در وے غوطه خوردن

بریم ما غم تو هر نفس بخانهٔ خویش — چنانکه مرغ برد خس بآشیانهٔ خویش

یادگار از ما درین عالم غم بسیار ماند — رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند

خبرِ گل مرسانید به مرغانِ قفس — کس چرا مژدهٔ نوروز بزندان آرد

قاصد ادائے نامہ تواند نہ حرفِ شوق　　حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ ورشحۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای برتربت اوے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد　　سایۂ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادۂ دانیال ابن اکبر بادشاہ بود چون او شتقار شد دامنِ دولت خانخانان گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت و بکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ ملا رسمی درین باب گوید ؎

زنعمتِ تو بہ نوعے رسید آن مایہ　　کہ یافت میر معزی ز دولتِ سنجر

زگلبنِ املش صد چمن گلِ اُمید　　شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

در عہد اکبر بادشاہ نوجوان ہندوئے شب طوی خود را اکبر آباد از بازار مستف میگذشت قضارا سقف فرود آمد۔ نوجوان بر خاک ہلاک اُفتاد۔ عروس نامراد کہ در نہائت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ در حضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپائمردی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را بر آتش زد۔ ازینجاست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہندو ہمین یک شوہر می کند۔ و او را سرمایۂ زندگی می شمارد و بعد مُردن شوہر خود را با مُردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ؎

خسرو ادر عشق بازی کم زہندو زن مباش　　کز برای مردہ سوزد زندہ جانے خویش را

واز غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصهٔ عشق زن برمرد واقع شده یعنی قصهٔ یوسف علیٰ نبینا وعلیه الصّلوٰة والسّلام۔

مُلّا **نوعی** حسب الامر شاهزاده دانیال در واقعه مذکور مثنوی **سوز و گداز** بنظم آورد۔ ازانست ؎

جمالِ نازرا پیرایه نو کرد　　عبارت راتبسّم پیشرو کرد

واز ساقی نامهٔ اوست ؎

بده ساقی آن ارغوانی نبید　　که روز خرابان بپایان رسید

بگردان زره عمر برگشته را　　چوشاه نجف روز شب گشته را

وفات **نوعی** در **برهان پور** سنه تسعة عشر والف (۱۰۱۹) اتفاق اُفتاد۔ دیوانش بمطالعه در آمد واین ابیات حاصل شد ؎

زان پیش که صُبح از شبِ اُمید برآید　　بکشا دهنِ شیشه که خورشید برآید

دست فرسود تمنا دلِ شیدائی نیست　　این گل طور بود لالهٔ صحرائی نیست

باده می خواهم به سیرِ ماهتابم کار نیست　　هیچ ماه چارده چون ساغرِ سرشار نیست

شراب و مطرب و دلدار در مقابله بود　　میانِ دیده و دیدار شرم فاصله بود

ما بی سواد علم معاشِ زمانه ایم　　مفلس شریک مایهٔ این کارخانه ایم

ما عاشق و جز خانه خرابی فنِ ما نیست　　خصم است بخود هر که بجان دشمن ما نیست

یکروز صبا بوی گلے برد به یعقوبؑ　　بگریست که این نکهت پیراهنِ ما نیست

نسیم مصر بجاروب گل دماغم رُفت　　اگر غلط نکنم بوے یارمے آید

سبوی باده سلامت که زینت دوش است　　سرے که مایهٔ درد است گو بدوش مباد

تو روی آئینه و ما قفاے آینه ایم　　چنانکه از تو بد از ما نکو نمے آید

چو جام باده مسخر شود بدعوت صبح　　چه لازم است که تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ ز اجزای جہاں تابع رنگے است　　در بادہ گرت خصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سرسبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است از انش نظیری خوانند - و دیوان رنگینش رشکِ نگارخانۂ فغفور است از انش بے نظیر دانند -

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہمچو نظیری　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** را بر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوشنوائے نیشاپور　　خجل از طبع بے نظیر من است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور بر آمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے بر آورد و قصائد غرا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود - وصلات گرانمایہ اندوخت - بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بر بست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید - و در **گجرات** - **احمد آباد** رنگ توطن ریخت -

وقتے جہانگیر پادشاہ کتابۂ عمارتے امر فرمود - مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سرگشتہ سران را　　باد امژہ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود -

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید :-

" مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

"در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
"ساخته نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندهٔ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
"دوازده سال که تتمهٔ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
"حدیث از خدمت مولانا حسین جوهری واره نمود و در هزار و بیست و سه (۱۰۲۳) بعالم
"قدس خرامید انتهی۔

قبرش در تاج پورهٔ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب افتادے

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را — تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را

بے عشق عقل راهنرے در دماغ نیست — بدسوز د آن فتیله که از شعله داغ نیست

شرم می آید ز قاصد طفل محجوب را — بر سر راهش بنید ازید مکتوب مرا

مبین بعیب و قبولم که در پناه توام — اگر بد دو جهانم که نیک خواه توام

و گر خدا بردای دل سر کجا داری — که یکدو روز شد آتش بزیر پا داری

جرم من است پیش تو گر قدر من کم است — خود کرده ام پسند خریدار خویش را

می گریم و از گریه چو طفلم خبرے نیست — در دل هوسے هست ندانم که کدام است

به مهربانی او اعتماد نتوان کرد — که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است

این رسمهاے تازه ز حرمان عهد ماست — عنقا بروزگار کسے نامه بر نشد

توان ز نامهٔ من یافت اشتیاق مرا — عیار شوق باندازهٔ سخن باشد

به بیع عشوه برم جان که مست ناز مرا — اهانت است که خود بر سر متاع آید

دو لتے بود که مردیم بهنگام وداع — آن قدر زنده نماندیم که محمل برود

یک توجه از تو درکار است و صد عالم مراد — غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود

تو کار خود به غمزهٔ معشوق وا گزار — بیطاقتی مکن که نکو یان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده در کوچ اند　　شگوفه می رود و شاخ بار می آرد

کمر در خدمتت عمریست می بندم چه شد قدرم　　برہمن می شدم گر این قدر زُنّار می بستم

بوی یار من ازین سست وفا می آید　　گلم از دست بگیرید که از کار شدم

نازم باین شرف که غلامِ محبتم　　لافِ نسب ز نسبتِ آدم نمی زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش هموار است و گهرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان در آمد۔ غزل و قصیده و مثنوی یک رُتبه دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در ثنا طرازی بادشاه و شاهزاده ها و امراء اکبری بنظم آورده و با میرزا جانی والی تتته نیز مربوط بود و زبان بمداحی **میرزا جانی و میرزا غازی** و تاری کشود۔

در اواخر عهد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت **ابراهیم عادل شاه** قرار گرفت۔ عادل شاه در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر مرد بیش بها عطا فرمود۔ و شکسته حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرهٔ ممدوحان خود از **ابراهیم عادل شاه** اظهار رضامی کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند　　نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن

رسد بعهد تو شاعر به پایهٔ ملکی　　زهے نوازش شاه و زهے ظهور سخن

اشاره بملا **ملک قمی** و ملا **ظهوری ترشیزی** هر دو شاعر مشهور پای تخت ابراهیمی

در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) رو داد۔ مصرع "افگند بادشاه سخن چیر سنجری"
تاریخ است۔ مؤرخ دو عدد زائد را بہ حُسن تعمیہ افگند۔ ۱۰۲۳ / ۲ / ۱۰۲۱

ایں چند بیت از غزلیات سنجر بہ انتخاب در آمد ؎

شہر حسن است ببر جانب بازار مرا — تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا

نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ شکیبائی است — تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است

محققان کہ ز دریای علم در جوش اند — چو کوہ تا نکنی شان سوال خاموش اند

آتشِ خرمنِ منی شبنمِ کشت دیگران — دوزخِ من چرا شدی ای تو بہشت دیگران

ای بخت صبح عشرت تا کے بخواب بینی — بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی

راہے نبرد گوش بہ رازِ نہانِ ما — در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما

ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زود می روم — طبعِ ترا زیادہ مکدر نمی کنم

الماس بدل پاشم و منت کشم از خود — من لذتِ ایں زخم بسوزن نہ پسندم

اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی — بہ پائے ناقہ اُفتادم بہ گردِ ساربان گشتم

ما عجز و شمنیم حریفان زبون طلب — ای خونِ ما بہ گردنِ طبعِ غیورِ ما

ای غمِ ہجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم — یا بگذر ازین سرا یا بنما قبالہ را

امشب ای ہمسایہ و مہمان من از خود رفتہ ام — گر کسے احوال من پرسد بگو در خانہ نیست

مہر آمد بہ تماشای تو با تیغ و ترنج — گو بیا گر ہوسِ دست بریدن دارد

مرا کہ سینہ زمینِ نمک فروشان است — دماغ سوزی مرہم بہ داغ من غلط است

نیست او را سرِ آزادی ایں مرغِ اسیر — ورنہ صد مرتبہ گرداند بگردِ سرِ خویش

ایں زمان بے نسبتم سنجر و گرنہ پیش ازیں — دست من در زلف او گستاخ تر از شانہ بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست که مذہب تناسخ داشت - وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت واین خام خیال را در عالم قال می آرد - که ؎

در گنجہ فروشدم پے دید — از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید — ہر چند فرود رود بر آید

وآو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - ودم بہم صفیری بلبل شیراز زد ودیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی برد وعرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب گفتہ ام - شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت - کلیات او دہ ہزار بیت است مؤلف صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید" وفات او در سنہ ہزار و ہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد" غنچۂ تا ملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید — باین فسانہ مگر عمرِ ما دراز کنید
ہلاک شیشۂ درخون نشستۂ خویشم — کہ آخرین نفسش عذر خواہی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند — وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - ومکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - ودر عنوانِ آن می طراز د ؎

صبا بکوی دل آشفتگانِ عشق گزر — زمین ببوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی — کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور

تو آن مسیح مقالی کہ ملک معنی راست　　بیاض جبہۂ کلک تو صبحگاہِ نشور

و او از شناطر ازانِ پایۂ سریر شاہ عباس ماضی است۔ و بنظر التفات شاہ اختصاص داشت۔ و در صلۂ این بیت ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست　　بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاہ او را بزر کشید و مبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شانی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ و از سرکار شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چہ خوش است با دوزلفت سرِ شکوہ باز کردن　　گلہ ہائے روز ہجران بشبِ دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا　　ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا

ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم　　ہمچون نفسِ باز پسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی　　ہر چند کہ پرواز کنم در قفس اُفتم

نیست ممکن کہ گریزم ز غزالانِ خیال　　ورنہ مجنونِ تو تنہا ترازین می بایست

(۹) شکیبی - محمد رضا بن خواجہ عبد اللہ صفاہانی

از نژاد خواجہ عبد اللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ و او فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب او را یاد می کند و می فرماید ؎

بر ندی شہرہ شد حافظ پس از چندین ورع لیکن　　چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنہ اربع و ستین و تسعمآئہ (۹۶۴) متولد شد بر خے علوم در شیراز و لختے

درصفاهان تحصیل کرد- وبه ارادهٔ سیر هند درکشتی نشسته خود را به ساحل بندر چیول کشید- وازانجا به قصدِ ادراک خانخانان که دران ایام درگجرات بود- عازم گجرات شد- اتفاقاً خانخانان دران فرصت به آگره رفته بود- شیکیبی از گجرات به آگره شتافت- وخانخانان را دریافت- وبا او سیر سندھ و دکن کرد- درسنه ست والف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید- ودرسرونج از توابع مالوا رسیده بیماری صعب کشید- ونذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- از برکات این نیت شفا دست بهم داد- ودرسنه اثنا عشر والف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- واین سعادت عظمی را حاصل نمود- وبعد ۳ سال از راه هند رسورت برگشت- ودربرهان پور با خانخانان برخورد ودرسنه ثمانیه عشر والف (۱۰۱۸) التماس گوشه نشینی کرد خانخانان برای او سیورغالے وصدارت دهلی از درگاه جهانگیری برگرفت- وباین تقریب درد ارالخلافه دهلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکه درسنه ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) محل سفر بعالم دیگر پیوست

شاعر خوش طبیعت صاف فکر است- ساقی نامه برای خانخانان درسلک نظم کشید- وبصله ده هزار روپیه جیب ودامن آرزو پُر کرد- ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بده — زسرچشمهٔ خان خانان بده

سکندر طلب کرد لیکن نیافت — که درهند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنس مرا از غیب بازارے بده — می فروشم دل بدیدارے خریدارے بده

شکسته دل نشویم ار ترا سر جنگ است — که آبگینهٔ ما هم طبیعتِ سنگ است

تو غنچهٔ سحر و من چراغ صبحدمم — تو خنده بر لب و من جان در آستین دارم

پروانه نیک رفت که در پیش شمع سوخت — آگه نشد که سوختنِ غائبانه چیست

رباعی

نرد لیست جهان که بر دنش باختن است — نرّادیِ او شش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است برداشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستاد فن و نقاد سخن بود - سیر هندوستان کرد و برگشت و در سنه اربع وعشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود "آه از رضی" تاریخ است -
سنه ۱۰۲۴ھ

نقش سخن باین آئین می بندد ؎

نه هر که چهره برافروخت از غم آزاد است که سرخروی گل از طپانچۂ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم که چو فانوس به تحریک نفس می گردد

نخواهم زیست چندانیکه باز آرد پیامش را وصیت نامۂ بر بالِ مرغِ نامه بر بستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشهور سخن سرایان است - و معروف نکته پیرایان - مرزا صائب سخن او را مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب که می گوید ملک چشم بینش باز کن تا هر چه خواهی بنگری

در صغر سن به مشق شاعری اُفتاد - و از قم به کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجّه قزوین شد - و قریب پنجسال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید -

و در رمضان سنه سبع وثمانین وتسعمائة (۹۸۷) از قزوین برآمده سرے بدیار دکن کشید - و از مرتضی نظام شاه دیوانه والی احمد نگر و بعد او از برهان شاه اکرام و انعام فراوان یافت -

و در بیجاپور دامن دولت ابراهیم عادل شاه والی آنجا گرفته - از

مقربان بساط عزّت گشت۔ وثمرہا از نہال برومند دولتش برچید۔ وچون جوہر قابلیت مُلّا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید۔ ودختر خود را در حبالہ نکاح او درآورد۔

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید:۔

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب نورس را کہ نہ ہزار بیت است"

"بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتے کہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمد نگر مامور شد۔ درعریضۂ خود[1] از احمد نگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ:۔

"در احمد نگر دو شاعر خاکی نہاد۔ صافی مشرب اند۔ ودر شعر رتبۂ عالی دارند یکے ملا"

"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند۔ وہمیشہ مزۂ ترے دارد۔ دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"

"رنگین کلام است۔ ودر مکارم اخلاق تمام۔ عربیت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید:۔

"در سنہ ہزار وبست وچہار ملا ملک فوت شد وملا ظہوری یک سال بعد از و"

وابو طالب کلیم گوید:۔

ملک آن پادشاہِ ملک معنی — کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی — کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر — کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام — بگفتا۔ او سرِ اہل سخن بود

۱۰ھ ۲۵

امّا این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد۔

پیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم۔ در وقت تحریر دیوان غزل

---

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء۔

مختصرے ازو بنظر در آمد۔ خوش لفظ است۔ اما معانی تازہ کم دارد۔ و تشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است در کلام او بسیار کم واقع شدہ۔ و اشعار چیدۂ او ازین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم زداغِ غمت صد ہزار جا ریش است — کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است

ازین مرنج کہ بیدادکارِ محبوب است — اگر وفا نہ نماید ستیزہ ہم خوب است

اگرچہ مجلسِ مستان تہی زغوغا نیست — ولیک صحبت شان خالی از تماشا نیست

مدہ رخصت کہ ریزد خونِ مردم چشمِ فتّانت — کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت

اگر با مدّعی عہدِ وفا بستی نمی رنجم — کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت

بروزِ حشر شہیدان چو خون بہا طلبند — تبسّمے کن و خاموش کن زبانِ ہمہ

باحتیاطِ مِی عافیت بہ ساغرِ ریز — کہ سنگِ تفرقہ خصمِ پیالہ داران است

پیامِ ست عہدان داشت سقمے — کہ قاصد دست بر نبضِ خبر داشت

صلح کردیم من و غیر۔ درین بود صلاح — زانکہ جنگِ من و او۔ باعثِ رسوائی تست

مرغِ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت — بہتر آنست کہ تقلید سمندر نکند

صد ستم دیدی ملک یکبار سر کن شکوہ — نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سرِ وکارے می داشت — جا در حرمِ چون تو نگارے می داشت

ای کاش ملک بوالہوسی می آموخت — تا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظہوری۔ مُلّا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ و نہالِ کلامِ موزون از یمنِ تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ۔

مرزا صائب اورا با ادب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سر و برگ این غزل　　این فیض از کلام ظهوری بما رسید

ظهوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر را خوش آمد ؎

با خنجر کشیدہ تغافل رسانده بود　　خود را بہ پیش من کہ نگاہ از قفا رسید

ساقی نامۂ ظهوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و بہ نازک ادائیہا دل از دست می برد۔ کتابۂ[1] این میخانہ بنام برہان شاہ والی احمد نگر است۔

نثر ملا ہم طرز خاص دارد۔ امّا غزلش باین رتبہ نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محل سیاحت بربست۔ و بہ سیر عراق و فارس پرداختہ عازم گلگشت دکن گشت و از خوان احسان ابراہیم عادل شاہ فراوان نعمت اندوخت۔ و کام و زبان را بمدحی او شیرین ساخت۔

ملا ملک قمی اورا بزیور کمالات محلی دیدہ طرح الفت ریخت۔ و صبیۂ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید۔

و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند کہ تالیفہا بمشارکت فکر بہ تحریر آوردند۔ چنانچہ ملا ظهوری در دیباچہ "خوان خلیل" می طراز د کہ "ظهوری قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراہیم" و اکنون در گسترد ن "خوان خلیل" سہیم عدیل ملک الکلام است"

وفات ملا ظهوری در دکن سنہ خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سنی سال پیش ازین کلیات سیر ضخامتے از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند انتخاب افتاد ؎

شب از مژگان تر رفتم غبار آستانش را　　پشیمانم کہ کارے یاد دادم پاسبانش را

---

[1] مراد از کتابہ در بنجا ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشۂ صیدافگنِ این سرزمین باشد — که دائم بہرِ تقریبِ نگاہے در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوششِ افلاک برخیزم — مگر گرد تو گردد گرد من کز خاک برخیزم

ہمچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم — کوچہ گردی است بجا گرچہ زمینگیر شدیم

ازین چہ باک کہ رسمِ وفا نمی دانی — بلاست اینکہ طریقِ جفا نمی دانی

مدار خویش منہ جملہ برنمے دانم — گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است بہ عشق تو ہر نفس مردن — وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است

تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر — عجیب نیست کہ غیرت مزاج گو[1] شدہ است

نیاز مود کہ زورِ غرور تا چند است — اگر حریف ضرور است عجز ما اینجاست

کہ دیدہ است این چنین صیاد قدرت آن مروت این — کہ زخمِ فربہ از نخچیر لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن — نیستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاہے تیز بینان قاصدے خواہم — نشستن بر سرِ راہِ صبا از من نمی آید

بہ تمکین گاہِ عرضِ حال کوہِ آہنی بودم — چہ دانستم حیا در عشۂ سیماب اندازد

خموشی نفعہا دارد سخن پردازمی داند — نخستین اینکہ ساکت ہیچگہ ملزم نمی گردد

اگرچہ یاد مرا رخصتِ نشستن نیست — ہمین بس است کہ بر خاطرش گذر دادم

ز حد برد است چشمِ اشکبارم قرعہ غلطانی — نمی دانم شکیبم از سفر کے باز می آید

سعی فرمائے کہ سیماب شوی از تف شوق — کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزون گردد

برد باران کوہ را از کاہ کمتر می نہند — ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن

ذوقی است پادشاہیِ اقلیم دوستی — خواہم کہ یک دو روز تو باشی بجای من

تیغِ تو نمی داشت اگر آبِ مروت — خونِ چو منے را کہ رساندے بہ بہائے

فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد — وگرنہ چیست از خورشید و مہ آئینہ گردانی

---

[1] مزاج گو۔ کسے کہ موافق مزاج کسے سخن گوید (فرہنگ رشیدی جلد دوم صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۲ء)۔

کدام جورِ تو از لطف دلنشین تر نیست　　چہ احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ[1] خود از احمد نگر بہ **اکبر پادشاہ** بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکّہ معظّمہ مجمعے بود - اقسام"

"مردم بر کنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند - بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت"

"کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد و محمود صباغ"

"نیشاپوری برخاستہ گفت - نامعقول مگوئید حوض کوثر مدوّر است و ساقیش علی مرتضی"

"و گریخت"

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد - رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است - شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَی الْحَوْضِ اَنْظُرُ مَنْ یَّرِدُ عَلَیَّ وَالْحَوْضُ مَسِیْرَۃُ شَہْرٍ وَّزَوَایَاہُ عَلَی السَّوِیَّۃِ یَعْنِیْ عَرْضُہٗ مِثْلُ طُوْلِہٖ

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود - و گوئے غزل گوئی از اقران می ربود - قوت مدرکہ باند داشت - و با مُلّا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند - میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید" وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد - و او ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

شمکشانِ محبّت دم از فغان بستند　　گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

---

[1] دربار اکبری صفحہ ۴۱۴ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء -

ترا بہ نکہتِ پیراہنے مضایقہ نیست ولے بہ طالعِ ما راہ کاروان بستند

گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید این قدر شد کہ ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی - ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیہ سنجان عتبہ شاہ عباس ماضی بود - وگوی سخن از ہمداستانان می ربود -

واو قطعۂ بنظم آوردہ پیش **صادقی بیگ نقاش** بہ **اصفہان** فرستاد - والتماس تخلص کرد - **صادقی بیگ** قطعۂ در جواب نوشت - وچہار تخلص تجویز نمود - ازانہا **فرقتی** پسندش اُفتاد - ازان چہار تخلص یکے **کلیم** بود - گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی - گفت نخواہم کہ ظرفا گلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق اُفتاد نہال کلکش این نوع ثمر می افشاند ؎

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست پروانۂ پر سوختہ محتاجِ کفن نیست

چہ شد اگر مژہ بر ہم نمی توانم زد کہ لب بلب نرسیدہ است ہیچ دریارا

خون تراوش می کند از چاکہای سینہ ام طفلِ اشکم باز گم کردہ است راہِ خانہ را

چو جادوئے کہ از بہرِ فسون لبہا بجنباند بہ افسونم زند چشمت بہم ہر لحظہ مژگان را

(۱۵) فغفور - محمد حسین ؑ

از سادات **لاہیجان** - ودر فن طبابت وشعر وخوشنویسی ممتازِ زمان بود - در **ایران** رسمی تخلص می کرد - وبعد وصول **ہند** **فغفور** تخلص برگزید - بلے شاہ مصوّرانِ کشور فصاحت است - وخسرو نقش طرازانِ قلمرو کتابت -

دراواخر ایام زندگانی ملازم شہزادۂ پرویز بن جہانگیر بادشاہ شد واشعار خود را بمدحت او موشح ساخت۔

ودر بلدۂ الہ آباد سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) چینی حیاتش بر سنگ فنا اُفتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکام رندِ دُرد آشام می گردد — عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد

درعشق چو سبّابۂ تسبیح شماران — صد عُقدہ بہ پیش آمد واز راہ نگشتم

سرِ شوریدہ بسامان نتوان باز آورد — این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندند

این قومِ خود نما کہ نہ بینند عیب خویش — آئینہ کاش در گروِ تو تیا کنند

می رسد نازت ازان چشم کہ چون غنچۂ گل — سرِ مژگانِ تو از طرف کلہ می گزرد

ملاحتِ تو گواہ است وشورِ بختی من — کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام۔ میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ ونظام قلمرو نکتہ پردازی۔ درعمر سی سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ واین سانحہ درسنہ تسع وعشرین والف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش حافظیۂ شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پرکارش — چو آن مُرغے کہ گرداند کسے بر گرد بیمارش

زدُنیا یکسرِ موغم نباشد اہل دنیا را — کہ دلگیری نباشد در قفس مرغانِ دیبا را

گر فلک با من ہم آغوشش نماید دوز بیت — باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون بر عشوہ کرد اول بسوئے خویش دید　　بادۂ خود خورد ساقی ساغر لبریز را

دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد　　مردہ ہر چند عزیز است نگہ نتوان داشت

من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے　　تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن

(۱۷) مرشد۔ مُلّا مرشد یزدجردی

مرشد سالکان جادۂ سخن است۔ وصاحب تلقینِ مرتاضان این والافن از وطن خود رہگرائے ہند شُد۔ چون بقندہار رسید۔ جاذبۂ التفاتِ میرزا **غازی** وقاری عقال پائے او گردید و دران عتبہ کرسی نشینِ عزّت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت **میرزا غازی** خود را بہ **ہند** کشید۔ پوشیدہ نماند کہ وارد شدن **مُرشد** از ولایت خود بقندھار و رحل اقامت افگندن در سایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال پیش ازین ہنگامے کہ تحریر **بدیضا** درمیان بود۔ در تذکرۂ مشاہدہ اُفتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظہ برآمد۔

و **میر تقی اوحدی صفاہانی** صاحب تذکرۂ **عرفات** گوید۔ ملخص کلامش اینکہ:

"مرشد وقتیکہ از یزدجرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ از انجا"

"بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بملک سندھ اُفتاد۔ صحبت او با میرزا غازی برآمد"

"و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعہ شہادت چشید۔"

"ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ در اثنائے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چند روز او"

"دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوئے جہانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف"

"گردید و الحال با مہابت خان می باشد"

و ہمچنین **میر تقی** در ترجمہ **طالب آملی** کہ با او ہم ملاقاتہا دارد می نویسد کہ:۔

"وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود"

برخال وخط شناسان چهرهٔ تاریخ هویداست که **میرزا جانی** والی تتته پدر **میرزا غازی** درسنه احدی والف (۱۰۰۱) ناصیهٔ بخت بملازمت اکبر پادشاه برافروخت - و **میرزا غازی** در تتته ماند - **اکبر پادشاه** تتته را به **میرزا جانی** ارزانی داشت - و نیابت به **میرزا غازی** عنایت شد و چون **میرزا جانی** در **برهان پور** در سنه ثمان والف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد - پادشاه **میرزا غازی** را مشمول عواطف داشته ولایت سندھ را باو[1] باز گذاشت - و درسنه احدی عشر والف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا با انتزاع سندھ مامور شد **میرزا غازی** حلقهٔ انقیاد در گوش کشید - و تا بھکر رسم باستقبال بجا آورده سعید خان را دریافت - و بهمراهی او خود را بدرگاه اکبری رسانید - همت خسروانی بمرحمت بحالی ملک سندھ رنگ رفتهٔ او را بحالت اصلی آورد - و در عهد جهانگیری صوبهٔ **ملتان** در اقطاع او اضافه شد - آخر بصوبه داری قندهار سرمایهٔ افتخار اندوخت - و همانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) پیمانهٔ حیات او لبریز گردید -

میرزا غازی بعد از آنکه از سندھ بهند خرامید - باز به سندھ نرفت - پس ملاقات **مرشد** و **طالب** با میرزا غازی در سندھ بقول میر تقی در عهد اکبری بوده باشد - واللہ اعلم

مخفی نماند که تذکرهٔ **میر تقی صفاهانی** بعد تبییض این جریده بنظر رسید اسامی شعراء ترتیب حروف تهجّی مے کرد - عجب صلاے عامے در داده - و به آدنی موزونے که پے برده چه قدیم چه جدید در مهمان خانه خود تکلیف نموده و به از تذکرهٔ میر تقی کاشی است - تذکرهٔ صفاهانی نسخهٔ ناقص از حرف الضّاد تا

---

[1] ماثر الامرا جلد سوم صفحه ۳۴۵ -

حرف الیاء بدست آمد و چند جا ضرورۃً بعضے مطالب الحاق نمودہ شد۔

مرشد در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانۂ فکرش تراوید مطلعش این است ؎

بہار است و دل مست و من در خمار — خوشا جام مے خاصہ از دستِ یار

گیرم کہ روزِ حشر سر از خاک بر کنم — آن دیدہ کو کہ جانبِ قاتل نظر کنم

من آن مزعم کہ گر یاری نماید بخت ناسازم — بود تا گوشۂ بامِ قفس معراجِ پروازم

طرۂ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن — چشمِ عاشق نیستم تا چند حیران زیستن

کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر — تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن

بسیار زحمد می گزرد گرمی مجلس — دلسوختۂ در پسِ دیوار نباشد

بے سبب مرشد ز طورِ من شکایت میکند — اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام

جوان زبسکہ شد از فیض ابر عالم پیر — شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر

ہمان بر نگ گل افتد بخاک سایۂ گل — زبسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر

ہوا چنان بر طوبت کہ از زبان تا گوش — ہزار جا بزند ریشہ نالۂ شبگیر

چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز — کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راہے پیشم بسے نشیب است و فراز — کز انجامش خبر ندارد آغاز

چون نالۂ عاشقان پست و بلند — چون وعدۂ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتادہ و بایجاد سبعۂ

سیارہ سپہر بلند خیالی را رونقے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود و ایاز" است کہ مصنف اکثر اوقاتِ خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید ؎

در استفتاح این منشور نامی بجو تاریخ نظمش از نظامی ۱۰۰۱ھ

و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند ؎

الٰہی عاقبت محمود باشد ۱۰۲۴ھ

امّا ترتیب نادادہ ورق حیات گرداند۔ شیخ عبد الحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و ملّا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

وفوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع[1] "از جہان رفت زلالی بجنان" تاریخ یافتہ اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد

جنون یک قطرہ از لائے خمِ او سرِ بیہوشی و پائے خمِ او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران مستثنےٰ برآمد و اکثر ناوکِ فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ قصائد

---

[1] ازین مصرع تاریخ مطلوب برنے آید۔

غراد ارد- وبیشتر ثنا گستر حاتم بیگ اعتماد الدّوله است- و در صلهٔ قصیده دالیه که در مدح اعتماد الدّوله گفته مبلغ خطیر سالیانه مقرر گردید- و بعد فوت شیخ هم چند سال آن وجه به متعلقانِ شیخ می رسید- مطلع قصیده مذکور این است ؎

اهل صورت که بجمعیت صوری شادند — فارغ از تفرقهٔ معنوی اضدادند

رحلت شیخ در سنه احدی وثلثین والف (۱۰۳۱) اتفاق اُفتاد- این چند بیت از دیوانش فراگرفته شد ؎

چندان دلم بپرسش چشم تو شاد نیست — دانم که بر تواضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوے چمن بے قدت ملال مرا — گزد چو مار سیه سایهٔ نهال مرا

کم کُن شرابِ لطف که پرشد ایاغ ما — رو عن چنان مریز که میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نقی را ز انتظار — این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

بهنگامِ وداعش می کنم نو عهد دیرین را — چو بیمارے که وقتِ مرگ ایمان تازه میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند — کوهکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی در گریه آورد اضطرابِ عشق جانان را — که زورِ آتشِ سوزنده آبِ چوب تر گیرد

من کُشتهٔ آن چشم که در عین تکلّم — با هیچ منے در صددِ ناز در آید

رفتی و خموشم که در آغاز مصیبت — ماتم زده یکچند بشیون نبرد راه

نقد دل دزدی و آنگاه بتقریب حیا — سر بپیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی که چه دید — پادشاهی ز غلامی پدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر — عوضِ روز قیامت شب تنهائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خاله زادهٔ حکیم رکنا کاشی بود- جویای معانی بلند است و غواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید ؎

بطرز تازہ قسم یاد می کنم صائب　　کہ جائے طالب آمل در اصفہان پیداست

در ریعانِ شباب از ولایت خود برآمدہ بہ نزہتکدۂ ہند خرامید چون میرزا غازی وقّاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔ و نقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ و دران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ از انجاست این بیت ؎

عنایاتِ شوق تو شُد ورنہ کے دِل　　زدے فال رجعت ز ہند و ستانم

و بعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت و ایامے با عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت و در ہمین سال ابو طالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نور جہان بیگم قصائد غرا دارد۔

و ستی النّسا خانم ہمشیرۂ طالبا ست۔ ستی النسا خانم در عہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ و شوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلاں را بہ عقل از دواج عاقل خان و خورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاءُ الدین مخاطب بہ رحمت خاں کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رکنا ست درآورد۔

ستی النسا خانم درذی الحجہ سنہ ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی درنوردید۔

طالبا دراوائل مُہردار اعتماد الدولہ بود آخر مستعفی شد وقطعۂ اعتذاری بنظم آوردہ۔ ازانست ؎

دوصنف اند اہلِ طبیعت کہ ہرگز ندارند باہم سرِ سازگاری
یکے را فرومایگی کرد شاعر یکے را بزرگی و عالی وتباری
من آن شاعرم شکر للہ کہ دارم زبختِ بلندِ تو اُمیدواری
کہ گر دہر یاقوت یکدانہ گردد دروبینم ازچشم نا اعتباری
بہ گلزارِ معنی ہزارِ فصیحم بمنصب چہ شد نیستم گر ہزاری
چو مہرِ تو دارم چہ حاجت بمُہرم مرا مہرداری بہ از مُہرداری

طالبا درمدح قلیچ خان ناظم لاہور قصیدۂ ہشتاد وچہار بیت دریک شب فکر کردو بآن می نازد ومی گوید ؎

منم کہ نیست چومن شاعرے زاہلِ سخن منم کہ نیست چومن قائلے زاہلِ کلام
گواہ این دوسہ معنی ہمین قصیدہ بس است کہ یافت ازسرِ شب تاسپیدۂ دم اتمام

امامیرزا صائب اشہب فکراز طالبا تیز تر راند۔ وہنگام ورودِ برہان پور قصیدۂ شصت ویک بیت دریک چاشت درمدح ظفر خان بنظم آوردودرآنجا مے فرماید ؎

ہزار حیف کہ عرفی ونوعی وسنجر نبیند جمع بدار العیار برہان پور
کہ قوتِ سخن ولطف طبع مے دیدند نمی شدند بطبعِ بلند خود مغرور
ہمین قصیدہ کہ یک چاشت روی داد مرا زاہلِ نظم کہ گفتہ است درسنین وشہور

اگرچہ طالبا رابیست وسہ بیت افزون است۔ اما افزونی ابیاتِ طالبا باوسعت

وقت کم است۔ وکمی ابیات مرزا باتنگی فرصت افزون۔ واین معنی از تقسیم ابیات برساعات واضح می شود۔

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد۔ امّا این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است۔ چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین درعرض چہار ساعت بخوبی انشا نمود۔ ومطلقاً لب باظہار کمال نکشود۔ مطلع قصیدہ این است ؎

بسکہ جوشد شعلۂ حل کردہ از مینائے من — شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

ودر آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گردیدم ہم آغوشِ پریزادِ خیال — چار ساعت درگذار شام دیو آسای من

این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند — زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا درعین جوانی از زیبا خلعتِ زندگانی برآمد واین واقعہ درسنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال رو داد۔

دیوان قصائد وغزلیات ورباعیات طالبا دروقت تحریر۔ بدست آمد فرصت وفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود۔ گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوہرِ آئینہ بودمے — بے رونما ترا بنوکے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سر اندازد بپیش — ہیکلِ خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ زار باب کرم مے گزرم — چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گزرد

ملایمت کن وفارغ شو از ملامتِ خلق — کہ نخل موم زآسیبِ تیشہ آزاد است

دشنامِ خلق را ندہم جز دعا جواب — ابرم کہ تلخ گیرم وشیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگونِ می سوار شدم — امید ہست کہ رنگ پریدہ را گیرم

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح — درعمارتگری گنبد دستار خود اند

مزۂ در جہان نے بینم دہر گوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفہانی

اسمش **شرف الدین حسین** است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ وحکمت نظری را بیشتر ورزید۔ و مدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشہور است۔ وعمرہا در نسخہ نویسی شعر اُفتاد و بمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ؎

در اصفہان کہ بدرد سخن رسد صائب کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے در عرض راہ شاہ را برخورد۔ شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ **میر باقر داماد** میگفت "شاعری فضیلتِ شفائی را پوشید۔ و ہجا شعرا و را پنہان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم تو بہ موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع وثلثین و الف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد۔

زادۂ طبعش دیوان جد و ہزل و چند مثنوی است مثل "دیدۂ بیدار" و "نمکدان حقیقت" و "مہر و محبت" این ابیات از دیوانش ماخوذ شد ؎

در دل در آ تفرجِ گلہای داغ کن از خانہ چون ملول شوی سیر باغ کن

خویش را بر قلب غم آخر دل بتاب زد این کتانِ پارہ کوس خصمی مہتاب زد

حاکمے نو کو کہ بر درگاہ او دادی کنیم مشتِ خونے بر جبین مالیم و فریادے کنیم

از زبانِ خنجر کین پرسشِ دلہا مکن عالمے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

اے در آغوشِ ملک پرورده بد خوئی مکن — شکرستان زیر لب داری ترش رویی مکن

بخود غمِ تو نگویم که بیم رسوائی است — نهان کنم ز خیالت که یار هرجائی است

به انتقام ابد آشتی میسر نیست — ز بسکه خوے تو بر یک گناه می پیچد

نو بهارے که دلی نشگفد از پهلوی او — جاے آنست که پهلوی خزان بنشیند

دامنِ دیده نگهدار که در مذهبِ ما — دل چو شد کشته دیت از مژهٔ تر گیرند

یک لحظه نپرداخت مرا داورِ محشر — این شکوهٔ جانسوز بحشرِ دگر افتاد

خدا عشقِ مرا از ننگ رسوائی نگهدارد — که بدبیتابی پیرامنِ این راز می گردد

گر نقدِ جان بهاے وصالت نمی شود — از قاصدِ تو ذوق خبر می توان گرفت

آن دل که نامزد بوفاے تو کرده ام — کارے مکن که عربده جوئے دگر شود

تپِ غم دیده را دلسوزیِ شکر زیان دارد — تبسم را مکن شیرین که می ترسم بجان افتم

ز هر سیدادم به بزم امتحان کم کم مریز — هرچه داری بر سرم هم ریز تا یکجا کشم

پے شکستنِ پیمان همین بس است تلافی — که بهر تازگی عهد و او دست بدستم

مرا قیمت به پنهان دیدنی کردی فخر سندم — که بوی غربتی می آید از زر ان بها کردن

(۲۲) قاسم۔ قاسم خان جوینی

قاسم مائدهٔ فصاحت است۔ و ناظم جواهر بلاغت۔ منیجه بیگم خواهر اعیانی نورجهان بیگم در حبالهٔ عقد قاسم خان بود۔ و به علاقهٔ سلفیت جهانگیر پادشاه به پایهٔ امارت و رتبهٔ مصاحبت سر برافراخت۔ و به قاسم خان منیجه مشهور گردید[1]

در اواخر عهد جهانگیری بحکومت صوبه اکبرآباد و حراست قلعه آن مصر مے پرداخت و در آغاز دولت شاهجهانی به منصب پنجهزاری پنج هزار سوار و ایالت

[1] مآثر الامرا جلد ۳۔ صفحه ۹۷ مطبوعه کلکته۔

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبیعی درگزشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ و ہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید

رایتِ سخن باین شکوہ می افرازد ؎

نمونۂ جرسِ بیدلم صدا نہ کنم　　زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم

راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم　　خون خوردہ ایم تالبِ غماز بستہ ایم

(۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ و طراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا تضمین میکند و می گوید ؎

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت　　چو شیر از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمد و بشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر پادشاہ لازم گرفت۔ و بہ تقصیرے مورد عتاب شدہ در حبس اُفتاد۔ و بتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مُدتے با او بسر بُرد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

در عشق ہر کجا کہ بلندی است پستِ ماست　　فیروزۂ حبابیِ گردون بدستِ ماست

نتوان عربدہ با چشم تو کردن آرے　　بتواضع گزرانند ز خود مستان را

(۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ و حرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است　　از فراموشان مباد آن کس که ما را یاد کرد

فی الجمله تحصیل کرده بود۔ و در کمال ملایمت و نهایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات او در سنه خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوهرِ سخن چنین در سلکِ نظم می کشد ؎

هزار نکته بمن گفت چشم غمازش　　چو سرمه خورده که بیرون نیاید آوازش

بدیده اشک شود رهنمون دلِ ما را　　ستاره شمع بود رهروانِ دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات هرات۔ و آئینهٔ نقش پذیر حُسنِ صفات بود۔ خوانندهٔ افسون فصاحت۔ نوازندهٔ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکه مستِ فیضِ بهاراند چون اسیر　　نه جرعهٔ زجامِ فصیحی کشیده اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم هرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی به هرات اتفاق اُفتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرهٔ ایشان بمنازعه انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از هرات برآمده فصیحی را هجو کرد۔ فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد۔ هجو فصیحی در دیوانِ شفائی بنظر درآمد دل نخواست که زبانِ قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔ میر تقی اوحدی صفاهانی گوید:۔ چند نوبت عزم هند کرد مانع او شدند چون ماجرائی شاه عباس ماضی در سنه احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سوادافروز هرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاه اُفتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید- وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد- از فروغ تربیت گوہر اورا جلائے بخشید"۔

دیوان فصیحی بنظر در آمد- خوش محاورہ است- امّا مضمون تازہ بندرت دارد- این چند بیت از و التقاط یافت ؎

زبونِ دردِ پریشان زلف یار شدم — نہ صید دوست کہ صیدِ دلِ نگار شدم

رمزیست خطِ دوست کہ چون نخبت سر آید — آبِ سیہ از چشمۂ خورشید بر آید

تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی — زلف بر خویش میفشان کہ پریشان نشوی

لبے کز ناز کی بار تبسم بر نمے تابد — بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب — بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است

ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا — بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود

خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم — آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود

ما زہر قاتلیم فصیحی نہ شہدِ ناب — مرد طپانچہ خوردنِ بال مگس نیم

خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند — محرومِ بوستانم و مردودِ آتشم

نوبہار ابشیمِ گلِ عیشم مفریب — کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم

مختصر دستی کہ مارا بود صرفِ جام شد — گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم

خاک آن کوئی فصیحی ز جبین رنجہ مکن — از مہ و مہر بیا موز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد- قصائد دلفریب دارد و غزلہائے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر درآمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و در رقت و نزاکت می دهد- چون قاعدهٔ اغلب این جریدهٔ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد

بشوخی تو سواری بصدر زین نشست تو تا سوار شدی فتنه بر زمین ننشست

گرچه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم رو خراشیده ترا از صفحهٔ باطل باشم

نه گل چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در ره یارے کز و ممنونِ یاری نیستم گرچه خود را کشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سرشیار دلِ ریش ندارم تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسهٔ چینی خدائے را انگشت بر لبم نزنی کز فغان پُر است

قدرِ من پست از بلندیهاے استغنای اوست ورنه دیوارِ من از دیوارِ کس کوتاه نیست

ما و نگاه دور که رندانِ پاکباز بر سر نمے زنند گلے را که بو کنند

سینه بر خنجر او زن که شهادت اینجا ناقص است ار مددِ کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پے رفعِ کدورت گریه می آید اگر بر خاطرِ بادِ صبا بینم غبارِ خود

میرود رقص کنان بر دمِ تیغے شاپور دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو- میا بهر تلافی بسرِ کشتهٔ خویش به که این صلح بر نجیدنِ پای نکشد

بر تبر که چون نیشکر از دست تو خوردم تا آهنِ پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوشِ خود نباشم عیب جوی کس نیم دردمندم در شکستِ دردمندان نیستم

نعم البدلِ وعدهٔ صد سال وصال است آن بوسه که نقد از لبِ پیغام گرفتم

کفے غبارم و عریانی ست کسوت من نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتشِ ما چشمِ خانهٔ همچون چراغِ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل — یار مستغنی و من مستغرقِ نظارہ ام

زین سرکہ فروشان نتوان بادہ خریدن — صفرای می از بادۂ خوناب شکستیم

ورقِ ہستیم از ہم بدرانید کہ من — دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعر ادا بند است و موجدِ اندازہائے دلپسند۔ ابو طالب کلیم گوید ؎

میرزای ما جلال الدین بس است — از سخن سنجان طلبگار سخن

راستی طبعش استادِ من است — کج نہم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے کہ چو صائب ز صاحبان سخن — تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ فصیحی ہروی است امّا با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ وجای می گوید ؎

باوجودِ آنکہ اُستادم فصیحی بودہ است — مصرعِ صائب تو اندیک کتابِ من شود

میرزا از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است و بمصاہرت شاہ عباس ممتاز زمان پیوستہ سرگرمِ صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو ہمّت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما باگردش جام و شُرب مدام آنقدر خوگر شُد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار ہستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شُد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازہ کم واقع شدہ این چند شعر از خمستانش می چکد ؎

گرچہ آن قیمت ندارد دل کہ پامالت شود — صرف آتشبازیِ طفلانِ ہمسالت شود

رخصتِ کشتنم بدہ نرگسِ کم نگاہ را — یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

بامیدِ کسے نگذاشت بیدادش دلِ مارا — خدا اجرے دہد در کشتنِ ما قاتلِ مارا

بلب ہر دم زشادی شکرِ این سودا نمی گنجد — کہ در دامِ تغافل غیرِ صیدِ ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد — شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد

خطِ یار گرچہ سرزد نگہِ ستمگرش ہست — چہ غمِ خمار دارد مے ناز در سرش ہست

بکدام جان بیازد بکدام سر بہ بخشد — چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکارش از کار بردہ است — مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارمش — عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم — کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخابِ من است

گرچہ استغنا ست ناحق کشتگان را خون بہا — چشمِ خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا — سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر روے تیغِ آفتاب — کاملے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم — نسیم را خبر از سرگزشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم — عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را — از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ بر نگیرد از پا فتادۂ را — چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیرِ دنیا کردن — در مملکتِ وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کارِ زنان — از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی - میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد - و انداز ہائے مرغوب - در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد هند کشید و در سنه ثلثین والف (۱۰۳۰) واردِ دکن شد۔ و دران الکه مراحل زندگانی بپایان رسانید۔

سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روزیکه رهم بر چمن اُفتد　　دیوار به از سایه که بر روی من اُفتد

یک دل آزاد درین دامگهِ فانی نیست　　یوسفے نیست درین مصر که زندانی نیست

چاشنی گیر زهر کاسهٔ این خوان گشتم　　خوش نمک تر ز سر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بهاران ماند　　این عیش بسیل کوهساران ماند

زنهار چنان بزی که بعد از مردن　　انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعید انقشبند یزدی

نقشبند کارگاه خوش تلاشی است۔ وصورت آفرین هیولاے خوش قماشی میرزا صائب اورا بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل ز فیض سعیدای نقشبند　　صائب ز بحر دل تبامّل رسیده است

سعید اد رصفاهان اقامت داشت۔ ونزد اکابرِ وقت معزز و مُحترم می زیست نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست که خارم ز دلِ ریش برارد　　این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشهدی

نظیر عندلیب بهار است۔ وعدیل طوطی شیرین گفتار۔ در سنه ثلثین والف (۱۰۳۰) احرام بیت الله بست و بعد از ادراک این سعادت متوجه هند گشت۔ و

در اثناء راه شدائد بسیار کشید و کشتی او شکست۔ بعد محنتِ تمام به شهر بیجاپور رسید۔ و در سلک مقربان عادل شاه انخراط یافت۔

اول نظیری تخلص می کرد۔ باستدعای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد۔ گویند نظیری عوض حرف یاده هزار روپیه به نظیر تسلیم کرد۔ و این سوال و جواب ظاهراً غائبانه شده باشد۔ زیرا که نظیر بعد فوت نظیری به هندوستان رسید و اللہ اعلم

نظیر آهوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ؎

نگذاشت زسامانِ تنم ضعف جُدائی — چندانکه نگاهِ شوم و از مژه خیزم

درسلسلهٔ بال فشانانِ هوائی — خم ناشده از نامهٔ من بال و پرِ نیست

(۳۱) نادم لاهیجانی

سرخروئی معرکهٔ شعراست۔ اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند۔ و صدر آرای مجلس فُصَحاست۔ لیکن از فروتنی در صفِ آخر می نشیند۔ الکن طلق اللسان بود۔ و قصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود۔ از دیار خود بممالک دکن اُفتاد۔ و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانه داشت۔ بعد چندے بصوب بنگاله خرامید۔ و از انجا به عظیم آباد پٹنه حرکت کرد۔ آخر به اصفهان معاودت نمود و همانجا مرحلهٔ آخرت پیمود۔

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ؎

در کعبه اگر دل بسوے یار نباشد — احرام کم از بستنِ زُنّار نباشد

هرگز این طفل مزاجی نرود از یادم — گر تا بوت روم شوخی گهواره کنم

باعثِ جلوهٔ گل دیدهٔ بیدار من است — بلبلان شور برآرید که خوابم نبرد

هنوزش رنگ طفلی هست گل چیدن نمیداند — بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالاتِ دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جہانگیری بسر مے برد۔ و در زمرۂ خوش خیالان می زیست۔ نہال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف و دشنام تو تسکین دلِ بیہوش است — آتش از آب چہ گرم و چہ خنک خاموش است

در رقص دست و پا نزدن اختراعِ ماست — چون نبض زیر پوست تپیدن سماعِ ماست

چوگان صفت بمطلب خود پشت پا زدیم — پیوندِ ما بمطلبِ انقطاعِ ماست

عُذرِ دست تہی است خُلق کریم — میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع او را تضمین می کند و می فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع — کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر ہند خرامید۔ روزگارے مُہتّاد شت طرۂ اشعارش پیرایۂ عارض ورق می شود ؎

آہے کہ مرا از دلِ پُر درد بر آید — چون شاہسواری است کہ از گرد بر آید

چو وسعتِ عدم در خیال می آید — ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ و شعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخنِ

او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرع اوجی که وقتی گفته است　　پادشاهی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوهر شعر مرا به من　　تیغ برهنه ام که جگردار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم هرات بسر می برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعه در آمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است کہ در باغ خود نمائی نیست　　کریم ساختہ بودن کم از گدائی نیست

گر شامگہ شیب و گر صبح شباب است　　پوشیدن چشم از دو جہان یکسرہ خواب است

ساغر بغیر داد ز شکم خراب ساخت　　آتش بدیگرے زد و مارا کباب ساخت

نگہ گرم عنانم صف دیدار کجا ست　　بوسۂ بے ادبم کنج لب یار کجا ست

رطل گران بقیمت جان می توان خرید　　این است گوہرے کہ گران میتوان خرید

درین زمانہ پسر با پدر نمے سازد　　درین حدیث گواہم شراب انگوری است

بہر یک لب خندہ متوان منت شادی کشید　　منصب گل گر دہند غنچہ تصویر باش

ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم　　مے بزور این رنگ را بر چہرۂ ما بستہ است

خاطر جمعی ندارم از تو آخر دیدہ ام　　ہیچ دستار پریشانم ز سر وا کردۂ

کے بآرایش ویرانۂ ما مے آید　　آنکہ در آئینہ یک جلوہ بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلی ساختم　　خاطر غم را باین معنی تسلی چون کنم

با آن کہ قتل ما بتجمل حوالہ کرد　　چندان امان نداد کہ خاکے بسر کنم

صفاے روی عرقناک یار را نازم　　کہ صلح داد بہم آفتاب و شبنم را

از بادہ نمے توان بریدن　　زین آب گذر نمے توان کرد

او جی این قطرۂ خونی کہ اجل خواہد ریخت　　صرفہ آنست کہ در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشہدی

در نظم و نثر منشأ بدائع آثار است و مشرقِ فراوان انوار۔ چندے در خراسان با حسن خان شاملو گزرانید۔ آخر با صفہان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت　　از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعرا نگاہ دارد۔

مشرقی مضامین خوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند　　الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی مَی از خرقۂ ما مے آید　　نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم　　عالمے در تہِ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمع رخے افتاد در کاشانہ ام　　سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشمیم گل داغے نرساندیم　　پروانۂ خود را بچراغے نرساندیم

چو عندلیب مدارم بآہ و نالہ گزشت　　چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مرا در خود کشید　　تا بحسرت در کدامین بزم چشمے وا کنم

ز کعبہ آیم و رشک آیدم بخون نابے　　کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارہ عیش تباراج دادن است — مَی راز خم بجام کن و در سبو مکن

مطلب ز اضطراب بمقصد رسیدن است — از شیشہ تا بلب نرسد مَی رسیدنیست

نہ در بہار نشاطے نہ در خزاں المے — فلک مرا بچہ امید در قفس دارد

نہ زخمِ خار کشیدم نہ بوی گل دیدم — ز عندلیب شنیدم کہ نوبہاری ہست

آبِ حیات تیغت جان داد مشرقی را — ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶) منیر ابوالبرکات لاہوری بن مُلا عبدالمجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "منِ بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و مثنوی کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسری برد این سیف خان داماد میرزا ابوالحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خورد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبرآباد رختِ حیات بربست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبعِ منیر سوادِ سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم برون نہد ماہ من ز منزلِ خویش — بود چو صورت آئینہ زیبِ محفلِ خویش

سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند — چو نخلِ شمع دوانند ریشہ در گلِ خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمدؐ جان مشهدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت هند خرامش نمود - و در شهر ربیع الآخر سنه ثنتین واربعین و الف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبهٔ صاحبقران ثانی منتے برلب گذاشت روز اول قصیدهٔ بعرض رسانید که مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال از شادی و بکشا زبان در ثنائے قبلهٔ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو هزار روپیه کامیاب گشت - و در ذیل ثناطرازان انخراط یافت - و بیومیهٔ بیش قدرے موظف گردید - و بارها بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاهجهان نامه در وقائع جشن نوروز سال هزار و چهل و پنج هجری می نگارد که :-

" روز پنجشنبه دوازدهم شوال سریر آرای آسمان چهارم پرتو اعتدال برساحت حمل "
" انداخت و افسرده طبعان نباتات را باهتزاز در آورد - شانزدهم ماه مذکور - "
" حاجی محمد جان قدسی در جلدوی قصیدهٔ که بمدح پادشاهی محلی ساخته بود برزبر "
" کشیده مبلغ وزن راکه پنج هزار و پانصد روپیه شد باو مرحمت گردید و در اواسط شهر "
" ربیع الاول سنه تسع واربعین و الف (۱۰۴۹) بعنوان صلهٔ شعر صد مهر عنایت "
" شد - و در جشن شفایافتن جهان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی از آسیب آتش " ..لم
" در اوائل شوال سنه اربع وخمسین و الف بعنایت خلعت و دو هزار روپیه متمتع "
" برگرفت "-

شیرخان در مرآة الخیال می نویسد که :-

" حاجی محمد جان قصیدهٔ رنگین در مدح صاحبقران ثانی گفته بعرض رسانید پادشاه "

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش ازان پر کردند انتہی[1]"

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل مُلّا عبد الحمید لاہوری و مُلّا علاء الملک تونی وصاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پُر کردنِ دہانِ قدسی بجواہر بہ زبانِ قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ چون نام عبد اللہ خان فیروز جنگ دروزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان ادا کردہ ؎

نہنگے کہ از غایتِ احتشام　　نگنجد بجز از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدنِ نام دو تعلیل آورد۔ از غایت احتشام و از بزرگی۔ احد ہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد ؎

نہنگے ست از غایتِ احتشام　　نگنجد بجز از بزرگیش نام

وطورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست وخمسین والف (۱۰۵۶) اتفاق اُفتاد۔ کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع دور از ان بلبلِ قدسی چمنم زندان شد ۱۰۵۶ھ

شیخ عبد الحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور درگزشت"، و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ ؎

عمرہا در یاد او زیر زمین　　خاک بر سر کرد قدسی و سلیم

عاقبت از اشتیاقِ یکدگر　　گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

---

[1] تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارت ہمین است کہ ہر سہ دریکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ "استخوان اورا بمشہد مقدس رسانیدند" دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار اُفتاد ؎

زود بہ کردم من بے صبر داغ خویش را — اول شب می کُشد مفلس چراغ خویش را

در جلوہ گری مثل تو کس یاد ندارد — نادر بود آن پیشہ کہ اُستاد ندارد

در مجلسے کہ یاران شرب مدام کردند — نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند

اینجا غم محبت۔ آنجا جزای عصیان — آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند

در چنین فصلے کہ بلبل مست و گلشن پر گل است — گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست

ہر چہ باز لف تو می ماند دل از من می برد — روز عمرم در تمنائے شب یلدا گزشت

غم ہجوم آورد من در فکر بے سامانیم — میزبان خجلت کشد ہر چند مہمان آشنا ست

عیش این باغ باندازۂ یک تنگدل است — کاش گل غنچہ شود تا دل ما بکشاید

گر دست شام ہجران گیرد گلوی شب را — مشکل کہ تا قیامت از صبح دم برآید

عشق چون قسمت ارباب معیشت میکرد — لالہ داغے زمیان برد کہ نہ اغم دارد

تاب ہجران شرابم نیست تا وقت صبوح — پیشتر از صبح می خندد گل پیمانہ ام

نگذاشت بخواب عدم شیون بلبل — گل ریختہ بودند مگر بر سر خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طرشتی

از طبقۂ اتراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم۔ در سلاست عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاہیجان انشا کرد۔

آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت۔ ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ — رہِ موران بود بر خرمنِ ماہ
زبس رہرو در و سنگین خر آمد — زپایش رشتہ پنداری برامد
ہمانا کافراست این کوہ خونخوار — کہ دارد بر کمر زین راہ زُنّار
مغلطان سنگ ازو تا مے توانی — کہ باشد بد بلائے آسمانی
بسامان رفتنِ این راہ زشت است — مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت۔ و چون نوبتِ وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود و ہم در زمانِ حکومت دکن سنہ سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است عمارتے دلنشین دارد۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسرے بُرد۔ و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع و خمسین و الف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست۔ و در دامن کوہے کہ مشہور بہ تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار زدستم که گلِ باغ وفا ... یم — بر دستِ تو شایسته تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را — همچون کمانِ حلقه یکے کن دو خانه را

بدست آئینه از عکسِ رخش گلدسته را ماند — ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگِ تو داغ ما — از روغنِ کمانِ تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا — بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است — در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت — خونبهائے شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنر رو همه جا همراه است — جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است — چون رگِ لعل ز دانا رگِ گردن عیب است

همانصیب تو از من چنانکه خواهی نیست — که استخوانِ مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که زنجمم بسوی بزم تو راه است — چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است — ناوکِ او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقیِ گلفام صحنِ باغ را میخانه ساخت — از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسے ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست — چون صورتِ فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل کز فصلِ گل بگلشن آشیان گیرم — دهم صد گل که همچون شمع یک برگِ خزان گیرم

چو بلبل باعثِ شور و گفتاری نمی دانم — چو گل تقریبِ این آشفته دستاری نمی دانم

با وجودِ صد هنر لافم ز شعرِ دلکش است — خامه در دست هنر و تیر روی ترکش است

روزیِ کس را خورد کے دیگرے زان چوب را — آب نتواند فرو بردن که رزقِ آتش است

بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است — که داغهائے دلم را ز هم جدائی نیست

راحتِ مردان هم از پنجهٔ مردانگی است — شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکا است

ذوقے از دیدنِ معشوق بدلگیری نیست — غنچه در چاک قفس قفلِ درِ زندان است

نگردد گریۂ مستانہ ام کم — کہ این بارانِ شب سینہ گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکہ ہست — آئینہ پیش روی تو چون صبح کاذب است

خندد بر سرو مکن این ہمہ در محفل خویش — جامۂ کوتہ اش اولی است کہ خدمتگار است

سلیم از مہ نو حالِ آسمان پیدا است — نشانِ مرکبِ طفلان رکاب کوتاہ است

چون تند روی کاشیان تبدیل سازد میشود — قالبِ مجنون تہی لیلی چو در محمل نشست

بہ بزم بادہ مرو بے صحیفۂ غزلے — سفینۂ بطلب تا توان در آب نشست

مہمان بخانہ دیر چو ماند عزیز نیست — کوتاہی زمانہ ز عمرِ درازِ ماست

گر سرو بود کجکلہ و بر زدہ دامان — منعش نتوان کرد از نیہا کہ جوان است

ہیچ کس حالِ سرِ ما را نمی داند کہ چیست — عالمے را چشم ہمچون صبح بر دستارِ ماست

شاہان چرا سلیم بر و رشک مے برند — ملکِ سخن چو بیش زیک گوشوارہ نیست

دل در درونِ سینہ ام می رقصد از حرف وطن — ہیچ سازے ماہیان را چون صدائے آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص — راہ پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آہنگِ شکوہ کردن — چون دف بحلقۂ ما دیوار گوش دارد

در مقامِ عشق دل را از تعلق پاک کن — ہا نمد آئینہ را نتوان بدستِ شاہ داد

سلیم گفت کہ دارم بطرہ اے سخنے — بخندہ گفت کہ ہندو زبان چہ می داند

یوسفِ من چشمِ طفلان نیست تنہا بر رہت — شوقِ مکتوبِ تو پیران را کبوتر باز کرد

ہیچ کس پروردۂ خود را نمی خواہد زبون — آب و آتش را خصومت بر سرِ خاشاک شد

اعتبارے دولتِ جمشید را پیدا نشد — تاک تا از دودمانِ خود باو دختر نداد

نسبتے در عاشقی ما را بہ مرغِ بسمل است — تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامانِ تحصیلِ کمال — تا نیامد سوی ہندستان حنا رنگین نشد

باخبر باش از زبانِ خود کہ دانایانِ راز — از خموشی حلقہ در گوشِ سخن چین کردہ اند

جہانِ سفلہ اگر داد جرعۂ آبے — ہمان نفس چو می آن را بروی من آورد

از عذر نیست ہرگز دلگیر وعدۂ او — کاہل ہمیشہ خواہد ہمراہِ لنگ باشد

شانہ می آید بکارِ زلف از آشفتگی — آشنایان را درایام پریشانی بپرس

چو تند باد حوادث مشو غبار انگیز — پناہ مردم بے دست و پا چو مژگان باش

بسکہ دارم ذوقِ جستن از فضاے رونگار — درمیانِ خانہ ہمچون تیرِ میدان می کشم

سفرِ اوّلِ شوق است بکویت مارا — صید ما زود توان کرد کہ نو پروازیم

حیف باشد کہ ز بے مہریِ او شکوہ کنیم — ما کہ معشوق پران ہمچو کبوتر بازیم

چنان قناعتِ فقر است سازگار مرا — کہ چون حباب شوم فربہ از ہوا خوردن

عہد کردم کہ گر این بار بکوی تو رسم — سرمۂ دیدہ کنم سایۂ دیوار ترا

مخفی نماند کہ در تتبع فقیر اول کسیکہ تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است۔ می گوید ؎

سلیم امشب بیادِ تربتِ حافظ قدح نوش ست — اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِی اَدِر کَاسًا وَّنَاوِلھَا

و مے گوید ؎

گفتِ حافظ دید چون کلک بیانم را سلیم — بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است کہ او معانیِ بیگانہ را با خود آشنا می ساخت۔ چنانچہ ملّا وارستہ گوید ؎

دخلے کہ نکردی بکلام اللہ است — بیتے کہ نبردۂ تو بیت اللہ است

طرفہ اینکہ سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید ؎

دیوانِ خود بدستِ حریفان مدہ سلیم — غافل مشو کہ غارتِ باغِ تو می کنند

و نیز می گوید ؎

دیوانِ کیست از سخنانم تہی سلیم — تنہا نہ بر من این ستم از دستِ صائب است

نام میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است - حاشا که باخذ و جر پردازد - و متاع بیگانه را دستمایهٔ خود سازد - مضامینے که از سلیم و صائب همسایه یکدیگر واقع شده و بنظر تتبع این نارسا رسیده در اینجا ثبت می نماید - و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود -

سلیم ؎ مشاطه را جمالِ تو دیوانه می کند — کاینه را خیالِ پریخانه می کند
صائب ؎ دل را نگاه گرمِ تو دیوانه می کند — آئینه را رُخِ تو پریخانه می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد که ؎

هرکس که دید روی تو دیوانه می شود — آئینه از رُخِ تو پریخانه می شود

سلیم ؎ چشمِ توام زهوش تهیدست می کند — یک سرمه دان شراب مرا مست می کند
صائب ؎ از چشمِ نیم مستِ تو با یکجهان شراب — ما صلح کرده ایم بیک سرمه دان شراب
سلیم ؎ صد اچگونه برآید که این سیه چشمان — بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ مارا
صائب ؎ نماند نالهٔ دل درد پیشهٔ مارا — بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ مارا

ملا طاهر غنی نیز این مضمون بسته است ؎

زبیم آنکه مبادا صدا بلند شود — زسنگِ سرمه شکستیم آبگینهٔ خویش

سلیم ؎ ز آشفتگیِ طرّهٔ مقصود خبر داد — هر فال که از شانهٔ شمشاد گرفتیم
صائب ؎ خواهد فتاد دامنِ زلفش بدستِ من — این فال را ز شانهٔ شمشاد دیده ایم

سلیم ؎ زینت ارباب معنی جوهرِ ذاتی بس است — لاله در کوهِ بدخشان گر نباشد گو مباش
صائب ؎ شمع بر خاکِ شهیدان گر نباشد گو مباش — لاله در کوهِ بدخشان گر نباشد گو مباش

سلیم ؎ اگر بچشمِ حقیقت نظر کنی دانی — که طوقِ فاخته بر پایِ سروِ خلخال است
صائب ؎ حسن بالادست را آرایشے چون عشق نیست — طوقِ قمری سرو را بهتر ز خلخالِ زر است

سلیم ؎ سلیم ہندِ جگر خوار خورد خونِ مرا — چہ روز بود کہ راہم باین خراب فتاد

صائب ؎ صائب از ہند جگر خوار برون می آیم — دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شد

آما ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید ؎

گداختہ ہند جگر خوارم ای اجل مپسند — کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید ؎

دلم در آرزوے ہند خون شد — کہ خون باد دلِ ہندِ جگر خوار

مقتضای حُسن ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا کہ محمل حسنی داشتہ باشد چرا در پے محمل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول نقل می کند۔ ملخص کلامش اینکہ :۔

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد و الا احکام سرقہ مترتب نمی تواند"

"شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"

"گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بُردہ چنین یافتہ۔ و باین حُسن"

"تعبیر مغتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"

"نقص بغیر انتہیٰ"[1]

و اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالی شانہٗ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ ابو طالب کلیم خوب گفتہ و گوہرِ انصاف سُفتہ ؎

منم کلیم بطورِ بلندیِ ہمت — کہ استفادۂ معنی جز از خدا نکنم

بخوانِ فیض الٰہی چو دسترس دارم — نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

---

[1] مطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ تو ارد نمی تو انم کرد مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کنم

فقیر جزوے از اشعار تو ارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تو ارداتِ سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسرو ؎ بستم دلِ اسیران بکجا گریزد از تو بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشستہ

صائب ؎ بحوالی دو چشمت چشم بلا نشستہ چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ

بنائی ؎ قضا کہ بر لبِ او خطِّ عنبریں دارد برای کشتن من زہر در نگین دارد

صائب ؎ اُمید جانِ شیرین داشتم از لعل سیرابش ندانستم کہ از خط زہر در زیرِ نگین دارد

میر سنجر ؎ دمِ واپسین زلیخا بہمیں ترانہ تن زد کہ بہ جذبۂ محبّت پسر از پدر گرفتم

نقی ؎ چہ غم از فریبِ دشمن کہ محبّتِ زلیخا بکشا کشِ نہانی پسر از پدر برآرد

سلیم ؎ شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد سبب این است جلاے وطنِ آئینہ را

کلیم ؎ چند در خانہ اش آتش فتد از پرتو تو زین ستم آینہ در فکرِ جلائے وطن است

سلیم ؎ چون کشم بارِ گرانِ غمِ دوری کز ضعف نگہِ خود نتوانم ز رخت بردارم

کلیم ؎ زناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم

اسیر ؎ نیست جوہر بہ تیغِ یار اسیر بہرِ قتلم نوشتۂ دارد

میر صیدی ؎ نیست جوہر کہ بشمشیرِ تو تصویر شد است رقمِ قتل جہانے است کہ تحریر شد است

ملا غربتی ؎ قضا جدا ز تو خونم چرا نمے ریزد مگر ز دستِ قضا این قدر نمے آید

اسیر ؎ یار ہرگز ببرنے آید از قضا این قدر نمی آید

سلیم ؎ مگر از صبحِ محشر روزنِ من روشنی یابد کہ شبہاے سیاہم ابروِ پیوستہ را ماند

واعظ ؎ چون دو ابروی سیاہت کہ بہم پیوست است بے تو شبہائے درازم ہمہ بر ہم بست است

حزنی ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید کہ دارد چشمِ لطف از دلبرِ نامہربانِ من

فطرت ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید کہ عاشق گشتہ و چشمِ وفا از یار ہم دارد

سلیم ؎ آنکه پیغامے برد از ما بسوی او دل است
نامهٔ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

فطرت ؎ می توان از دل تپیدن یافت احوال مرا
نامهٔ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

صائب ؎ سرچشمهٔ حیات لب میگونِ اوست
عمرِ دوباره سایهٔ سروِ روانِ اوست

فطرت ؎ عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست
عمرِ دوباره سایهٔ سروِ بلندِ تست

صائب ؎ صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد
آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ

علی ؎ آب چون در روغن اُفتد ناله خیزد از چراغ
صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارها

مشرقی ؎ برگِ حنا نیعم و بامید رنگ و بو
در دستِ دیگرے است خزان و بهار ما

خالص ؎ ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا
در دستِ دیگرے است بهار و خزان ما

واعظ ؎ مدعا از دل برون کن تا بر آید مدعا
شد نگین بانام تا افگند از خود نام را

وحید ؎ دور فگن نام را که نام فگندن
صاحبِ نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج ؎ چنان بگذشت زین نه سقفِ شفاف
که سیلابِ نگه از عینکِ صاف

وحید ؎ ز چشمِ مه سوے بالا سفر کرد
چو نورِ دیده از عینک گزر کرد

فیاض ؎ بباغ بسکه ز شرمِ رخت گل آب شود
غلافِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود

وحید ؎ بگلشنے که رُخِ دوست بے نقاب شود
ز شرمِ غنچهٔ گل شیشهٔ گلاب شود

دانش ؎ لب تشنهٔ تیغیم بگو قاتلِ ما را
کو آب که شیرینی جان زد دلِ ما را

قاسم دیوانه ؎ دم آبے ز تیغت مستمندم
دلم می سوزد از شیرینیِ جان

صائب ؎ همیشه صاحبِ طولِ امل غمین باشد
که چین بقدر بلندی در آستین باشد

بیدل ؎ دستگاهت هر قدر بیش است اکلفت بیشتر
در خورِ طول است چینهائے که دارد آستین

وحید ؎ بالِ مرا شکستگی پر نبسته است
پروازِ ما چو رنگ ببالِ شکسته است

بیدل ؎ مالافِ همت از مددِ عجز مے زنیم
پروازِ ما چو رنگ ببالِ شکسته است

صائب گلشن راز ؎ عدم آئینه عالم عکس و انسان
چو چشمِ عکس در وے شخص پنهان

جہان انسان شد و انسان جہانے ازین پاکیزہ تر نبود بیانے
انسان ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش
انسان بمثل چو چشم عکس است در و آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

ایں مضمون توضیحے میخواہد لہٰذا بشرح رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی را کہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالی شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات را ئی باعتبار اعضاؤ در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسبِ اعضا می بیند و این کمال اسمائی وصفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

و عدم را کہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہٗ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقۂ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

و عالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائقِ عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویدا است کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان را کہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر وَھٰذَا مَعْنٰی کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَکَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراک اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلص شاعر کہ انسان است این لطف را دو بالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است در مرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود و عالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔

ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ ازین رو کہ موجود علیحدہ می نماید و بوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص در حقیقت خود بر خود مشہود می گردد و عکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ و ازین رو کہ عکس در حقیقت خود اوست کہ بر خود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقتِ انسان از جملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق در وجلوہ فرمود با جمیع مراتبے کہ در عالم متجلی است۔

ومعنی پاک از کم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالیٰ در حقیقت انسان وظہور او در تمام عالم باہم متضاد و متناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان وتفصیل در عالم۔ چنانچہ صورتِ آن شخص در آئینہ و در چشم عکس تفاوتے ندارد الا بہ اعتبار کبر در مرآت و صغر در چشم عکس۔ و نظر بہمین انسان را عالم صغیر می نامند و عالم را انسان کبیر۔

این معنی بر طبق اصطلاح مشہور است و اگر بر مکشوف حضرت مجدد قدس سرہٗ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہٗ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الہیہ بشرط آنکہ وجود حق جل شانہٗ ووجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہر یک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم"

درین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفےٰ است واصلش از کنبو و مولد و منشأ او مراد آباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسانِ کامل بود و در احاطۂ علوم عقلی و نقلی ممتاز اما تحصیل معقولات بیشتر از مُلّا قطب الدّین شہید سہالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلۂ سند حدیث بہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید۔ و رسمِ ارادت در طریقۂ قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد از کملاءِ عصر بود و در عزلت و استقامت یگانۂ وقت می زیست۔ شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبتِ اسلاف تمنّا داشتہ باشد۔ صحبتِ شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفےٰ در فنون دیگر سوائے علوم درسی نیز دستگاہ عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شانہ بینی و علوم ہندی بحیثیتے کہ اکثر براہمہ حل غوامض از خدمت شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنادید شعراءِ ہندی در حضور او سر فرود می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوھہ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوحِ سینہ محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائے حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلۂ مستمع ذکر می کرد کہ ہر گاہ این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ نمی یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بہر فنے کہ مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گذرانید۔ در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقۂ منصبداری از ہند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخر ہا ترک نوکر پیشگی کردہ در بلدۂ ایلچپور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبۂ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم۔ قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گزرے بران قصبہ اُفتاد و از مردم استفسار حال بندہ نمود۔ صورت واقعہ بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و او را بیارد مردم گفتند او با بادی زنہار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفتہ بر شقۂ نوشت اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِی الْقُرَیٰ[1]

این کلام افسونِ عرب است کہ بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت مُلا کہ اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقہ سَمْعًا وَطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم شیخ پیش از انتقال بسہ سال لباس را تغییر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول در خواب دید کہ گوینده می گوید رَجُلُ خَیْرٍ لَعَمَلُ خَیْرًا

انتقالِ او در سنہ اثنین و اربعین و مأئة و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن المجیپور۔

اکنون گلگون قلم بر جادۂ مدعای اصلی می خرامد۔

گرفتیم کہ شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطہ کرد دواوین زبان دیگر را چہ علاج می تواند کرد۔ و جامع السنۂ مختلفہ بودن خود بسیار نادر است مثلاً علامہ چلپی متخلص بفارغ گوید ؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت ہمہ بر من ۔۔۔ گوئی سرِ انگشتِ ملامت زدگانم

این مضمون بعینہ در شعر ابن شرف قیروانی واقع شدہ کہ می گوید ؎

غَیْرِیْ جَنیٰ وَ اَنَا الْمُعَاتَبُ فِیْکُمُ ۔۔۔ فَکَاَنَّنِیْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را بر ابن رشیق خواند و پرسید کہ مثل این مضمون شنیدۂ۔

---

[1] تاج العروس جلد ۶ صفحہ ۴۳۱ مطبوعہ مصر شرح ملا جامی صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کانپور ۱۲۹۳ھ۔

گفت بلے شنیدہ ام وبیت نابغہ ذبیانی برخواندہ

فَکَلَّفْتَنِیْ ذَنْبَ امْرِءٍ وَّتَرَکْتَہٗ کَذِیْ الْحُرِّ یُکْوٰی غَیْرُہٗ وَھُوَ رَاتِعٗ

عُرْبضم عین مہملہ مرضے است کہ درشتر میشود وشتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندنِ شعر با ابن شرف گفت کہ تو این مضمون را از ینجا گرفتۂ و فاسد ساختۂ زیرا کہ معاقب غیر جانی باید۔ دربیت تو ہر دو یکے است ودربیت نابغہ جدا است۔

راقم الحروف گوید درشعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نہ شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت واین کس انگشت گزید پس می بایست کہ زبان را تعذیب می کرد۔ وہمچنین چشم نادیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ وشاعر را این اعتبارات کفایہ می کند ومُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید

نگاہ گوشۂ چشمی سوی مامی توان کردن نمازِ وقت بیماری بایمامی توان کردن

وبرہان الدین قیراطی درہمزیۂ خود گوید

کَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْھَا عَلَیْنَا کَصَلٰوۃِ الْعَلِیْلِ بِالْاِیْمَاءِ

وشوکت بخاری گوید

تاکیم مژگانِ چشم داغ باشد تیر او دیدۂ زخم مرا ابرو بود شمشیر او

وابن نباتہ مصری گوید

خَلَقْنَا بِاَطْرَافِ الْقَنَا فِیْ ظُھُوْرِھِمْ عُیُوْنًا لِّمَا وَقْعُ السُّیُوْفِ حَوَاجِبُ

طرفہ آنکہ شاعرے پیش از ابن نباتہ این مضمون را یافتہ۔ چنانچہ علامۂ تفتازانی درخاتمۂ فن ثالث از مطول بیان کردہ۔

وسید حسین خالص گوید

خونے زدم تیغ تو ای شوخ چکیدہ است آن خال کہ برگوشۂ ابروے تو پیداست

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفته ؎

لَیْسَتْ مِنَ الْمِسْکِ خِیْلَانٌ بِوَجْنَتِہٖ ۔۔۔ دَمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صَمْصَامِ لَحْظَتِہٖ

وعلماء گفته اند که اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم - واگر مساوی باشد فضیلت اول راست وثانی بعید از ذم است - بشرطیکه آثار سرقه هویدا نباشد -

عارف جامی قدس سره در بهارستان تحت ترجمهٔ سلمان ساوجی میفرماید که -

وے در سلاستِ عبارات و دِقت اشارات بے نظیر اُفتاده - در جواب اُستادان قصائد دارد - بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر - وی را معانی خاصه بسیار است و اکثرے از معانی استادان به تخصیص کمال اسمٰعیل در اشعار خود آورد چون ثانی در صورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شده محل طعن نیست ؎

معنیِ نیک بود شاهدِ پاکیزه بدن ۔۔۔ که بهر چند در و جامه دگرگون پوشند

کسوتِ عار بود باز پسین خلعتِ او ۔۔۔ گرنه در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

هنر است این که کهن خرقهٔ پشمین زبرش ۔۔۔ بدر آرند و در و اطلس و اکسون پوشند

ومضمونِ این قطعه را محرر کلمات در بیتے آورده و بر منطوق قطعه شاهدے گزرانیده - بیت این است ؎

شاهدِ معنی که باشد جامهٔ لفظش کهن ۔۔۔ نکته دانے گر حریرِ تازه پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابو طالب

همدانی المولد کاشانی الموطن - عارج طور معانی است و مقتبسِ نور سخندانی - مُبیضهٔ سخنش ید بیضا است و خامهٔ سحر شکنش همدست عصا - در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و همه جا داد سخنوری می دهد و لهذا جمعے اورا خلاق المعانی ثانی گفته اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسیدہ با شاہ نواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یادوطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے برداشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ زد و در ثناگستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سرحلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت در آمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ و شعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار بر خے ازان اشعار در تاریخ نامہا ایرادساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع و اربعین والف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ و تا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیّر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دوبالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابوطالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کردہ بہ پایۂ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است ؎

نخستہ مقدم نوروز غرۂ شوال　　فشاندہ اندچہ گلہائے عیش بر سر سال

قصیده درجهٔ قبول یافت - وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد - مبلغ پنج هزار و پانصد روپیه هم سنگ برآمد - و بآن زبدهٔ موزونان انعام شد -

و درجشن نوروز سال دیگر یعنی خمس واربعین والف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی درمقابلهٔ قصیده برزسنجیده شد - وهمین قدر مبلغ هموزن برآمد چنانچه در ترجمهٔ او گزارش یافت -

و درسنه ست واربعین والف (۱۰۴۶) باقیا نائینی قصیدهٔ تهنیت نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد - ومبلغ پنج هزار روپیه مساوی وزن حاصل کرد -

و بوضوح پیوست که قدسی وکلیم بپایهٔ سریر شاهی چنانچه درمیزان اکرام هم سنگ بودند درمیزان انعام هم رتبهٔ مساوات داشتند - وچنانچه این هر دو از باقیا درموزون معنوی راجح اند درموزون صوری نیز رجحان داشتند -

و درجشن وزن شمسی سنه ثمان واربعین والف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاهور کلیم را هزار روپیه بصیغهٔ جائزهٔ شعر عنایت شد

کلیم درآخر ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساخته رخصت کشمیر حاصل کرد - و درآن خطهٔ بهشت آئین رنگ اقامت ریخت و بتقرر سالیانه ازسرکار پادشاهی آسوده حال می گزرانید -

چون الویهٔ صاحبقران درسنه خمس وخمسین والف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت - وغرهٔ ربیع الاول این سال ظل ورود برخطهٔ کشمیر انداخت - ابوطالب کلیم قصیدهٔ درتهنیت مقدم بسمع پادشاه رسانید و بمرحمت خلعت و دویست اشرفی طلای احمر بهره مند گردید -

وهمچنین روزے که موکب سلطانی موافق چهارم شعبان همین سال از

گلگشتِ کشمیر عطف عنان نمود۔ کلیم را در صلۂ قصیدہ دویست مہر انعام شد۔
فوت کلیم پانزدہم ذی الحجہ سنہ احدی وستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت
و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفاتِ او معنی — طور معنی بود روشن از کلیم
۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوانِ کلیم نقل می شود ؎

دل دامنِ مجاورتِ چشم تر گرفت — با طفل اشک صحبت دیوانہ در گرفت

زان چشم ندیدم کہ نگاہے بمن اُفتد — بیمار عجب نیست اگر کم سخن اُفتد

نہ رحم کرد کہ خونِ دلِ خراب نخورد — غرورِ او ز سفالِ شکستہ آب نخورد

کے تمنائے تو از خاطرِ ناشاد رود — داغِ عشقِ تو گلے نیست کہ بر باد رود

دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان — زمن چہ مے طلبی۔ دل کجا۔ دماغ کجا

گر قفس تنگ ست از بیرحمی صیاد نیست — صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیدہ است

دیدۂ اُمید را کردی سفید از انتظار — دوستداران را نبود این چشم از دلداریت

ہر آنچہ رفت ز دستم برون ز دل ہم رفت — میانِ دست و دلم چون صدف جُدائی نیست

از جہان بے بہرہ را نبود تمنا عمر خضر — روز کوتاہ از برائے روزہ داران بہتر است

تو پادشاہِ حسنی۔ مشمار بوسہ بر ما — زیرا کہ عیبِ شاہان دانستنِ حساب است

ہر کہ خود بین و خود آرا۔ ز ہنر محروم است — ہمچو طاؤس کہ پُر زینت و کم پرواز است

سر بر تنِ صدف نبود زانکہ روزگار — یکجا بہیچ کس سر و سامان نمی دہد

کباب حُسنِ تو ام قدرِ حظ نکو دانم — ز سایہ ذوق نکرد آنکہ آفتاب نخورد

اغنیا بہرہ ز اندوختۂ خود نبرند — کہ ہمین تشنہ لبی قسمتِ دریا باشد

مژہ را داد ز کف چشم تو در آخر حُسن — تُرک مفلس چو شود تیغ بباید برد

دوستان نازک مزاج و ما بسے نازک دماغ — چون کسے او قات صرفِ پاس خاطر ہا کند

بتان ز صحبتِ ہم می کنند کسبِ غرور — ترا بآیینہ ہم آشنا نمی خواہم

دشنام و بوسہ ہر چہ عوض می دہی بدہ — حاشا کہ با تو بر سرِ دل گفتگو کنم

چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان — گردیدم و یک یار وفادار ندیدم

آخر بسانِ فاختہ ام شد گلو کبود — منت ز خلق بسکہ بگردن گرفتہ ام

از ادائے خارجِ ہر کس خجالت می کشم — با کمال بے دماغی من وکیلِ عالم

نہال سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو — درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم

مکشائے زبان بہ ز خودے را چو بہ بینی — ز نہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم ۔ میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است ۔ صاحب ذہن ثاقب ۔ و ہم طرح ابو طالب کلیم و میرزا صائب بود۔

میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگیِ ہر سہ معنی طراز باہم بیان می نماید ؎

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند — ز جوشِ فکرمیِ ارغوانِ یکدگرند

نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم — پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند

زنند بر سرِ ہم گل ز مصرعِ رنگین — ز فکرِ تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند

سخن تراش چو کردند تیغ الماس اند — زنند چو طبع بکندی فسانِ یکدگرند

بغیر صائب[1] و معصوم[2] نکتہ سنج و کلیم[3] — دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر برد و در عہدِ شاہجہانی قصد ہند کرد و در نواحی بنگالہ اُفتاد ۔ اعظم خان ناظم بنگالہ میرا با عزاز و احترام پیش آمد ۔ و لوازم قدر شناسی بتقدیم رساند ۔ اعظم خان جدّ ارادت خان واضح است ۔ احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد ۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ واز موائد احسان او کامیاب گردید۔
سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد ؎

مرا کشایشِ خاطر نہ از گلستان است　　کلیدِ قفلِ دلم برّۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی　　آن قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون　　گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نامِ قاصد چون برآمد قالب من شد تہی　　مرغِ روحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲) در ہند وفات یافت۔ وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر در آمد۔ مادۂ تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر و سبز قدم نہاد۔
۱۰ ۵۲ ھ

(۴۱) شیدا

مؤلد و منشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است۔ صاحب ذہن رسا و فکر آسمان پیما بود و شعر را بسرعت تمام میگفت۔ و بچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت۔

قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت تمام دارد۔ و طالبائے آملی و میر الٰہی و دیگر مردم را ہجو کردہ۔ چون شیوۂ ہجا شعار خود ساختہ بود۔ خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرۂ شیخ فیروز با شیدا مشہور است۔

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید"
در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود و ایامے ملتزم آستانۂ شہریار بن جہانگیر پادشاہ۔ بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان۔

اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ منخرط شد۔ و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید۔ و چون مطلع او کہ ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے　　حُسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع پادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد۔ و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند۔ شیدا قطعہ عذری املا نمود۔ و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل مے　　پیش جامی بہ از چہار قل است

پادشاہ از سرِ عتاب در گزشت ؎

الحق در عہد اکبر پادشاہ و جہانگیر پادشاہ و ہمے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو مؤسسِ قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم۔ و این ہر دو پادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند۔

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شُد و بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظّف گشت۔

از منظوماتِ اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم　　آمدہ سر چشمۂ فیض عمیم

درین چمن نہ گل و لالہ شبنم اندوداست　　کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلوداست

بیک دل کے توان اندیشۂ دنیا و دین کردن　　کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است　　با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از وی بوی مار آید　　شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوایت در سرے گنجد کہ در زیرِ دم تیغت — چو شمع از جیبِ خود ہر دم سرِ دیگر برون آرد

شہیدِ حسرتِ آغوشت ای نازک بدن گشتم — بجائے موے سر در ماتم بند قبا بکشا

(۴۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے از و بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین افتادہ ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید — حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید

بگیرید زنجیرم اے دوستان — کہ پیلم کند یادِ ہندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست — دست با سر سبز انو۔ پا بدامان آشناست

ادہم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائب کہ ادہم گفتہ است — گر منش دامن نگیرم خون من خود مردہ بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ ہندوستان کرد۔ و در عہد شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاہجہانی بود بار یاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن از بسکہ برندی و بیباکی مجبول بود۔ وسوداے نیز در سر داشت۔ و علانیہ مرتکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد زندان ہستی را پدرود نمود۔

بہار سخنش چنین جوش مے زند ؎

رسائی بین کہ چون برخیزد از جا قدرِ رعنایش　　فتد گیسوئے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی - میر الٰہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است - کلامش لطافتے دغدوبے دارد - و مذاقہا را لذتے خاص می بخشد -

در صفاہان بسیار بودہ - و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ - آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود - و نزد اکابر معزز و محترم می زیست -

فوتش در سنہ اربع وستین و الف (۱۰۶۴) واقع شد - عنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت - مصرع بُرد الٰہی ز جہان گوی سخن ۱۰۶۴ھ

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؎

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد　　ز آب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گلِ باغِ مراد　　چون غنچۂ چیدہ خندہ ام رفتہ ز یاد

گریان چو پیالۂ پُرم در کفِ مست　　نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحیی - میر یحیی کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش - و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش - از ولایت خود در عصر صاحبقران ثانی شاہجہان رہگرائے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید -

مُلّا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی"

وچون قلعہ ارک دار الخلافہ **شاہجہان آباد** با سائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ در سنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ بر آورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد
۵۸ ۱۰ھ

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت وہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[1]

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق اُفتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد ؎

بہ بوریا نہ نہی پا کہ از فقیران است — قدم منہ بہ نیستان کہ جائے شیران است

زروی آدمیت پند من ناصح نمی داند — کہ من با آن پری خو کردۂ دام آدم نمی خواہم

مدہ زدست گریبانِ گوشہ گیری را — کہ مومیائی پائے شکستہ دامان است

ہرچہ یابم تا نیفشانم نمی گیرم قرار — در کفِ زالِ فلک پیوستہ چون پرویزنم

نرمیِ بسیار خواہد با درشتان ساختن — مغز خونہا خوردہ تا در استخوان جا کردہ است

ہمچون غلاف گردد موافق یکے شوند — با تیغ شان زہم نتوان ساختن جُدا

حیائم تنبس بود چندان کہ یکشب با گلے باشم — شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم

ہران نے کارزود در ناخنِ دل کردہ دبود آخر — برائی فرشِ ایوانِ قناعت بوریا کردم

نیم از ناوکِ صیاد آگہ۔ اینقدر دانم — کہ جائے دام اگر خواہی بخاکم میتوان کردن

دو لب دو ناخنِ مرد است تا بہم نرسند — گرہ ز خاطرِ خود وا نمی توان کردن

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۴۶۹ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشهدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازه یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نهال بیانش در نهایت نازکی و دلنشینی۔

در عهد شاهجهان پادشاه با والد خود عازم هند گردید و در اشتیاقِ هند گفت ؎

راهِ دور هند پابستِ وطن دارد مرا　　چون حنا شب در میان رفتن بهندستان خوش است

بعد وصول هندوستان بار یاب محفل شاهجهانی گشت۔ و در شعبان سنه خمس و ثلثین والف (۱۰۶۵) قصیده در مدح پادشاه بعرض رسانید۔ و دو هزار روپیه صله عنایت شد۔ بیتے از ان قصیده این است ؎

بخوان بلند که تفسیر آیهٔ کرم است　　خطے که از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاهزادهٔ دارا شکوه در آورد و به الطاف خاص نوازش یافت۔ شاهزاده را این بیت او که ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بهار　　قطره تا می میتواند شد چرا گوهر شود[۱]

بسیار خوش آمد و لک روپیه بهاے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگاله با شاهزاده محمد شجاع بن شاهجهان نیز بسر برد۔ از انجا رخت سفر به حیدر آباد دکن کشید۔ و نزد عبد الله قطب شاه والی آنجا اعتبار تمام بهم رسانید۔

میر ابو تراب والدِ میر رضی هم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و در حیدر آباد سنه ستین والف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرهٔ

---

[۱] مراة الخیال صفحه ۲۵۸ مطبوعه کلکته۔

میر محمد مومن استرآبادی دیده شُد۔ بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورد[۱]۔ رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد ننواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمے در و می گنجید اکنون ز تردد نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته هم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز کاید بزمانِ کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسےٰ بفلک برشدهٔ آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبد الله قطب شاه میر رضی را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضهٔ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازده تومانِ تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید۔ نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشیِ سلطان عبد الله بود۔ بنظر رسید۔

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد۔ منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید ؎

نمک شناس اسیران گرا ز قفس رستند بنخلِ خانهٔ صیّاد آشیان بستند

روی ماهِ نو بروی بادهٔ گلگون به بین آب عمر افزا بنوش و حُسن روز افزون به بین

---

[۱] همین رباعی با دنی تغیر در مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامه فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک هزار و چهار اتفاق اُفتاده میر ابوتراب در سنه یک هزار و شصت رو داده پس از اینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست۔

در بزم کنم سیر کہ جائے دگرم نیست — از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست

بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم — خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیہا

پرحذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینہ باش — کاش از اول نبودے شیشہ با سنگ آشنا

صفحۂ دشت بامداد رفیقان طی کنن — چون قلم بے دو سہ یارے بسفر نتوان رفت

کشادہ روئی خوبان در آخرِ حسن است — درین چمن ہمہ جا موسمِ خزان باز است

متاب رُخ نفسے تا بجائے خود باشیم — چو عکسِ آینہ ما زندہ از نگاہ تو ایم

شبِ عید است و می بینم قدح در دستِ رنگینش — شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کہن۔

میرزا صائب نام اورا بتعظیم میگیرد و می گوید ؎

این آن غزلِ حضرتِ رکنا ست کہ فرمود — پائے ملخے پیشِ سلیمان چہ نماید

در فن طبابت نیز ید طولیٰ داشت۔ و آثار تخلص خود بظہور می رسانید۔

سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکرر منزلِ اورا بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ از ولایت برآمد و درین باب گوید ؎

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش — شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانۂ اکبر پادشاہ بآسودگی می گزرانید[۱] و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و بار یاب محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ رحمت خان۔

الہ آباد رفت۔ وچندے دران مصر رحل اقامت افگند۔

آخر بارِ سفر بصوب حیدرآباد دکن بربست۔ میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب برمیر افشاند۔ میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ بیجاپور گرفت۔ ودرانجا نیز زمانہ موافقت نکرد۔ ناگزیر بہ اردوی جہانگیری معاودت نمود۔ وبا مہابت خان ملازم گشت۔

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املا کردہ بعرض رسانید وبانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است ؎

پادشاہِ زمانہ شاہ جہان	خرم وشاد وکامران باشد
بہرِ سالِ جلوس او گفتم	درجہان بادتاجہان باشد

۱۰۳۷ھ

ودرسنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنابر کبرِ سن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود۔ وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودرین رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت وبایران دیار برگشت۔ آوجی نطنزی گوید ؎

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن از ورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریارا
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمر طبیعی دہد اَحِبّا را
زمے مباد تہی دستِ ساقیئے کہ رساند	بپای بوس صراحی پیالۂ مارا

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید۔ وایامے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی رو بصفاہان آورد وازشاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد۔ پس ازچندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید۔

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طراز دکہ:-

"حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در"
"سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و دارد - در اکثر سنوات"
"اورا از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند-"

وفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد- این مصرع تاریخ یافتہ اند

رفت بسوی فلک باز مسیح دُوُم ۱۰۶۶ھ

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است- مجون سخن چنین مرتب می سازد-

اگر خواہی کہ سنجی زورِ فقر و سلطنت باہم — بچینیہای فغفوری بزن کشکول چوبین را

سبزہ پامال است در زیرِ درختِ میوہ دار — در پناہِ اہل دولت ہست خواری بیشتر

در ہجر یکدو روز صبورم کہ از فراق — چون شاخِ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بارِ کسے — وین دیدہ ندوخت چشم بر تارِ کسے
صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز — تخت الحنکی بقصد دستارِ کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن- میرزا صائب تبضمین مصراع او سے پرواز دومی فرماید-

جوابِ آن غزلِ حاذق است این صائب — بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است[1] و در عہد جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت- وچون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی در زبان اکبری

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷-

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری و خدمت عرض مکرر بمعرضِ امتیاز در آمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبر آباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانۂ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ و تا سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) سالیانہ او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع و ستین و الف (۱۰۶۷) در اکبر آباد شربت فنا چشید۔

او ہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر و مہ شد فاش ۔۔۔ بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن

ما قدر جوانی چہ شناسیم کز اوّل ۔۔۔ تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند

بقولِ من نرسید است فعلِ من ہرگز ۔۔۔ خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

در اینجا مجملے احوال سید صدر جہان[1] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریب جوے حوالہ می شود

مولد و منشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ و طبعے ظریف و نکتہ سنج داشت۔

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملامت اکبر بادشاہ رسید و منصبِ افتاء ممالک محروسہ بر و قرار گرفت۔

و در سنہ اربع و تسعین و تسعمائہ (۹۹۴) پادشاہ او را باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ را دریافت۔

وپس از چندے بعطاے منصب صدارت کل بر صدر عزت نشست ورفتہ رفتہ بپایۂ امارت ومنصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ درایام شاہزادگی چہل حدیث درخدمت سید بخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادا می کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید را مختار کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ وصدارت را نیز بحال داشت۔ وقنوج را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ درصدارت عہد جہانگیری چندان مدد معاش بمستحقان مقرر نمود کہ **میرزا جعفر آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** درعرض پنجاہ سال بخشید۔ سید درعرض پنج سال بمردم حوالہ کرد۔ صد و بیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلاً در عقل و حواس او فتورے راہ نیافت[1]

انتقال او در سنہ سبع وعشرین والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ وامراء آنجا سید را در فنونِ بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی وتیر اندازی وشطرنج وغیرہ۔ سید در ہر باب کامل عیار برآمد۔ ومردم آن دیار را در حیرت انداخت

املا قاطعی رسالۂ در باب ایلچی گری **حکیم ہمام** و **سید صدر جہان** ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ **حکیم ہمام** نوشتہ الا علم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ وسید بر علماء آنجا غالب آمدہ۔

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشئہ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکّی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[1] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین زخاک فرج کامران نشد صائب — کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند — ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوائے بادۂ گلرنگ بیتابیم ما — سالہا شد کز ہواداران این آبیم ما

از رہ بیباک ہرزہ درایان نمے روم — کے می دہد فریب صدائے جرس مرا

گر زیر سپہریم عجب نیست کہ دریا — در زیر حباب است و فزون تر ز حباب است

ہمیشہ می خورم از خود شکستِ پنداری — کہ نیمۂ زدلم شیشہ نیمۂ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَاغَرْوَ اِنْ لَّمْ تُفْصِحِ الْاَیَّامُ بِیْ — اَلدَّھْرُ اِبْنُ عَطَا وَاِنِّیْ الرَّآءُ

وَبِذَا جَرٰی طَبْعُ الزَّمَانِ وَاَھْلِہٖ — دَفْنُ الْکَلَامِ وَاَھْلُہٗ اَحْیَآءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدے کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[2]

---

[1] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۲۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [2] ابن خلکان نمبر ۷۹۱ حرف الواو مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر ؎

نَعَمْ تَجَنَّبَ لَا یَوْمَ الْعَطَآءِ کَمَا تَجَنَّبَ ابْنُ عَطَآءٍ لُثْغَةَ الرَّآءِ

و دیگرے گوید ؎

وَجَعَلْتَ وَصْلِیَ الرَّآءَ لَمْ تَنْطِقْ بِهٖ وَقَطَعْتَنِیْ حَتّٰی کَاَنَّكَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن ـ ظفر خان

میرزا احسن اللہ نام[1] احسن تخلص بن خواجہ ابو الحسن ترتبتی ـ خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانی دکن اختصاص یافت ـ و چون جہانگیر پادشاہ سریر آرا شد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت و در سنہ ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید ـ

و چون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید ـ خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود ـ

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد ـ و نظر بر آق سقالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصت کشمیر فرمود ـ

و چون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد ـ صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید ـ

---

[1] ماثر الامرا جلد اول صفحہ ۷۳۷ ـ

ظفر خان مدتے به حکومت کشمیر پرداخت - وملک تبت را مفتوح ساخت[1] - و پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) محل به صحرائے فنا کشید

ظفر خان صاحب جوہر و جوہر شناس بود - و سرے بصحبت و تربیت ارباب کمال داشت - افتخارش ہمین بس کہ مثل **میرزا صائب** مادح آستانِ اوست - **ظفر خان** چند جا در مقاطع غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست — تازہ گوئیہای او از فیضِ طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح **ظفر خان** بنظر در آمد - میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجای آرد -

دیوان مختصرے از **ظفر خان** مطالعہ اُفتاد - از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید — نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید

در گوشۂ میخانہ ہمین گفت و شنید است — یاران برسانید دمادم شبِ عید است

در بتانِ ہند چون او دلبرِ خود کام نیست — رام رام گرچہ می گوید ولیکن رام نیست

شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من — قدرِ دلِ شکستہ چو زُلفِ شکستہ است

گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست — عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا - عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام **آشنا** تخلص بن **ظفر خان** مذکور - در عہد **شاہ جہانی** منصب ہزار و پانصدی داشت - و احوال سی سالہ **شاہجہان** را ملخص بقید قلم آورد[2] -

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸ - [2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲ -

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویهٔ عزلت گزید و در سنه احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت به نهانخانهٔ عدم کشید

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد. مثنویهای قصیر متعدد دارد و از انجمله است ساقی نامه. این بیت ازان است ؎

حکیمانه ساقی به مجلس نشست　　چرا نبض مینا نگیرد به دست

این چند بیت از غزلیات او فراگرفته شد ؎

الفت میانهٔ دوستگر نمی شود　　دندانِ مار قبضهٔ خنجر نمی شود

بسکه در راهِ فنا با خاک یکسان شد تنم　　میتوان همچون غبار افشاند از پیراهنم

از حوادث گوهرِ مردانگی کمتر نشد　　تیغ اگر در آب و آتش رفت بی جوهر نشد

هر دم نوید لطف دگر می دهد مرا　　دل می برد ز دست و جگر می دهد مرا

گر پوستم چو ناف کشد آسمان بجاست　　موشد سفید و تیرگیِ دل همان بجاست

کشتئ بدست آور وقت کشتِ مهتاب است　　مدعای میخواران سیرِ عالم آب است

کدام چیز عزیزان ز یکدیگر گیرند　　بغیر این که ز احوال هم خبر گیرند

بیادِ روی تو شبها کنم نظارهٔ ماه　　ز رسفید بود از برائے روز سیاه

خلقِ خوشت مرا به ثنا خوانی آورد　　گل عندلیب را بسخندانی آورد

دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است　　جاروب وقتِ شام پریشانی آورد

تیره طبعان بسینه صاف بداند　　ذوقِ آئینه نیست بد رُو را

ما بزندانِ غمت خو بانشستن کرده ایم　　گاه گاهے نالهٔ برخیز دا ز زنجیر ما

لقمهٔ چربِ خوشامد نکند رام مرا　　دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است

مردراتن آسانی باعثِ فنا گردد　　زود بگسلد از هم رشتهٔ که بیتاب است

از بسکه دستِ من ز تعلق بریده است　　رنگِ گرفته را به حنا باز می دهد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد — گل بیشتر دہد چو کُنی شاخ را قلم

عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس — دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود

طرزِ آئینہ خوش نہ کرد دلم — عیب پوشی بہ از مدپوشی است

زدور ساختن ابرام سفلہ گردد بیش — کہ زدد رُستنِ مو از پے تراش بود

ہر کجا بود مرا نشہ صفت با خود داشت — ہرگز م می نتوانست کہ بیخود سازد

تا درون پر بود از تفرقہ دل وا نشود — چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند

چشم بسانِ آئنہ در عیب خلق نیست — پیوستہ ہمچو عکس خودم در کمینِ خویش

نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش — دیدۂ نرگس ندارد تابِ سیمای چراغ

چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان — نتوان کرد سرِ رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ ازان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار ہم نرسانده۔ چنانچہ خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

زصد ہزار سخنور کہ در جہان آید — یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد

حامل لواے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیمائے بیانش ہویدا۔ فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو برکردن مسرور ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی پاے دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ۔ معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ۔

و این کیفیت در کلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت۔

قصیدہ و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ۔ و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ۔ چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازان ۔۔۔ رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

و نیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائب ۔۔۔ نوائے عشق درایام من کمال گرفت

و از جملہ شرائف اوصاف میرزا است کہ با وصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را باز خم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائب ۔۔۔ گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کد خدایان معتبر تبارزۂ **عباس آباد اصفہان** است میرزا در دار السلطنت **اصفہان** نشو و نما یافت۔ و بہ کمتر فرصت در شش جہت عالم کوس سخندانی زد۔ و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجّہ ہندوستان گردید۔ چون وارد دار الملک کابل گشت۔ ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود **خواجہ ابو الحسن ترتبتی** ناظم **کابل** بود میرزا را بہ کمند حُسن خلق صید کرد[1]۔ و لوازم قدر شناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید۔ چنانچہ شمۂ از ین ابیاتِ میرزا مستفاد می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم ۔۔۔ باین غرور کہ مدحت گرِ ظفر خانم

ز نو بہار سخایش چو قطرہ ریزشوم ۔۔۔ قسم خورد بسرِ کلک ابر نیسانم

بلند بخت نہالا بہار تربیتا ۔۔۔ کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم

حقوق تربیتت را کہ در ترقّی باد ۔۔۔ زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱۔

تو پای تخت سخن را بدست من دادی — تو تاج مدح نهادی بفرقِ دیوانم
زروی کرم تو جوشید خونِ معنی من — کشید جذب تو این لعل از رگ کانم
تو جان زدخل بجا مصرعِ مراد دادی — تو در فصاحتے دادی خطاب سحبانم
زدِقّت تو معنی شدم چنان باریک — کہ میتوان بدلِ مور کرد پنہانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود — نداشت طرۂ شیرازہ روے دیوانم
تو غنچہ ساختی اوراق باد برد ۂ من — وگرنہ خارے نماند از گلستانم
تو مشت مشت گہر چون صدف بمن دادی — چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاہجہان بہ لشکر خان تفویض یافت۔ وظفر خان بہ ادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز بہ رفاقت ظفر خان بہ سیر ہند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنہ تسع وثلثین والف (۱۰۳۹) جانب دکن باہتزاز درامد۔ میرزا با ظفر خان در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔ از انجا کہ شہر برہان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شہر مے فرماید ؎

تو تیا ساز د غبارِ اگرہ و لاہور را — چشم من تا خاکمالِ گرد برہان پور خورد

و چون سید لشکر محمد عارف از مشاہیر اولیا درین شہر آسودہ اند توجیہ گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکہ گزر لشکرِ محمد را — غبار خیز بود کوچہائے برہان پور

و در ایام اقامت برہان پور پدر میرزا خود را از ایران بہ دیار ہندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ در مدح خواجہ ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و در آنجا می گوید ؎

شش سال پیش رفت کہ از اصفہان بہند — افتادہ است تو سن عزمم مرا گزار

هفتاد ساله والد پیر است بنده را — کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبهٔ گستاخ شوق من — از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کزاگره بمعمورهٔ دکن — آید عنان گسسته تر از سیل بے قرار
این راه دور را ز سر شوق طے کند — با قامت خمیده و با پیکر نزار
دارم امید رخصتی از آستان تو — ای آستانت کعبهٔ امید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردن من است — لب را بحرف رخصت من کن گهر نثار
با جبههٔ گشاده ترا آفتاب صبح — دست دعا ببدرقهٔ راه من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنه احدی واربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبرآباد عطف عنان نمود - هژدهم محرم سنه اثنین واربعین والف (۱۰۴۲) ظفرخان را حکومت کشمیر به نیابت خواجه ابوالحسن مفوض گردید - میرزا محمل سفر با ظفرخان بربست و پس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازم ایران دیار گشت و تا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویه مکرم و مبجل زیست - و در مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت -

وفاتش در سنه ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد و در اصفهان مدفون گردید و غزل میرزا که مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو — عالم پُر است از تو و خالیست جائے تو

بر طبق وصیت بر سنگ مزار او که یک قطعهٔ سنگ مرمر است کنده شد راقم الحروف گوید ؎

عندلیب نغمه پرداز فصاحت صائبا — رفت ازین عالم بسوی روضهٔ دارالسلام
خامهٔ آزاد انشا کرد سال رحلتش — بلبل گلزار جنت صائب عالی کلام ۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط و لایت بنظر رسیده و میرزا سی و سه ۳۳

غزل متفرق بخط خاص برحواشی آن نسخه قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی
از تحریر۔ چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ؎

زبانِ لاف رسوا می کند ناقص کمالان را — که روبر خاک مالد پرفشانی بستهٔ بالان را

نه از روی بصیرت سایهٔ بالِ هُما اُفتد — سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا اُفتد

از تماشائی پریشانِ جهان دلگیر باش — وا لِه یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش

هیچ همدردی نمی یابم سزائے خویشتن — می نهم چون بید مجنون سر بپایِ خویشتن

رنگین تر از حنا ست بهار و خزانِ ما — بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما

جلوهٔ برق است در میخانه هشیاری مرا — از پے تغییر بالین است بیداری مرا

می خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد — در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد

ای که فکرِ چارهٔ بیماریِ دل مے کنی — نسبتِ خود را بچشم یار باطل می کنی

عشق سازد ز هوس پاک دلِ آدم را — زر دچون شحنه شود امن کند عالم را

سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا — هر قدر افسردهٔ دل را بیفشارم ترا

از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است — نقش پایِ چند زین طاؤس برجا مانده است

ز پیری حرصِ دنیا نفس طامع را دو بالا شد — گدا را کاسهٔ دریوزه از کوزی مثنی شد

پا از گلیم خویش نباید دراز کرد — تیغ ستم به بین چه بزلف ایاز کرد

که حالِ دردمندان پیش چشمِ یار می گوید — که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید

اهلِ کمال را لبِ اظهار خاموشی است — منّت پذیر ماه تمام از هلال نیست

ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حُسن — این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود

رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان — شب نوبتِ پرواز به پروانه گزارند

نقش پایِ رفتگان هموار سازد راه را — مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است

مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیها — که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

درطلب ما تنے زبانان اُمّتِ پروانہ ایم — سوختن از عرض مطلب نزد ما آسان تر است

عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار — آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را

زصدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست — چو صبح تیغ جہانگیر ما دو دم دارد

باخبر باش کہ دل از خم زلفت نبرد — دُرِّ گوشِ تو یتیمی است کہ در عالم نیست

مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را — ہر کہ کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود

ما حجاب آلودگان را جرأتِ پرواز نیست — گرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است

صفای سینہ مرا در حرم کند قندیل — چہ شد برون ز فرنگ آمد است شیشۂ ما

نیرنگ چرخ چین گلِ رعنا درین چمن — خونِ دل از پیالۂ زر می دہد مرا

صائب ز ملائک مطلب رتبۂ انسان — آئینۂ بے پشت چہ دیدار نماید

(۵۲) غنی - مُلّا محمد طاہر اشنوی کشمیری

اشنی قبیلہ ایست از قبائل معتبر کشمیر - از بدو شعور در حلقۂ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود - چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایستہ بہم رسانید - آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواہرے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد - میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید غنی — یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سرپوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و با وصف بے دستگاہی بحضور خاطر بسر می برد - از اینجاست کہ غنی تخلص میکند

مُدّۃُ العُمر در شہر خود گزرانید - و در سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است - چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت — عالمے را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت

تونگر را نہ زیبد لب بخواہش آشنا کردن — چو نبود دست خالی بدنما باشد دعا کردن

سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانہ — چون مُہرۂ شطرنج مرو خانہ بخانہ

تا توانی عاشقِ معشوق ہر جائی مشو — می کند خورشید سرگردان گل خورشید را

سایہ گر سایۂ کوہ است سبک می باشد — کسبِ تمکین نکند سفلہ ز ارباب وقار

با تو نزدیکم و لے دورم ز فیضِ عام تو — موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین

از کشتہ شدن چہرۂ عاشق نشود زرد — این داغ بہ پیشانیِ سیماب نہادند

در دمِ صبح غنی پیرِ فلک مے گوید — کہ قضا نان دہد آن وقت کہ دندان گیرد

نیست چون مُہرۂ نردم ہوسِ قصرِ بلند — خانہ ام ساختہ از ریختنِ رنگ بود

خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست — ہر دمِ آن زلفِ پریشان شانہ بینی می کند

رفتیم سوی یار و ندیدیم روئے یار — مانند رہروے کہ رود سوے آفتاب

گر تیغ بر سرم رود از جائے روم — لیکن چو کوہ نالہ ز زخمِ زبان کنم

غنی چو سایۂ مرغِ پریدہ در رہِ شوق — اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز

چشمِ کرم مدار ز شاہان کہ جز نمد — آئینہ خلعتے ز سکندر نیافت است

از نزاکت اوفتد مضمونِ من — گر بمضمونِ کسے پہلو زند

چراغِ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس — اگر در پیشِ من دم میزنی خاموش می گردم

ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے مارا — چنان بستیم معنی را کہ نتواند کسے بُردن

سعی بہرِ راحتِ ہمسایہا کردن خوش است — بشنود گوش از برائے خواب چشم افسانہ را

راقم الحروف را ہم مضمونے مناسب مضمونِ غنی بہم رسیدہ کہ ؎

محنتِ ہمسایہا بر خود گرفتن خوش نماست — از برائے چشم بینی زیر بار عینک است

مخفی نماند کہ چنانچہ گوش از استماع افسانہ افادۂ خواب چشم می کند حظ خود ہم

کہ سمعِ قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد۔ بخلاف بینی کہ عینک را حسبۃً للہ بر می دارد۔ و برای نفع ہمسایہ دیدہ و دانستہ خود را در شکنجہ می کشد۔

(۵۳) ناظم ہروی

عمدۂ ناظمان جواہر معانی۔ و زبدۂ گہر نبدان عرائس سخندانی است۔ در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت و ہمت بفیض رسانی مردم می گماشت

برہان استعدادش مثنوی[1] "یوسف زلیخا" ست کہ یوسف سخن را از چاہ و زندان وا رہاند و بمصر بلند پایگی بردہ بر تخت نشاند۔ اتمام این کتاب در سنہ اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) شدہ است سنبل شعرش کاکلے می افشاند ؎

خواہم کہ رخشِ بدعملی زہد پے کنم — تسبیح تازیانۂ گلگون مے کنم

زسیرِ باغ و زندان برنیاید کام سودایم — نہ شاخ سنبلے بر سر نہ زنجیری است در پایم

کنی تا چند خواب ای مستِ غفلت نالۂ سر کن — سرِ مینای دل بکشا دماغ دیدۂ تر کن

پیالۂ مے ازین شیوہ آبرو دارد — بدستگیری اُفتادگان زپا منشین

قطرۂ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت — آدم خاکی چہ طرف از عالمِ ایجاد بست

بیقراری عضو عضوم را بکامِ دل رساند — زخم تیغت بر تنم چون ماہ نو سیّارہ شُد

بسکہ از بے اعتباریہای خود شرمندہ ام — آپنجنان سوی تو می آیم کہ گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادۂ مُلّا فتح اللہ واعظ قزوینی است۔ پایۂ تعریفش ازان رفیع تر کہ بسلم قلم

---

[1] این مثنوی از بسکہ نادر الوجود است و در کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود۔

توان رسید- وشرفهٔ توصیفش ازان بلند تر که ببال اوراق توان پرید- لآلی منظوماتش درکمال خوش جلائی- وجواهر منثوراتش درنهایت بیش بهائی-

حجّت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است که قماش سخن را درنهایت نازکی بافته- وباتفاق جمهور کتابے باین خوش بیانی درباب مواعظ ترتیب نیافته- اما عمرش باتمام این کتاب وفا نکرد- فرزندش **میرزا محمّد شفیع** که تلمیذ والد خود است مجلد ثانی به انجام رسانید- این مجلد دربیان فضائل اعمال است لیکن به آن رنگینی وخوش انشائی نیست

مطالعهٔ دیوان **واعظ** طبع را درا هتزاز آورد- این چند غزال از ختن او نخرامش مے آید-

از زبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارہا
بے زبانِ نرم کے صورت پذیرد کارہا

این قدر طولِ امل رہ میدہی در دل چرا
مصحفِ خود را باین خط می کنی باطل چرا

آزادہ بہر اہی کس بند نگردد
خاصیّتِ سرو است کہ پیوند نگردد

بریدن از جہان سرمایهٔ از زندگی باشد
کہ افزون قیمت شمشیر از بُرّندگی باشد

حرفے اگر بعاشق بے تاب مے زند
شرمش طپانچہ بر گلِ سیراب مے زند

سر برون آورد عکس از روزنِ آئینہ گفت
فیضِ صحبت می تواند سنگ را آدم کند

نیک خواہان در جہان مکروہ طبعِ مردم اند
جز ترش روئی نہ بینند شربت از بیمارہا

روزگار آخر ستمگر را ستمکش مے کند
شیشہ می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را

اگر خورشیدِ رُخسارِ تو در پیشِ نظر باشد
چو ماہِ نو ز پیری می روم سوی جوانیہا

دست برداشتنِ وقت دُعا ایمائیست
کہ شفا عتگرِ ما پیشِ خدا دستِ تہی است

زابنای جنس خود بحذر باش زانکہ آب
با آن سرشتِ پاک با آئینہ دشمن است

فرو تنی بخدا زود ترکند نزدیک
کہ زود قطع شود راہ چون سر ازیر است

فیض پروانگیِ محفلِ ما چون نکند — کہ چراغش زصفائی قدم یاران است

غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور — آب تلخی بید را باشد بہ از آبِ نبات

سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن — سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج

شود از عزل۔ طبعِ ظالم معزول ظالم تر — کمان رازہ گرفتن بیشتر پرزور می سازد

آزاد نیستند بدولت رسیدگان — گردید پاے بند نگین تا سوار شد

گر تہی دستی نہ واعظ مایۂ دیوانگی است — چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود

گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار — زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود

باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا — زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند

یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی — گر گزارند ارّہ بر فرقِ تو سر بالا مکن

ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است — سر حلقۂ کماں ہاست چون شد کبادہ

صد حیف کہ ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم — روزیکہ رسیدیم بہ ایّامِ جوانی

ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دلان — میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری

نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را — بید اجز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود۔ اصلش از قزوین است۔ مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہذا بہ مشہدی شہرت گرفت

بعد از آن کہ منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایہ فنون بہم رساند۔ نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت۔

آخر عازم ہند شد و چہاردہم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) باستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

وانعام سه هزار روپیه کامیاب گشت۔ و درسلک بندگانِ درگاه درآمد۔ و درجشن وزن شمسی بیست وچهارم ربیع الاول سنه ست وستین والف (۱۰۶۶) مثنوی تهنیت جشن بعرض رسانید۔ ومبلغ هزار روپیه برسبیل جائزه مرحمت شد۔

ودرعهد **عالمگیری** بخدمت دیوانی وبیوتاتی کشمیر مامور گردید۔ انجام کار بعذر کبرسن ازنوکری استعفانمود و ازسرکار پادشاهی وظیفه تقرر یافت۔ و در دارالخلافه شاهجهان آباد وظیفه حیاتش منقطع گردید۔

عندلیب قلم زمزمهٔ اومی سراید ؎

آنها که خواب راحت برخود حرام کردند — چون شمع کار خود را یکشب تمام کردند

سهل باشد لذتِ خاری که در پیراهن است — داغم ازماهے که او را خار ها جزو تن است

دل منه برالفتِ دشمن که تاگرم است آب — گرچه می جوشد بآتش لیک با او دشمن است

خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنے — من نمیدانم علاجِ خار دامنگیر چیست

نیم بسمل شده مرغی بکف آرم که مرا — درخورِ حالتِ خود نامه برے درکار است

بدام زلفِ تو عالم تمام دربند است — کسی که باز بود دیدهٔ تماشائی است

قفای آینه را به زروی آینه دان — که روبرو نشود با کسے که خودبین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکته طراز ممتاز است ومصداق ترانهٔ عندلیب شیراز که مصرع

"هرآنچه ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است۔ وجرعهٔ جام او چشیدنی۔

میرزا صائب مکرر شعراو را تضمین می کند ودرمقطعی می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که ناصح گفته است — تالبِ ساغر بخونِ من گواهی می دهد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ وبشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سواد کلامش سرمہ در چشم ورق می کشد ؎

بہ سرمہ رام نگردید چشم جادویش — کہ از دو میل سیاہی رمید آہویش

در زندگی بمرگ کشید است کارِ ما — خواب گرانِ ماشدہ سنگِ مزارِ ما

در حقیقت دلِ بیرحم ندارد مغزے — پستۂ را کہ نباشد لبِ خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز سُستی رائے خود است — بے قدریش از پستی کالای خود است
بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار — خوش راہی و بد راہیش از پای خود است

(۵۷) سالک محمد ابراہیم قزوینی

سالکِ مسالک خوش بیانی۔ ومخترع عجائب وغرائب معانی است مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ وباصاحب کمالانِ آنجا سرگرم صحبت بود۔
آخر عازم ہندوستان گردید وبواسطۂ ربط قدسی و کلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت وبوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشانِ او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند۔ ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید۔ ومدتے اقامت گزید۔ وباز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت۔ وہمانجا درگزشت۔

عنبرِ کلامش چنین بو می دہد ؎

مہر وکین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است — این دو بادام یکے تلخ و گر شیرین است

چہ ذوق چاشنیِ دردِ عافیت جو را — کہ شیر ہم شکر آب است طفل بد خورا

عرقِ سعی محال است بجائے نرسد — ابر را آبلۂ دست گہر می گردد

فرصت بہ پیشدستیِ قاتل نداده ایم — گلگون دَوانده بر دمِ شمشیر خونِ ما

استخوانِ من و مجنون به تفاوت بردار — اے ہما چاشنیِ درد فراموش مکن

بے برگیِ من فکرِ سر انجام ندارد — چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نورد قلمرو خوش مقالی است و تیز رو جادۂ باریک خیالی۔

آغاز حال در شیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ و چندے رحل افگند۔

از انجا بولایت دکن اُفتاد و در خدمت قطب شاہ والی حیدر آباد می گزرانید چون طائفۂ مغلیہ را از انجا برآوردند بدار الخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ و در سنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان رسانید۔ و در سلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔

مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[1] بہ دانشمند خان در عہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ و در زمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری و والا مرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) در گزشت۔

سہیل طبعش عقیق سخن را چنین رنگ می دہد ؎

در ہوائے عشق پروردم دلِ دیوانہ را — چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را

آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود — کوزۂ نو یکدو روزے سرد سازد آب را

نوای نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش — تو برق تازیِ این نے سوار را دریاب

در خور خرچ بود دخل ز دیوانِ قضا — نرود تا نفسے کے نفسے می آید

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بنرمی بست　　کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی۔ میر صیدی طہرانی

صید بند وحشیان خیال است و دام نہ فراوان غزال۔ فرع شجرۂ سیادت است و صاحب انواع حیثیت۔

از صفاہان بہ ہند خرامید و پنجم ربیع الاوّل سنہ خمس وستین والف (۱۰۶۵) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان مباہی گشت و قصیدۂ کہ بمدح شاہی پرداختہ بود بعرض رسانید۔ ہزار روپیہ صلۂ قصیدہ مرحمت شد۔ مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدا را سپہر عدل و کرم　　بزیر سایۂ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید:۔ روزے جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان بسیر باغ صاحب آباد می رفت۔ میر صیدی از بام سراہ ببانگ بلند مطلع خود برخواند[1] ؎

برقع برخ افگندہ برو ناز بباغش　　تا نکہتِ گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم شنیدہ مسرور گردید۔ و پنجہزار روپیہ صلہ عنایت فرمود۔

دیوان صیدی بمطالعہ در آمد۔ قصاید در مدح صاحبقران شاہ جہان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساختہ در صعوبت راہ کشمیر گوید ؎

زبیمِ جان در و صد جا زیادہ　　شود از باد بوی گل پیادہ

توان بہمّتِ مردان دو صد سپاہ شکست　　بزورِ خود نتوان گوشۂ کلاہ شکست

در عشق ہر کہ ہست مہیّائے جنگ ماست　　بر روی ما کسیکہ نہ ایستاد رنگ ماست

ما کہ باشیم کہ در بزم تو داخل باشیم　　دولتِ ماست کہ حسرت کشِ محفل باشیم

ہر کہ خواہد نظرِ بد بہ جمالِ تو کند　　آن قدر عمر نیابد کہ خیالِ تو کند

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۲۳ء۔

تنها نگشته بے تو زبانم بکام بند — چون رنگِ گل شداست شرابم بجام بند
مارا بہ برگ سبز کجا یاد می کند — آن گل کہ منع بوی خود از باد می کند
صیّاد ما بنای ستم تازہ کردہ است — مرغی کہ پر شکستہ شد آزاد می کند
غم زبے مہری او نیست کہ یکچند نہال — سایۂ مرحمت خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل — می کند از خود نہالی را کہ پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ ہم مقام خوش است — تغافلِ نگہ آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینہ دیدی و سوختیم — با آنکہ اضطراب مرا عذر خواہ شد
صورتِ دیوار ہم در عالمِ خود زندہ است — ہر کسے را جامۂ ہستی برنگے دادہ اند
مرد بے برگ و نوا را سبک از جائے مگیر — کوزہ بیدستہ چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچۂ کہ بگلشن شگفتہ باشد فرد — ز گلرخان بتو دارد نظر بہارِ امروز
نقص عشق است کہ از خار بنالد بلبل — نسبتِ ہر چہ بہ گلزار رسد گل باشد
چشمت ہنوز از صفِ مژگان بہ قتل عام — سان در زمینِ آینہ بیند سپاہ را
ہر چہ می گویم از ان نامِ تو مطلب باشد — کہ مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماہر۔ میرزا محمد علی اکبر آبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحر طراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے کہ بعد ازین دکان تازہ گوئی چیدہ اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاہزادہ داراشکوہ بود و مرید خان خطاب داشت و چندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاہجہانی بسر برد۔

آخر کار ہمہ را دست زدہ بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلمروِ قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ :۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہر دو بر حال شما
"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ و دم
"از فقیری می زنم۔ اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ با شوہر مردہ برائے
"سوختن رفتہ باشد آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان بچوبہا سرش را شکستہ
"بسوزانند[1]۔ فقر با استقلال داشت و تا زندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب **نظام الدولہ ناصر جنگ شہید** خلف الصدق نواب **آصف جاہ طاب ثراہ** ربط عجبی اتفاق افتادہ بود و موافقتے کہ بالاتر از ان متصور نباشد دست بہم داد۔ چون نواب **نظام الدولہ** بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبہ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ از ان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرو خواندہ شد ؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند　　غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین و الف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہائے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح **جہان آرا بیگم** دختر صاحبقران ثانی **شاہ جہان** گفتہ بتوسط **عنایت خان آشنا** تخلص نزد بیگم فرستاد ؎

بذاتِ او صفاتِ کردگار است　　کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۷۳ء۔

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور هم هست - تواردِ اُفتاده باشد

ماهر در مثنوی گوید در نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم - ؎

گرچہ آورد پیش ازین عیسےٰ — مردۂ را دوبارہ در دُنیا
ازرہِ معجز آن جہانِ کرم — عیسےٰ آرد دوبارہ در عالم

چشم چگونہ دیدنِ رویت ہوس کند — نظارہ برچراغِ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہلِ سخن داغ ز حسنِ سخن است — انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۶۱) فیاض - مُلّا عبد الرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرائے شیرازی نمودہ و در عقلیات و نقلیات دستگاہ عالی بہم رسانده و جلو اندیشہ را بسمتِ سخن طرازی نیز عطف می ساخت -

دیوانش مختوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامہ و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استر آبادی - و در مدح شاہ صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ؎

حبّذا ہند کعبۂ حاجات — خاصہ یارانِ عافیت جو را
ہر کہ شد مستطیعِ فضل و ہُنر — رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفتہ سامانی مرا — می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

کرا دماغ کہ از کوی یار برخیزد — نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد

اثر ندیدہ دل از حرف مہربانیِ تو — چو شمع تابکی این گرمیِ زبانیِ تو

زشیرین بود خسرو خوشدل و فرهاد زان خوشتر — که داد دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر

سنگ بالین کن و آنگه مزهٔ خواب به بین — تا بدانی که چه در زیر سر مردان است

نهراری حج کند ار با غبان باین نرسد — که وقف مشهد بلبل کند گلستان را

قسمت ما زین چمن بارے تعلق بود و بس — سرورانازم که آزاد آمد و آزاد رفت

دریاب این اشاره که شاهان نامجو — نام بلند خود به نگینی سپرده اند

هر کس که زخم کاری ما را نظاره کرد — تا حشر دست و بازوی او را دعا کند

بیک زخم دگر جان مرا در اضطراب افگند — نمی دانم چه سان معذور دارم قاتل خود را

(۶۲) تجلّی - مُلّا علی رضا اردکانی

از کدا خدا زادگان اردکان من اعمال فارس است - بعد ازان که قدم در مرحلهٔ سنّ شعور گزاشت به ارادهٔ تحصیل علم به اصفهان رفت - و نزد آقا حسین خوانساری که از مشاهیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایهٔ تکمیل رسانید.

آنگاه عازم کشور هند گردید - علی مردان خان ولد کنج علی خان که در سال یازدهم جلوس شاه جهانی از قندهار بهند آمد و بمنصب هفت هزاری و خطاب امیر الامرائی سرمایهٔ مباهات اندوخت - مقدم او را گرامی داشت و بتعلیم فرزند خود ابراهیم خان مقرر نمود - و رعایت فراوان بعمل آورد - و همچنین سائر اُمراء ایران با او مهربانی و گرمجوشی بتقدیم می رسانیدند -

بعد چندے هوای وطن اصلی در حرکت آمد - و ازین دیار به صفاهان معاودت نمود - شاه عباس ثانی مشمول رافت ساخت - و در شهور سنه اثنتین و سبعین والف (۱۰۷۲) قریه از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود -

و در سنه ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) شاه سلیمان صفوی او را به درگاه

طلب کرد۔ وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید۔ از ان وقت در صفاہان مقیم بود۔ وبر جادۂ ذکر علم وتالیف فنون مستقیم۔ تا آنکہ بمنزلِ خاموشان شتافت۔

شاعرِ خوش خیال معنی یاب وبطالع شہرت کامیاب است۔ دیوان غزل وقصائد دارد۔ ومثنوی معراج الخیال او مشہور است منتخب دیوانش بنظر در آمد و این چند بیت بہ تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای بر و دوشم — لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم

در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش — تا توانی بوی گل گردید خار و خس مباش

خواہم چو بہلہ با تو دمی ہمرہی کنم — دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم

بیا کہ بینو بہ چشمم نظارہ زندانی است — نگہ بدیدہ چو زنّار در سلیمانی است

ہر چہ آید در نظر آئینہ دارِ ناز اوست — کفر و ایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است

نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است — آنچہ باز نبو می ماند ہمین نیش است و بس

(۶۳) اشرف مُلّا محمد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیہ زادہ مُلّا محمد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود۔ وشاعرِ والا قدرت۔ طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند۔ و عجائب گلہا در جیب ودامن سامعہ می افشاند۔

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید۔ وبہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت۔ وبہ تعلیم زیب النّساء بیگم دختر پادشاہ مقرر گردید۔ مدتے باین عنوان بسر برد۔ آخر حبّ الوطن مستولی گشت۔ وقصیدہ در مدح زیب النّسا بیگم مشتمل بر درخواست رخصت بنظم آورد۔ در انجامی گوید ؎

یکبار از وطن نتوان بر گرفت دِل — در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند　　گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار
نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفہان　　دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندھار

و در سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) به اصفہان معاودت نمود۔ و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب ہند کشید و در عظیم آباد پٹنہ با شہزادہ عظیم الشّان بن شاہ عالم بن خلد مکان کہ در آخر عہد جد خود بنظم آن صوبہ می پرداخت۔ بسر می بُرد۔ شہزادہ خیلی طرف مراعات او نگاہ مے داشت۔ و بنا بر کبر سن در مجلسِ خود حکم نشستن کردہ بود۔

ملّا در پایان عمر ارادۂ بیت اللہ کرد و خواست کہ از راہِ بنگالہ در جہاز نشستہ عازم مقصود شود۔ امّا در شہر مونگیر از توابع پٹنہ سزاول اجل در رسید۔ و او را بعالم دیگر رسانید۔ قبرِ ملّا در آنجا مشہور است۔

اولاد او در بنگالہ می باشند۔ میرزا محمد علی دانا تخلص پسر ملّا محمد سعید مردے فاضل و شاعر بود۔ و در مرشد آباد فوت کرد۔ چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمد۔ از انجا فراگرفتہ شد ؎

تا سینۂ مانیست رسا ناوکِ نازت　　کوتہ نظری حیف ز مژگانِ درازت

دل زمن رم کردہ در ابروئے جانان ماندہ است　　یاد من کے می کند در طاق نسیان ماندہ است

زان دل از کشمکشِ ہند پریشان ماندہ است　　کہ ز ہر روپیہ دہ ماشہ بما خوا باندہ است

مہت چو بدر شود با دلم چہ خواہد کرد　　ہلالِ یک شبۂ ابروت کتانم سوخت

دیوان ملّا محمد سعید اشرف بمطالعہ در آمد۔ انواع شعر قصیدہ و غزل و مثنوی و قطعہ وغیرہا دارد۔ و ہمہ جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النّساء بیگم پرستارے را برائے ملّا فرستاد کہ در خدمتِ خود نگاہ دارد۔ ملّا ناملحوظ شد و قطعہ طویلے در مذمت پرستار نظم کردہ بہ زیب النساء بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

قدر دانشور شناسا نور چشم عالما ای که هرگز قدرتِ هم چشمیت حور انداشت

درین قطعه آیه کریمه قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی را جائے آورده که نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خداوند در جزای این بی ادبی بچه عقوبت گرفتار خواهد گشت - ازینجاست که حق تعالےٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

اشکے که راز عشق بگوید فشاندنی است طفلے که خوش محاوره اُفتد نماندنی است

سبحه گردانی به هنگام پریشانی کند عامل از بیبائگی دولاب گردانی کند

از غمِ افلاس او قائم به بیهوشی گزشت چون چراغِ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت

در ایران نیست جز هند آرزو بے روزگاران را تمام روز باشد حسرتِ شب روزه داران را

حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد که چون فصلِ زمستان شد نفسها دود می گردد

مهر خود را از تو ای بے مهر کے خواهم برید تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید

بدُنیا چون درآید آدمی بدبخت می گردد هوا چون درمیانِ مشک آید سخت می گردد

بشانِ پلّهٔ میزان نگر که از تمکین بلند ساخته پا در برابرِ خود را

کنی اگر رهِ باریک آدمیت سر منه ز کف چو رسن باز لنگرِ خود را

ساقیا ساغر بگردش آر تمکین وا گذار کشتیِ دریاکشان را لنگرے درکار نیست

گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است حسن لیموئی آن آبله روهم بد نیست

گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش همچون آن حافظ که مصحف را تمام از بر نوشت

کاهلان را جز لکد کوبِ حوادث چاره نیست می کند مالیدگی سیمتنے اعضا را علاج

غافلان را چرک دنیائیست زینت در لباس جامهٔ تصویر را از روغن مصفا تر شود

درجوانی روشِ حالت پیری دارم — چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند

همچو درویشے کہ شیرینی برِ منعم برد — عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند

جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش اند — فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود

رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب — آب را چندانکہ جوشانند کمتر مے شود

جمالِ نازنینِ نوخطم ماند مرقع را — کہ خطش درکمالِ خوبی و تصویر ہم دارد

نقرہ چون انگشتری گردید می پیچد بلعل — می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر

مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود — موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز

کار خود کن راست چون فوّارہ بے امداد غیر — خود نہالِ خویش و خود آبِ روانِ خویش باش

طفل صاحب حُسن را در خانہ بودن بہتر است — اشک رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش

چو برگِ لالہ نشیند گر دہم عُشّاق — بحصّہ کردنِ داغ تو در میانۂ خویش

چو نور چشمِ ضعیف از نظارۂ عینک — شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع

درد سر بیمار را بسیار دادن خوب نیست — از نگاہِ ناتوانِ او بچشمک ساختم

همچو چشمی دردناکے کز فروغ آید بہم — کلبہ ام تاریک گردد از چراغِ دیگران

کام شیرین نکنم از تقی زنبور عسل — سر بزرگی نتوان گرد ز شانِ دگرے

بوقتِ عرضِ مطلب قفل خاموشی بلب دارم — چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

(۶۴) راقم۔ میرزا سعد الدین محمد مشہدی

راقم نقوش غریبہ و ناظم جواہر عجیبہ است۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ راقم گفتہ است — تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجہ غیاثا بہ ہندوستان تجارت می کرد۔ و میرزا سعد الدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشہدی شاہ جہانی معزز و محترم بسر می بُرد۔
آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔

شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر بُرد

دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید ؎

ہمیشہ بست و کشادِ من از ہنر باشد　　کلید و قفلِ صدف ہر دو از گہر باشد
گرہ ز ناخنِ تدبیر کی کشادہ شود　　کہ از کلیدِ غلط بستگی زیادہ شود
بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا　　توشۂ رہ قدمے چند کہ برداشتہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یاب دِقت آفرین۔ و گلدستہ بند خیالات رنگین است۔ از عنفوان شعور زلفِ سخن را شانہ کشید۔ و چہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔

در اصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہما بجا نشو و نما یافت۔ و بنقادی نظر خداداد طلای جیّد در بازار نکتہ سنجے را ئج ساخت

وقتے اُوزبکے او را رنجانید[1]۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت و رخت تجرد بہ مشہد مقدس کشید و ناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت و صحبت او با میرزا سعد الدّین وزیر ممالک خراسان برآمد و سالہا با او بسر بُرد۔ و قصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید ؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدّین　　کہ سعد اکبر ازو کرد استفادۂ نور

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاض شعر و سوادِ خطِ ترا نازم که بہ زشامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا سعد الدین کسی را در طلب شوکت فرستاد۔ شوکت دران وقت بید ماغ بود۔ جواب داد۔ میرزا آزردہ شد۔ و باحضّار گفت یاران بہ بینید۔ من با شوکتا چہ بد کردم۔ این حرف بہ شوکت رسید۔ متاثر شد و این بیت فرو خواند

منتِ اکسیر ما را زندہ زیرِ خاک کرد از طلا گشتن پشیمانیم ما را مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و نمد درویشی در بر کرد۔ و سرے بصوب اصفہان کشید۔ و بقیہ عمر در دار الامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت۔ میر عبد الباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ شوکت بخاری تشریف باصفہان آورد۔ اکثر بخدمت او می رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ او را بے گریہ دیدہ باشم۔ و اعزہ کہ با او مدتہا یار بودند می گفتند کہ تا او را دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین ادّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدان عیار سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش[1] اتفاق افتاد و این چند بیت در سلک تحریر در آمد

دراز بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد کہ از وحشت بشامِ دیدۂ آہو حنا بندد

در شامِ غمِ خویش مرا صبح اُمید است گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است

از برای سرخروی سعی بیش از پیش کن چون گلِ رعنا خزان را زیرِ دستِ خویش کن

نفس از بدن رہے سوی آن آستانہ یافت بو کرد خاک را سگ و راہے بخانہ یافت

خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا

نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران خطر از زنگ می بیرون ز دہنہا نیست مینا را

---

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

یکمشت استخوان شدم از بس گرفته است — چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا

وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد — چون حنای سرِ ناخن شده ام پا به رکاب

دیدو وادید بود مایهٔ سرگردانی — گردشِ عید مرا سنگ فلاخن کرد است

ماتم وشور جهان دست بهم داده اند — خندهٔ مینائے مے گریهٔ مستانه است

هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی — پیش صاحب نظران آینه خشتِ لحد است

می توان دادن ازان کنج دهن کام مرا — آرزویم گرچه بسیار است از کم بیش نیست

غنیمت است جوانی که موسفید شدن — بقدر فرصتِ یک شیر گرم کردن نیست

عشق معشوق چو شد حسن کند تسخیرش — شیشهٔ سرو پری زاد ز قمری دارد

هستیِ جاوید باشد ماتم خود داشتن — خضر پیراهن برگِ خویش آبی می کند

خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم — که دستش سبحه از تخم گلِ رنگِ حنا دارد

بود کوچک دلے سرمایهٔ عزّت بزرگان را — اگر دریا کند گردآوری خود را گهر باشد

قیمتِ گوهرم افزون زنگه می گردد — گردشِ چشم خریدار کند غلطانم

سخن را قطع کن تا قطع راهِ دل توانی کرد — که من از قرصِ مُهر خامشی زادِ سفر دارم

طمع در مذهبِ آزاد مردان کفر می باشد — چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم

بمردن هم نیفتد از بلندی رُتبهٔ نامم — بر سنگِ مُردهٔ فیروزه تابوت از نگین دارم

رباعی

در دهر کسی که ارجمندی دارد — عیبش مکن ارچه خودپسندی دارد

از بس کروی فتاده ایجاد زمین — هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

در عنفوانِ سنِّ تمیز به اصفهان رفت و به تحصیل علم اشتغال ورزید و در عین

شباب رو بہ ہندوستان آورد۔ ومدتے درین دیار بسر بُرد و در دار الخلافت شاہجہان آباد رخت بوادی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظہ در آمد۔ و این چند بیت پیرایۂ تحریر پوشید ؎

می طپد دل در برم از شوخیِ سیّارۂ — چشم داغم می پرد می آید آتش پارۂ

لب خموش و شکوہ در دل چارۂ ما کردنی است — ماند در منزل کلید و قفل در وا کردنی است

می شود ہر چند نیکو یار بد خومی شود — ناز چون بر خویش بالد چینِ ابرو می شود

رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد — دو جہان زیر و زبر شد ز بر و زیر نشد

خامۂ بوقلمون در کفِ اندیشہ گداخت — رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد

قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل — دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد

رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را — کہ مانندِ نگاہ از خانۂ خود فرد برخیزد

چون نسخۂ دقیق بہ نزدیک کم خرد — از دیدن تو آینہ را خواب می برد

فسردہ دل ہمہ شب داغہای من شمرد — چو مفلسے کہ زرِ دیگران حساب کند

باین طراوت اگر بگذری بکوچۂ نقاش — برائی ماہی تصویر فکر دام نماند

کار مژگانِ تو از گوشۂ ابرو آید — بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد

بے مشقت نبود قطعِ تعلق قاسم — رشتہ ہر چند ضعیف است گسستن دارد

اگر از حق پرستانی متاب از خلق روی دل — کہ شکل آدمی بت را خدای آدمی سازد

بسکہ بے روی تو دشوار نظر باز کنم — مژہ موئے ست کہ از داغ جدا می گردد

طفل بے پروا ست آمیزش نمی داند کہ چیست — می کند کم خانۂ آئینہ تمثالش ہنوز

خدا داند کہ سر از دیدہ یا از دل برون آرد — ز مژگان شوخ تر خاری کہ من در پا خود دارم

درین چمن ثمرِ نخلہاے پیوندم — فتادہ است بہ شاخِ دگر رسیدنِ من

باش ہموار کہ آسیب درشتی نہ کشی — صافیِ آینہ بیکار کند سوہان را

مرتبهٔ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس — خبر از قیمتِ گوهر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا واکشید — آب کے بیرون تراود از فشار آئینه را

(۶۷) طغرا۔ ملا طغرای مشهدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد۔ طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید۔ و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید۔

و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت۔ آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت۔ و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید

طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن — ز بہر دادنِ سر پائے خویش قائم کن
کج نیابد کارم دل بے اتفاقِ راستان — تا بقربانت شود با تیرمے ساز و کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن — بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن
اگر چو آئینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم — بسوی دوست نگر سوی خود نگاہ مکن
گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند — نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسوی حجلہ نتوان برد بے سازے — بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت — نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سیہ کافتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید — از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
سایہ می اُفتاد از طغرا در ایام شباب — پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا بر زمین
مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ — چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسہ فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید — تا توانی ہمچو گل یک فصل خنداں زیستن

شاید بہ بیند آنچہ بما کرد آسمان — از دودِ آہ سرمہ بچشمِ ستارہ کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمدؐ کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطۂ کاشان است۔ قیاس صحبتش منتج مضامین تازہ و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازہ۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیر تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالۃ الوقت فراگرفتہ شد۔

کرد بیجا دلم از طرۂ جانانہ جدا — دستِ مشاطہ الٰہی شود از شانہ جدا

نظر بنامۂ این خاکسار نیست ترا — دماغ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا

چہ لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن — نمی باشد سلاحی بہتر از تیغِ زبان بستن

چگونہ خواجہ باسمِ سخا عَلَم گردد — کہ چون سوال کنی حاتم اصم گردد

ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم — چون کارِ ما بحرف رسد گریہ سر کنیم

این خوارئے کہ بر سرِ کوی تو می کشیم — ہرگز نشد کہ نقل بجای دگر کنیم

قدرت بیجا نشد مشہور در عالم بہ رعنائی — تخلص بیشتر شہرت کند از نام موزون را

ز عصیان لب گزیدن در جوانیہا نمک دارد — ازین نعمت چہ لذت می بری چون ریخت دندانہا

چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن — تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانہ را

بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرۂ خامت — بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیہا

ہست تا محشر بپای بیگناہے یک قدم — امن بودن می کند نزدیک راہِ دور را

حدِّ ہر آئلہ بدستوریست در قانونِ عقل — چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را

نمود نام نکوئی تو عالمے تسخیر — اگرچہ غیر نگین نیست یک سوار ترا

می شود دور زنقاش چو شد نقش تمام — هر قدر کار تو صورت نپذیر د خوب است

بیگانه وار می گذری از سواد چشم — ای نور دیده حبِّ وطن در دلِ تو نیست

حالتم با دانۂ تسبیح در ذکرش یکی است — هر که نامش بر زبان آرد برد از جا مرا

(۶۹) موسوی[1] - موسوی خان میرزا معزالدین محمد

از اجلۂ سادات قم - وچراغ دودمان امام مفتم است - وصبیه زاده **میر محمد زمان** مشهدی که سرآمد علمای **مشهد مقدس** بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامنِ سعی اکتساب علوم برزد - واوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - ودر ریعانِ شباب با پدر خود **میرزا افخرا** برهم زده - بدار السلطنت **صفاهان** شتافت وده سال در حلقۂ درس **آقا حسین خوانساری** تلمذ نمود - وجادۂ عقلیات ونقلیات نوردیده خود را باقصی حدود کمال رسانید -

ودر سنه اثنتین وثمانین والف (۱۰۸۲) تشریف به **هندوستان** آورد دخلد مکان بواسطۂ جوهر ذاتی ونسبتی موردِ الطاف ساخت - وبتزویج صبیۂ **شاه نواز خان صفوی** وسلف ساختن باخود فرقِ عزّتش برافراخت - اول بدیوانی صوبۂ **عظیم آباد** - **پتنه** مامور گردید - اما صحبتش با **بزرگ امید خان** ناظم پتنه پسر امیرالامرا **شایسته خان** برنیامد - چه **بزرگ امید خان** از جلالت خاندان خود دماغ برفلک داشت - ومیرا از رشتۂ سلفیتِ پادشاه وعلاوه فضل وکمال سر بتبعیت ناظم فرود نمی آورد - آخر ناچاقی صحبتِ ایشان بسمع پادشاه رسید - میر حضور طلب شد -

---

[1] مآثر الامرا جلد ۳ صفحه ۶۳۳ - مطبوعه کلکته ۱۸۹۱ء -

و در سنه تسع و تسعین و الف (۱۰۹۹) بخطاب **موسیٰ خان** و دیوان تن سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک **دکن** کامیابی اندوخت - سال تولد میر سنه خمسین و الف (۱۰۵۰) است و سال انتقال که در ولایت **دکن** اتفاق اُفتاد - سنه احدی و مأته و الف (۱۱۰۱)

اول **فطرت** تخلص می کرد - آخر **موسوی** قرار داد - و خطاب خانی همبرین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند شعر از ان سحاب می چکد ؎

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد — این شیشۂ مَی غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی در جهان غیر از مَیِ نابم — اگر در خانۂ خود نیستم در عالمِ آبم

نو توبہ ایم کہنہ شرابے بجام کن — ساقی عیار ناقصِ مارا تمام کُن

بدل افگند آتش باز زلفِ عنبرین موئے — چرا نعلے نذر این بتخانہ آورد است ہندوئے

چہ خوش باشد کہ بکشایم برویش چشم گریانی — کشم در رشتۂ نظارۂ مروارید غلطانی

نظر بر گریۂ مستانہ ام گردوش مے کردی — شرابِ جلوۂ در ساغرِ آغوش مے کردی

تیرہ روزم پستیِ اقبال معمارِ من است — چون نگین روی زمین سرکوب دیوارِ من است

شراب با گلِ مہتاب نشۂ بیش دہد — لبش ز خندۂ دندان نما ربود مرا

با ہیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد — شمشیر نگاہِ تو مگر کار فرنگ است

اینکہ از بے سخنی کُشت مرا چیزی نیست — زندہ ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو — کوتاہیئے کہ بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع — ہنر ہر کس کہ دارد در جہان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چہرہ گشتن صرفۂ فطرت — کہ کہسار از جوابِ ہیچ کس ملزم نمی گردد

مژدۂ زخم نوی گر بہ شہیدان ندہند — بچہ اُمید سر از خوابِ عدم بردارند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری — غزالان را سراغِ خانۂ صیّاد می دادم

ہمّتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت — گر سیہ روزیم وقتِ عالمی از ما خوش است

در فکرِ آن دہانم و در یادِ آن کمر — چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسط راہ دہلی و لاہور - نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند - سرہند زبان زد خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قرابغ غزنی در تصرّف داشت - حکم شد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است - می نوشتہ باشند -

راسخ سید والانژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد - معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[1] -

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآتہ و الف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است -

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبودے تاج بسم اللہ باءِ بوتراب — کجکلاہیہا نکردے بر سرِ اُمّ الکتاب

یاد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم — مُشتے از سُرمہ گرفتیم و پریشان کردیم

جامۂ صبر ببالائے جنون تنگ آمد — آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

[1] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع درآمدہ است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیرنیستان سخنوری است و مرد میدانِ معنی گستری - ذوالفقار کلکش به تسخیر قلمرو بیان پرداخته - و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساخته - سرخوش گوید ؎

در ملکِ سخن بود جهانگیر علی — در مشربِ دل ولی علی - پیر علی
با شعرِ علی نمی رسد شعر کسے — زانسان که خطِ کس بخطِ میر علی

گلِ وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و متمسک سلسلهٔ علیهٔ نقشبند - استفاده از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس الله اسرارهما نموده - و در مثنوی زبان به مدح حضرت شیخ کشوده که ؎

چراغِ هفت کشور خواجه معصوم — منور از فروغش هند تا رُوم
رَدا از ماهتابِ شرع بر دوش — چو صبح از پاکیِ باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سهرند است - ابتداء حال با میرزا فقیر الله مخاطب به سیف خان بذخشی چون جوهر شمشیر ملازم بود - چون سیف خان را حکومت الهٰ آباد از پیشگاه خلافت مفوض گشت - در رفاقت او بگلگشت الهٰ آباد خرامید - و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازه کرد -

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاهجهان و داماد اسلام خان خوستی - سفیدونی متخلص به والا است - در عهد خلد مکان سنه تسع وسبعین والف (۱۰۷۹) به صوبه داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت - بعد چندے بعلتے گوشهٔ انزوا گرفت و در سنه ست وثمانین والف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب وخطاب وخلعت خاصه وشمشیر از تنگنای عزلت بر آمد - و پس ازان بنظم صوبه الهٰ آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت - و

بیست و پنجم رمضان سنه خمس و تسعین و الف (۱۰۹۵) پیمانهٔ حیاتش لبریز گردید۔
سیف آباد یک منزل از سهرند آباد کردهٔ سیف خان است که خلد مکان
او را بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوهر قابل و قابل دوست بود۔
"راگ درپن"[1] در فن موسیقی و رقص هندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتن سیف خان۔ ناصر علی در سنه هزار و صدم (۱۱۰۰) از سهرند
به بیجاپور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان
موافقت دست بهم داد۔ بلے علی بود ذوالفقارے بدست آورد و در مدح او
غزلے پرداخت که مطلعش این است ؎

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار نامِ تو در نبرد کند کار ذوالفقار

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صله داد[2]۔ ناصر علی همان ساعت همه
را بر مردم پاشید۔ و تهی دست بمنزل خود برگشت۔

و چون ذوالفقار خان در سنه ثلث و مائة و الف (۱۱۰۳) به تسخیر ملک
کرناتک اقصای ملک دکن متوجه گردید۔ با او به کرناتک رفت و ایامے
معدود در ان نواحی بسر برد۔ و با شاه حمید اعتقاد تمام بهم رسانید در مدح
او می پردازد ؎

اینک اینک ساقیِ شیرین رسید نوبتِ جامِ حمید الدین رسید
حلقهٔ درگاه بیچون جامِ او از زمین تا آسمان دردامِ او
جامِ او خورشید ربّانی بود انجمن افروز سُبحانی بود
گر جمالِ او براند از رخ نقاب روزنِ هر خانه گردد آفتاب

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحه ۴۸۴۔
[2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحه ۱۰۴ مطبوعه کلکته ۱۸۹۱ء۔

ورجلالش برکشد تیغ از نیام غیر او باقی نماند والسلام

واین شاه حمید مجذوبے بود در چینجی - بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات بر مرقدِ او قبۂ عالیشان بنا کرد -

واز ممدوحانِ ناصر علی شاه عادل پسر خواجه شاه مخاطب به شریف خان است - شریف خان از سرافراز کردهای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت - گویند شاه عادل ترک دُنیا کرده بود - و دامن دولت فقر بدست آورده - ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد که مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردۂ استاد قدیم که بود نقطۂ سهو القلم فکرِ حکیم

و با غضنفر خان ربط کلی داشت - و این غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت کنجی می پرداخت - کنجی شهریست مشهور بر مسافت دوازده کروه از ارکات و یکے از معابدِ سبعۂ هنود است - در مدح غضنفر خان گوید ؎

همچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما بشنود گر کوه آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن به هندوستان عطف عنان نمود - و در شاهجهان آباد بے نیازمندانه می گزرانید - و همین جا بیستم رمضان سنه ثمان و مأته و الف (۱۱۰۸) بجنة الماوی خرامید - عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی قدس سره -

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد که روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم و با هم صحبت داشتیم - یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آورد و گفت - بارے آن قولِ شما چه شد که ؎

خاک گردیدیم و می رقصد هنوز افغانِ ما خُم شکست اما نمی ریزد مئِ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است که برقص در آمده - یاران تحسین کردند"

صریر کلکش در گنبدِ خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر فانون کتاب بتحریر رسیده

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راهِ اوست — آنجا که سُرمه گرد کند جلوه گاهِ اوست

بس بود یک جنبشِ ابروے تیغِ قاتلم — می توان از سایهٔ شمشیر کردن بسملم

گوارا نیست عشقت طبعِ نا پرهیزگاران را — چه لذت از نشاطِ عید باشد روزه خواران را

دوش یک لحظه بخواب آئینهٔ یار شدم — طپشِ دل چه ستم کرد که بیدار شدم

خوی نازک بدلِ من چه ستمها که نه کرد — شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد

قد آرا خلعتے در عالمِ امکان نمی باشد — دلِ تنگی نیاز آورده ام این جامه بیان را

خود نمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست — در تنِ پیرهن از خویش چو تصویر برآ

درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز — چو ماهی شد زبانم آب از شرمِ شکایتها

ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم — گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد

آشیان گم کردهٔ چون من گرفتارش مباد — سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند

انتقامِ دادخواهانِ قیامت شد تمام — می فشاند چشمِ قاتل سرمه بر سوزم هنوز

ز معنیهای بیش سیر نتوان ساختن دل را — بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی

چشم بر بند اگر مے طلبی رزقِ حلال — مُرغ بسمل خورشِ باز نظر دوخته است

بود دنیا و دین پشت و رُخ آئینهٔ هستی — بزرگ آید وجودِ خویشتن در چشمِ شاهان را

نشاطِ این جهان هر چند کمتر سیرِ حاصل تر — بطفلان عیدِ روزِ جمعه آهے بود و افسوسے

خشمِ اهلِ کرم از لطفِ بخیلان بهتر — تشنه را آتشِ یاقوت به از آبِ بقاست

کلاهِ سلطنتِ خسروان شکست نداشت — نمی زدند اگر پشتِ پا فقیرانش

سرمه آه از دردِ کاروانِ وحشت است — ناقهٔ ما بسته از چشمِ غزالان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر قزوینی

یگانهٔ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد -

الحق در ایجاد مضامین تازہ و ابداع مدعا مثل بے نظیر افتادہ و آن قدر دوشیزگانِ معانی کہ از صلب طبعیتش زادہ۔ دیگر حرف آفرینان را کم دست بہم دادہ۔ میر صیدی طہرانی گوید ؎

صیدی امروز نور چشم کمال　　میرزا طاہر وحید من است

و نیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید　　فرصتش باد کہ سرخیل ہنر کوشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی **شاہ عباس ثانی** صفوی کہ در سنہ اثنتین و خمسین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی برآمد۔ مامور بود۔ و بنابر فرط سلیقہ **اعتماد الدولہ** سارو تقی کہ وزیر اعظم شاہ بود بہ پیشدستی خود نواخت۔ و چون **اعتماد الدولہ** بقتل رسید و منصب وزارت بر سید **علاو الدین** مشہور بہ خلیفہ سلطان قرار یافت۔ میرزا طاہر را عہدۂ پیشدستی بحال ماند۔ و رفتہ رفتہ بہ مجلس نویسی شاہ کہ عبارت از وقائع نگاری کل باشد سربلند گردید۔

و در عہد **شاہ سلیمان** کہ در سنہ سبع و سبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاہ دران کار مستقل بود و بکمال تقرب اختصاص داشت آخر الامر بوالا پایۂ وزارت متصاعد گشت۔

و در آغاز عہد **سلطان حسین میرزا** کہ در سنہ خمس و مائۃ و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید۔ تا آنکہ از کدورت ہستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکدہ بعالم دیگر بربست۔

دو مثنوی دارد۔ یکے مقابل **مخزن اسرار** مطلعش این است ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　ہست نہالے ز ریاض قدیم

و دیگر **ناز و نیاز** مطلعش این است ؎

خدایا سینهٔ بے سوز دارم　　دلے همچون چراغِ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح شاه عباس ثانی

چنان آباد شد از وے زمانه　　که چون شانِ عسل پر شد ز خانه

دیوان غزل قریب سی هزار بیت ازو بنظر در آمد. تا کجا کسے بنظر تامل ملاحظه کند. بمطالعهٔ سرسری چند بیت برچیده شد ؎

نورِ معشوق ازل در دلم از یار اُفتاد　　عکس خورشید ز آئینهٔ بدیوار اُفتاد

مرا ز صحبتِ جاهل چه باک مے باشد　　که در دهانِ نجس حرفِ پاک مے باشد

چو می بینم بدی از خصم خود در مهر می کوشم　　ز آبِ سرد دامن چون سفالِ گرم می جوشم

می کشد هر کس بدامن پا بجائے می رسد　　جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را

ناقصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف　　آتشِ سوزان به از آب است خشتِ خام را

ز دو وقتِ ساعت آخر خود بخود رسوا شود　　یافتم از ناله در زلفش دلِ دزدیده را

سیم و زر دنیا پرستان را منافق می کند　　پشت در رو باشد یکے آئینهٔ بے سیم را

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست　　آنچه روزِ اول از ما بردهٔ آن را بده

چارهٔ نبود شکستِ توبه را جز انفعال　　از گدا از خویش باشد مومیائی شیشه را

آگه کسے از ناخوشی زادهٔ خود نیست　　از تلخی گفتار خبر نیست زبان را

بر میوهٔ رسیده زدن سنگ ابلهی است　　زنهار از سوال مرنجان کریم را

دائم برهنه همچو قلم راه مے رود　　باشد اگرچه کفشِ طلا تیره بخت را

چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاهم　　هر چند که شوید عرقِ شرم تو خواناست

در اثر پیش است سالک گر بظاهر دور افتاد　　نقشِ پای اسپ هموار است پیش از جاده را

مرا به ز لختِ خونِ خود مضایقه نیست　　کسے اگر بتو گوید چرا چه خواهی گفت

چون نمیرم یار می گوید عاشق می کشد　　من نه تنها عاشقم بر دوست خود هم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را — که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاهان می رسد از زیردستان فیضِ پنهانی — بنایِ خانه را از خشتِ زیرین محکمی باشد

اگر خواهی زعمرِ خود حلاوت تن بسختی ده — ثمر را وقت شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خویِ بدت فرمان رواگردد — که در وقتِ سواری دستِ چپ صناعنان باشد

بزر پاشی بود مشهور خورشیدِ جهان اما — زیرِ پاشیده را پیوسته در دامانِ خود دارد

تواند نفس ظالم ازگداز خویش عادل شد — که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیبِ خود نسبت بعاجز می دهد فرمان روا — بار چون افتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام — از تغافل همتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکه ضعیفم — از رشتهٔ باریک گره دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارهاے سخت گیران را — که از قفل آنچه می آید ز مهرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد — که چون بار یسمان آویخت ابریشم نمازی شد

با اعتبار جنگ ندارد تلاش فقر — زر بفت باش و پارهٔ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چو سرت گشت گرمِ فکرِ بلند — که باز گشت نباشد فتاده را از بام

نیایم در شمار اما بسانِ رشتهٔ گوهر — درشتان را بنرمی آشنای یکدگر سازم

شاعران جان از برایِ شعر فهمان می کنند — دختر هر کس وجیه افتاد مفت شوهر است

درین شعر طرفه مضمونے واقع شده - امثال این مضمون هر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا -

مثل عمق بخاری که خود را بکه تشبیه می دهد می گوید ؎

بخونِ من شده مژگانِ او حریص چنان — که شیعیان حسینِ علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرود می آرد ؎

بزیرِ بارِ تو سعدی چو خر بگل درماند — دولت نسوخت که بیچاره زیرِ بار من است

وعرفی شیرازی کہ دہانِ خود را بچہ می آلاید ؎

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبت من کے کند　　خونِ حیضِ دُخترِ رز جو شد از لبہاے من

وُملّا ملک قمی کہ خود را بچہ حوالہ می کند ؎

تا چند بوالفضول زند لاف دوستی　　دادِ ادب دہید و ملک را کتک[1] زنید

ونعمت خان عالی کہ از چہ مقام حرف می زند ؎

بیا کہ شیشۂ می در حجر و جام شد است　　ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شد است

(۷۳) عالی۔ میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامع علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ وپسرش حکیم حاذق خان درسال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بہ منصب پنجہزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولّد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت وکسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت مُلّا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت وچون شہر حیدر آباد فتح شد۔ تاریخ فتح از نظر شاہی گُزرانید۔ و بمرحمتِ خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این است ؎

---

[1] چو بدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی　　گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حسابِ تاریخ　　شد فتح بجنگ حیدر آباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ و الف (۱۱۰۴) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون محمد اعظم شاہ بعد از انتقال خلد مکان بہ ارادۂ مقابلت شاہ عالم از دکن نہضت ہند نمود۔ میرزا محمد عالی ملازم رکاب بود۔ و چون محمد اعظم شاہ در وقت قُربِ فئتین بنگاہ را در گوالیار گزاشت۔ میرزا محمد برائے محافظت جواہر خانہ در گوالیار ماند

و بعد کُشتہ شدن محمد اعظم شاہ و ظفر یافتن شاہ عالم۔ میرزا محمد نعمتِ ملازمت شاہ عالم دریافت و بخطاب دانشمند خان سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید۔ لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند و قلم قضا پیشدستی نمودہ در سنہ احدی و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید۔[1]

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[2] محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[1] در دائرہ میر مومن واقع حیدر آباد دکن مدفون شد۔ (گلزار آصفیہ صفحہ ۶۱۲ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۶ھ)
[2] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکُتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است۔

در دیباچه دیوان خود می نگارد که :-

" در بدایت حال به مناسبت شغل طبابت که سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم - آخر تصحیف بحکم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودهٔ اُستادے"
" نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردید ؎

نخواهد کرد ترکِ بُت پرستیها دلِ زارم — که چون سنگِ سلیمانی ست مادرزاد زُنّارم

موج آبی چو رسد دانه ثمر ساز شود — ناخن اینجا شکند تا گرهے باز شود

می کند باز این دلِ شوریده آزارِ خودش — من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش

نگذارد بحرف گریه مرا — کاغذِ آب دیده را مانم

رشتهٔ حیاتم را همچو رشتهٔ تسبیح — صد گره بکار اُفتاد تا بیار پیوستم

نقش پائی او بهر گامے کند جان در تنم — خاک راهِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است

یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود — کے رود از یاد کس چیزیکه از بر می کنند

گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام — باری ازین قرار به بینم چه می شود

دین و دلے که داشتم از دست من کشید — در من نماند جز نفس آن هم کشیدنی ست

دریادِلی کن و زکدو پوچتر مباش — خواهد همیشه مرتبهٔ آشنا بلند

سیر باغی که بود بیتو کم از ماتم نیست — می کند سایهٔ هر نخل سیه پوش مرا

کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد — رو بپائین می کشد قد همچو باران دانه ام

به بزمِ وصل او کاش اینقدر هم می شدم محرم — که چون آئینه حرفی از پس دیوار می گفتم

کوکب سوخته میکرد گر اندک مددے — همچو آتش به دلِ سنگ تو جامی کردم

بجاے نامه شمعِ روشنی دادیم قاصد را — که طومار ست شرح سوز و پیغام زبانی هم

از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم — از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان را همه سرگشتگی از دستِ خود است حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را

خود ناتوان ولے ہُنر آموز مردم اند پیران قد خمیدہ کمانِ کبادہ اند

حرفِ بجز کس نشنیدم ز اہل ہند غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

(۴۷) خالص۔ سیّد حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کرد و در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ و بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پٹنہ و خطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ و ثروت عظیمے بہم رسانید۔

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صُحبتہا داشت

امتیاز خان اموال لکوک از نقود و جواہر و اقمشہ با خود می برد۔ خدایار خان[1] مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علّامۂ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ ہر چند مبالغہ کرد کہ پیشتر نباید رفت۔ و از ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد و سر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علّامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود آورد۔ خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خداباد طلبید۔ و کسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ و این حادثہ در سنہ اثنین وعشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علّامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان" ۱۱۲۲ھ

[1] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدایار خان۔

تا تاریخ یافتہ اند۔

دیوانش مطالعہ اُفتاد۔ صاف گوست۔ تلاشہا ہم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ؎

ما وطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم — رشتۂ تسبیح زد گوئے کہ ما مے خواستیم

بسائل آنچہ برآید ترا ز دست بدہ — نگاہدار زبان را و ہر چہ ہست بدہ

رسید فصل بہار و زمانہ گلچین است — سپند آتشِ مَی شو چہ وقت تمکین است

تیرہ روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است — روز چون شب می شود آئینہ فرد باطل است

نیست تقصیر کسے گر ما بہ بند اُفتادہ ایم — از جنونِ دوریِ خود در کمند اُفتادہ ایم

حق القدم گرفت گہر ہاے نیمرو — پایِ کسے کہ آبلہ زد در سراغِ ما

تو تا از دیدہ رفتی مانمی بینیم خود را ہم — جُدائی از تو چون آئینہ تنہا می کند مارا

تا نخوانند مشو سبز بہر انجمنے — کہ نباشد بہ چمن قدر گلِ خود رو را

بکوشش قاصدی میرفت بیدردان زنادانی — ہمہ مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را

دلبرِ من سکہ دارد پشت چشمِ نازکے — دیدہ گر برہم گذارد بازمے بیند مرا

ای کاش ہمچو رشتۂ تسبیح تار عمر — در کربلا گسستہ شود گر گسستنی است

با خستگی کہ لازمِ ارباب دولت است — دُشنام می دہند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جوابِ نامہ گر ننوشت دوست — از زبانِ خامہ مارا یاد نتوانست کرد

دیوانہ براہے رود و طفل براہے — یاران مگر این شہر شما سنگ ندارد

ہمّتِ ہر کس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست — آب چندین چشمہ از یک چشمۂ پل می رود

لُطفِ حق را کرد بر ما ظلمتِ عصیان غضب — آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند

نمی خواہم بغیر از من کسے از وی نشان یابد — چو برگردد الٰہی قاصدِ من بے خبر باشد

ساقی بیا کہ فصل خزان زود مے رسد — ای می تو ہم برس کہ سفرمے کند بہار

جُناغی راکہ با اغیار من دلخواہ می بندی　　اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم

کار نظارہ بعینک چو فتد چشم بپوش　　سرِ پیرت کہ دگر شیشہ نخود بند مکن

(۷۵) باذل[1] رفیع خان مشہدی

نسبش بخواجہ شمس الدین صاحب دیوان می پیوندد۔ وعمش میرزا محمد طاہر وزیر خان۔ درعہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا نوبت سر بلند گردید۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

وعم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد۔ نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسرانِ میرزا جعفر سرو قد بہ ہند آمدند و بخطابات و خدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اولین دیوان برہان پور شد و در اورنگ آباد سنہ ست و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ماتا تو شکستی دلِ مارا　　ہر پارۂ این آینہ عکسے ز تو دارد

دومین خانسامان شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد و ہمانجا در سنہ تسع و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۹) درگزشت۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ و قبرش در محمود پورۂ برہان پور است۔

---

[1] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ۔

مولدش رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت۔

وفاتش در سنہ ثلث وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۳) اتفاق اُفتاد۔

خیلے قوت بیانے دارد۔ و بہ اقتضاء تخلص خود فراوان جواہرِ زواہر بذل وایثار می نماید۔ حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است۔

نقشے از کلامش در نگین صفحہ می نشیند ؎

نگردد طور جای نقش پا معراج احمد را — یدِ بیضا بزک داری کند نورِ محمد را

کمر در کارِ اُمّت تنگ بستن اینچنین باید — بہ بین در نام او گنجیدنِ میمِ مشدّد را

امشب چو شمع ریخت ز ہر تار موے ما — ہر گریۂ کہ بود گرہ در گلوے ما

ما مستِ جامِ غبغب و مینا ے گردنیم — بر دوش مے کشند نکویاں سبوی ما

(۷۶) اثرِ شفیعائے شیرازی

سخن سازِ افسون طراز است۔ پدرش از مردم پرشگفت بودہ کہ موضعیست از اعمال شیراز۔

مؤلد و منشأ شفیعا شیراز است۔ در خوردسالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت۔ اکثر در شیراز بسر می برد۔ و باصفہان ہم رفتہ۔ با مستعدانِ آنجا صحبت داشت۔

کسانیکہ او را دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہر گاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین ومآتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتهٔ طولِ امل تار و جهان طنبور است — چه قدر بر سرِ این کاسهٔ خالی شور است

ز آبِ گلستان آموخت شوقم جانفشانی را — بپائی نونهالان صرف کردم زندگانی را

خط کرد ظاهر آن دهنِ غنچه رنگ را — درکار بود حاشیه این متنِ تنگ را

ز خلوت خانهٔ خود گوشهٔ درویش محزون را — چنان باشد که گیرد پادشاهی ربع مسکون را

بدعمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است — سنگ کم دزدِ ترازو را نگینِ دولت است

چون آن شعرے که اندازند کج طبعان بقطعیش — ز موزونی جُدائی بود حاصل عضو عضوم را

دوستان را کسوتِ تجریدے پوشد خدا — شاه می بخشد بخاصان خلعتِ پوشیده را

نسازد حق شناسان را مقید زیورِ دنیا — ز انگشتِ شهادت دست کوتاه است خاتم را

اثر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم — امانتدار خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش - محمد افضل

از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود - می فروش مصطبهٔ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی - عمرها در کوچهٔ شاعری شتافت - و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصر خود دریافت - چنانچه از "کلمات الشعرا"[1] که تالیف اوست سمت وضوح می یابد -

شاگرد محمد علی ماہر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

با شعر علی نمے رسد شعر کسے — زان سان که خطِ کس بخط میر علی

---

[1] نسخ متعدده از کلمات الشعراء در کتب خانه آصفیه حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انها نسخهٔ کتب خانه سراج الدین علی خان آرزوست که بسیار خوشخط است و اشاعت کننده این کتاب (محمد عبد اللہ خان) عزم بالجزم دارد که این نسخهٔ گرانمایه را بطبع رسانیده اشاعت دهد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد -

شخصے در مجلسے گفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست۔ فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود۔

بالطف ساعدت ید بیضا نمی رسد ۔۔۔۔ پیشِ لبت سخن بہ مسیحا نمی رسد

او اخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت۔

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شد۔ عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مآتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جامؔ[1] کلامش بگردش می آید ؎

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد ۔۔۔۔ سرت چون گردد از مستی جہان گرد سرت گردد

نظرے بر گلِ شبنم زدہ اُفتاد مرا ۔۔۔۔ آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

کار چون با ناقص اُفتد دست بردار از کمال ۔۔۔۔ ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال

تعزیر ہم بقدر بزرگی مقرر است ۔۔۔۔ از اسپ تازیانۂ انسان گران تر است

ز دست و پا زدنِ بسمل تو دانستم ۔۔۔۔ کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است

در عدم ہم ز عشق شورے ہست ۔۔۔۔ گل گریبان دریدہ می آید

از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ ۔۔۔۔ شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگِ تاک است

ہموار ز کس نہ بیند آزار ۔۔۔۔ نتوان کفِ دست خود گزیدن

(۷۸) طاہر۔ التفات خان نقدؔ صفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفترِ سلاطین صفویہ بود۔ مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

[1] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ۔

به دکن رسیدند- و با مخلص خان ربطی بهم رسانیده بتوجه او ملازمت پادشاه حاصل کردند- و بمنصبے کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دوّمین بخطاب ملتفت خان مورد التفات گردید

التفات خان درعصر خلد مکان فوجدار بیرار مضافات اورنگ آباد بود- و درعهد شاه عالم فوجدار کوه راز توابع گجرات احمد آباد شد و درزمان محمد فرخ سیر به فوجداری ماندو و مندسور از ملحقات صوبهٔ مالوا می پرداخت-

چون امیر الامرا سید حسین علی خان بدکن رسید- خود را بخدمت امیر الامرا رسانید- و مشمول الطاف گردید-

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دار الخلافه شاهجهان آباد گشت و در نواحی کهرکون رسیده در سنه تسع و عشرین و مائة والف (۱۱۲۹) بر دست قطاع الطریق رشتهٔ حیاتش انقطاع یافت-

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت- و بمثابهٔ قدرت داشت که سه کاتب در حضور او با اسباب کتابت می نشستند- هر سه را عبارت خود می فرمود- و فقرهٔ لاحق برائی هر کدام بے تامل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد- و با وصف آن خود هم دران حالت مشغول کتابت می بود-

از التفات خان است ؎

مکن گویا بعرضِ مدعا یارب زبانم را — ببند از موی چینی تار قانونِ فغانم را

شهید بیکسم پوشیده ام بعد از فنایِ خود — برنگِ مردهٔ فیروزه نیلی در عزاے خود

شهرتِ حسنِ تو شد از کشتهٔ دیدار تو — از نسیم بالِ بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار- میرزا ابو تراب

پسر التفات خان- خوش ذهن بود- و شعر خوب می گفت-

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار باین رباعی جواب ادا کرد ؎

گویند کہ ہجو کرد مارا جعفر　　شیرین و لطیف ہمچو شیر و شکر

صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار　　امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمانِ امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوہ و دامادی او بمیرزا جعفر آصف خان علاوہ بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمانِ جلوسِ شاہ جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات و بنگالہ و کشمیر و الہ آباد مامور گردید۔ و ہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاہ او را مجاز کرد کہ حکومتِ ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او با شاہ شجاع منسوب بود۔

و سلطان زین الدین بن شاہ شجاع از بطن آن عفیفہ متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوہ بحکومت صوبۂ اودھ مامور گشت و در ہمان سال از زینِ دارِ ملال درگزشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاہ خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[1] مامور گردید۔ و در سنہ مائۃ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائۃ و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت۔

---

[1] مآثر الامرا جلد صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

ودر عصر شاه عالم بمنصب چهار هزاری امتیاز یافت - ودر عهد محمد فرخ سیر سنه ثمان وعشرین ومأته والف (۱۱۲۸) ودیعت حیات سپرد -

دیوان واضح بنظر در آمد - چند غزل بخط واضح بر هوامش این نسخه ثبت بود - قصائد وغزلیات ورباعیات ومثنوی متعدد دارد -

این چند گل ازان چمن چیده شد -

عارف از وپُر است ولی او نمی شود ۔ آئینه رونما شود و رو نمی شود

زمقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را ۔ بود آبِ دمِ شمشیر صندل سرگرانی را

چه اُلفت است بزلفِ تو بیقراران را ۔ بلی سیاه پسند است سوگواران را

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا ۔ درطپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا

درعالم دل باختنِ خویش رواج است ۔ عمریست که ویرانهٔ ما وقفِ خراج است

بجیب صبح زخورشید گلفشانیها ست ۔ بجام پیریِ ما بادهٔ جوانیها ست

براهِ او چه درازیم نی دینے نه دُنیائے ۔ دلے داریم واندوهے سری داریم وسودائے

واضح به هیچ راه دلم وا نمی شود ۔ این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست

برمرادِ دلِ خود بال زدن نقصان است ۔ وقت آن خوش که مراد قفس انداخته است

دست فرسود نگه طلعتِ خورشید نشد ۔ حسن بے ساخته از فیضِ نگهبان دارد

گرچه آزادم ولی جانم فدائے دیگریست ۔ گرد سرگردانده صیادے مرا سرداده است

رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب ۔ یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است

بیخودشدنم آفت بینائے ادب بود ۔ ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد

رفتنیهائے جهان قابلِ دل بستن نیست ۔ این قدر بس کودمی خاطرِ خود شاد کنند

گلهٔ صاف به ازعفو غبار آلود است ۔ هست دوزخ گنهی که بمدارا نبخشند

بهار وقف صبا - گل بکام گلچین باد ۔ که ما به کنج قفس طرحِ آشیان کردیم

بکاغذ اگر پیچیده ام یعنی دلِ خود را مباد اگر یه بر عالم کنی ای نامه بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم در صنفِ رعیت اند نے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جہاندار شدند چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل۔ میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان۔ وشہرۂ سحر پردازان است۔ در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد۔ طبع دُرّ اکش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانده۔ وچہ ثمرہائے نورس کہ از نہال قلم افشانده۔ خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران۔ وطلاے دستمایۂ کامل عیاران است۔ از آغاز شعور تا دمِ آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ۔ وچراغ عجبے بر مزار خود افروختہ۔

از نژاد قوم برلاس است۔ در بلدۂ عظیم آباد تپنہ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبدء حال نوکر شاہزادہ محمد اعظم بن خلد مکان بود۔ و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزادہ رسانید۔ شاہزادہ فرمود۔ قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا رتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت۔ ہر چند یاران مقید شدند کہ قصیدہ در مدح شاہزادہ توان گفت۔ سر انکار باز زد و نوکری را ترک دادہ در دار الخلافہ شاہجہان آباد گوشۂ انزوا گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد۔

حق تعالیٰ او را اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود۔ امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجا می آوردند سیما نواب شکر اللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکر اللہ خان از سادات خواف است و دامادِ عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مأتہ و الف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت میر لطف اللہ شکر اللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیچ خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہر گاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری ہستی اثری یا پیِ تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی رنگِ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند" ۱۱۳۱

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبد الصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

وچون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد۔ میرزا درہمان ایام بہ شاہجہان آباد معاودت نمود۔ وسیوم ماہ صفر سنہ ثلث وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید۔ و درصحن خانۂ خود مدفون گردید۔

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطور خود دارد و بطور جمہور نیز فراوان جواہر سخن در رشتۂ نطق کشید۔ اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود و خطِ نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد۔ چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است۔

واز بس قوّت طبع گاہے با دپای فکر تندمی تازد و بطور مُلّا ظہوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد۔

ومیرزا را بحر کامل مرغوب اُفتادہ و درین بحر شنائی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند۔ خالی از عذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدّین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبرِ قدِ دلکشش اگرای صبا گذرے کنی　　بہوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ را خبرے کنی

واز مطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق ومن گدا۔ چہ کنی جز این کہ نخوانیم　　درے دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر درآمد۔ این چند گوہر ازان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان را شراب دیگرے درکار نیست　　جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول اُفتد　　بجای عذر دل آوردہ ام قبول اُفتد

دیدۂ انتظار را دامِ اُمید کردہ ام　　ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر ز فقر بر سرِ دُنیا زدیم پا　　خلقی بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا

کافرم گر مخمل وسنجاب می باید مرا　　سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نہ حسن فرنگ آفریدن است — بہزادی تو دست ز دنیا کشیدن است

تنعم زبندِ لباسِ تکلف آزاد است — برہنگی ببرم خلعتِ خدا داد است

اُلفتِ تن باعثِ فکر پریشانِ دل است — دانہ صاحب ریشہ از آمیزشِ آب و گل است

کسے از التفاتِ چشم خوبان کام بر دارد — کہ بر ہر استخوان صد زخم چون بادام بردارد

من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش — ای ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش

شکوہِ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم — باقبالی کہ دل برخاست از دُنیا بہ تعظیم

باز بیتابانہ ایجادِ نوائے مے کنم — مطلب دیگر نمے دانم دُعائے مے کنم

من درین بحر نہ کشتی نہ کدومے آرم — چون حباب از برِ خود جامہ فرومے آرم

درین حدیقہ نہ قدر دانِ حیرانی — بشوخیِ مژہ ترسم ورق بہ گردانی

جمع گشتن دلِ مارا بہ تسلّی نرساند — از گہر کیست بر دشیوۂ غلطانی را

چہ وجود و چہ عدم بست و کشادِ مژہ است — چون شرر ہر دو جہان را بنگاہے دریاب

سرگرانی لازمِ ہستی بود بیدل کہ صبح — تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیدہ است

گر تامل قفسِ بیضۂ طاؤس شود — در شبستانِ عدم نیز چراغانی ہست

دل سخت گرہ شد نخمِ ابروے نازش — در طاق تغافل ہمہ نقاشیِ چین است

صاف معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم — چون بطنِ می باطنِ من عالمِ آبِ من است

بہستیِ تو اُمید است نیستی مارا — کہ گفتہ اند اگر ہیچ نیست اللہ است

بہر طرف گزری سیر نرگستان کن — بقدر نقش قدم چشم دوستان باز است

تا نفس باقی ست ظالم نیست بیفکرِ فساد — گوشہ گیرِ فتنہ می باشد کمان را تا دم است

قلندرانہ حدیث است زاہد مغرور — تو غرۂ بہ بہشتی کہ جائے ریدن نیست

کینہ در طبع ملائم نکند نشو و نما — فارغ از جوش غبار است زمینی کہ نم است

حسن بے مشق تامل نگذشت از دلِ ما — صفحۂ حیرتِ آئینہ عجب خوش قلم است

مشقِ ستم زطینتِ ظالم نمی رود — زورِ کمان دمے کہ نماند کبادہ است

کس نرفتے بعدمِ ہستی اگر جامی داشت — خلقے از تنگیِ این خانہ بصحرا زدہ است

کاش ہجران دادِ من میداد گر وصلی نبود — شمعِ تصویرم کہ از من سوختن ہم ننگ داشت

گر برآمد از صدف گوہر اسیرِ رشتہ است — خانہ غربت دلِ آگاہ را دامِ بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گہر برداشتن — آنچہ بردارد دولت زین خاکدان قدِّ دوتاست

نہ دام دانم و نی دانہ این قدر دانم — کہ دل بہر چہ کشد التفات صیّاد است

در نیامِ ہر نفس تیغِ دو دم خوابیدہ است — چون سحر در قطعِ ہستی خنجرے درکار نیست

آن قدر سعی بہ آبادی ما لازم نیست — خانۂ چشم بہ امداد نگاہی برپاست

گویند بہشت است و ہمہ راحتِ جاوید — جائیکہ بداغی نہ طپد دل چہ مقام است

چون سایہ باش یک قلم آئینۂ نیاز — آن را کہ سجدہ جزو بدن نیست بند نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است — رشتہ را کہ گرہ جمع نسازد دو سر است

مردہ ہم فکر قیامت دارد — آرمیدن چہ قدر دشوار است

بگذر از اندیشۂ یوسف کہ در کنعانِ ما — یا نسیمِ پیرہن یا جلوۂ پیراہن است

ہیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاہ نیست — ورنہ جائے نامہ پیشِ یار ما را خواندن است

ہر کہ رفت از خود بداغِ تازہ ام ممتاز کرد — آتشِ این کاروانہا جملہ بر جانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دہر بکید غالب اند — آنکہ از مردان بمردی باج میگیرد زن است

آبرو با عرضِ مطلب جمع نتوان ساختن — دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم — نقاشِ عرق ریزِ حیا نقشِ مرا بست

خوارِ دیوانِ دہر عزتِ ما بیش کرد — فرد چو باطل شود نثر ورقِ دفتر است

قماش فہم نداریم ورنہ خوبان را — اُتوی پیرہنِ نازچینِ پیشانی است

زین ندامت خانہ بیرون رفتنت دشوار نیست — ہر قدر دستی کہ می سائی بہم پا می شود

برنگِ آب سیر برگ برگِ این چمن کردم — گلِ داغ است بیدل آنکه بوئے از وفا دارد

دانم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید — تا در قدمِ سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنان خود داری — قدم بهرچه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ — خواب من آواز این دو لاب بُرد

در مجلسے که عزّت موقوفِ خود فروشی است — دیگر کسے چه باشد گر میرزا نباشد

چو برگردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل — سلامت سخت می لرزد بران سنگے که مینا شد

بدماغِ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است — مگر از دکانِ قصابِ جگرے خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم — بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد

اگر مردی در تخفیفِ اسبابِ تعلّق زن — کز انگشتِ دگر انگشتِ نریک بند کم دارد

کج ادایانه به ارباب مطالب سر کن — راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز — کم کسے اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی — ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هرچند کار فرداست امروز مفت خود گیر — شاید دماغ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی — تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم — دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند — رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بتخانه ازین تشنه سلامی — خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیریِ ما ناساز هیچکس نیست — ویرانه ایم امّا بسیار خوش هوائیم

چندانکه ز خود می روم آن جلوه به پیش است — رنگے نشکستم که برنگے نرسیدم

نشئهٔ تحقیق مارا شعلهٔ جوّاله کرد — گرد خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه — دریاست می ریخته از جامِ حبابم

در وصل ز محرومیِ دیدار میرسید — آئینہ نفہمید کہ من با کہ دو چارم

طپیدم نالہ کردم - آب گشتم خاک گردیدم — تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن

چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم — تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند — مردم قانون جستجو ساز کنند

قوال فلک بدست گیرد دفِ مہر — دنیا طلبان پازدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او بر زبان قلم گزشتہ - محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بعرض بیان در آید - و این جملہ معترضہ نقاب از صورت حال وا نماید - و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم - و او ہم کلک را مطلق العنان می سازم -

(۸۲) سید عبد اللہ خان[1]

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود -

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سید محمد صغری بلگرامی نوّر اللہ ضریحہ نگارش یافت -

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء -

سنیہ و خصائل رضیہ خصوص سخاوت و شجاعت کہ ازین دو صفت والا آثار غرا بظہور رساندند۔ و نقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد بر لوح روزگار نشاندند۔ و از مبادی ایام عروج تا منتہے بخوبی و نیکنامی بسر بردند۔ و از آبیاری عدل و احسان عرصۂ ہند را رشک فردوس برین ساختند۔ لیکن در اواخر دولت راہ غلط پیمودند و تار و زقیامت داغ بدنامی بر خود بردند۔ اما نزد ارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس آبرو و حفظ جان عزیز بود کہ اینہا مدۃ العمر جانفشانیہا نمودند۔ و لوازم دولت خواہیہا بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم از حقوق پوشیدہ در صدد قلع و قمع افتادہ و تا زندہ بود ہمین خیال در سر داشت۔ آخر این رای سقیم باعث زوال سلطنت شد و دولت پادشاہ و سادات ہر دو بر ہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہٗ در مناقب السادات میفرمائد کہ:۔

"امارت صحت سیادت خلق محمدی است و سخاوت ہاشمی و شجاعت حیدری باید"

"کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد۔ و احیانا بحکم نفس امارہ"

"اگر مرتکب عصیانے شود۔ آخر کار سببے رو می دہد کہ باعث نجات اخروی می گردد"

مصداق این کلام درین ہر دو برادر مشاہدہ افتاد کہ مظلوم ازین عالم رفتند و غازۂ شہادت بر رو مالیدند۔ نام اصلی قطب الملک حسن علی است و نام اصلی امیر الامرا حسین علی۔ شہادت اول بہ زہر واقع شد۔ و شہادت ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادر کلان در عہد خلد مکان بخطاب خانی و فوجداری نذر بار و سلطان پور از توابع بکلانہ سرفرازی یافت و بعد ازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید۔

و چون شہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم از پیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری ملتان مامور شد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت۔ صحبت

او باشاہزادہ کوک نشد۔ و آزردہ خاطر بہ لاہور برگشت۔ در آن وقت میر عبدالجلیل بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت۔ چون حسن علی خان از نواحی بھکر قصد لاہور کرد۔ میر سلوکہاے پسندیدہ بعمل آورد۔ ابتدای ربط باسادات این است وقتے کہ خلد مکان علم بملک جاودانی زد۔ و رایات شاہ عالم از پشاور بہ لاہور خرامید حسن علی خان را بمنصب سہ ہزاری و عطای نقارہ و بخشیگری فوج جدید سرافراز ساخت۔

و در جنگ محمد اعظم شاہ بہراولی فوج محمد معز الدین کہ ہراول مجموع عساکر شاہ عالمی بود مقرر گردید۔ وقتے کہ جنگ تراز و شد۔ حسن علی خاں و حسین علی خان و نور الدین علی خان برادر سیوم برسم تہور پیشگانِ ہند خود را از فیل انداختند و باجمعیت سادات بارہہ پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نور الدین علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمہای نمایان برداشتند و سرخ روئی فتح و ظفر حاصل کردند حسن علی خان بمنصب چہار ہزاری و صوبہ داری امیر مباہی گشت۔ و بعد ازان بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معز الدین رسید۔ حکومت الہ آباد از عزلِ او بنام راجی خان مقرر شد و سید عبد الغفار از احفاد سید صدر جہاں صدر الصدور پہانوی بہ نیابت راجی خان متوجہ الہ آباد شد۔ سید حسن علی خان فوجے بمقابل برآورد و در سواد الہ آباد جنگ اُفتاد۔ سید عبد الغفار بعد غالب شدن مغلوب گردید۔ عنان عطف ساخت۔ محمد معز الدین باقتضای غفلت و عیاشی دست از تدارک برداشتہ در استمالت سید حسن علی خان افتاد و بہ ارسال فرمانِ بحالی الہ آباد و اضافۂ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پٹنہ کہ بمزید شجاعت و وقار و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت۔ چنانچہ در ترجمۂ او نگارش می رود۔ و بہ حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود حسن علی خان بچاپلوسی محمد معز الدین کہ از وقت صوبہ داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نہ کردہ از تہ دل بہ محمد فرخ سیر گرویدہ درخواست قدوم الہ آباد نمود۔

محمد فرخ سیر در چنین ہنگام اتفاق این دو برادر بہادر صاحب فوج از امارات اقبال خود دانستہ از بلدۂ پٹنہ بہ الہ آباد رسید و با حسن علی خان مشافہۂ تجدید عہد پرداختہ امیدوار مزید عنایات ساخت و بہ ہراولی فوج مقرر فرمود۔ و عازم پیش گشت۔

عزالدین پسر کلان محمد معز الدین بہ اتالیقی خواجہ حسین مخاطب بہ خان دوران از دار الخلافہ شاہجہان آباد تبقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید۔ و در حوالی کھجوہ از توابع الہ آباد رسیدہ انتظار حریف می کشید۔ بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عزالدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راگریز گرفت۔

فوج محمد فرخ سیر کہ در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاہ عزالدین تقویتے کمال بہم رسانید و روانہ پیشتر شدہ در نواحی اکبر آباد خرامش نمود۔

محمد معز الدین نیز از دار الخلافہ کوچ کردہ بہ اکبر آباد آمد۔ و در فکر عبور دریائے جمن (جون) بود کہ حسن علی خان پیش قدمی نمودہ از متصل سرای روز بہانی چہار کروہی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گزشت۔ اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو بہ پراگندگی آوردہ بودند۔ معدودے ہمراہ رکاب رسیدند۔ سیزدہم ذی الحجہ سنہ ثلث و عشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد۔ نسیم فیروزی بر الویہ محمد فرخ سیر وزید۔ و محمد معز الدین بتغییر وضع راہ دہلی گرفت۔

درین کارزار از ہر دو برادر تردداتِ نمایان بظہور رسید۔ سیّد حسین علی خان برادر خورد زخمہای کاری برداشتہ در میدان افتاد۔ بعد جلوہ افروزی شاہد فتح حسن علی خان برادر کلان بر جناح استعجال روانہ دار الخلافہ گشت۔ و پادشاہ نیز بہ تفاوت یک ہفتہ سایۂ وصول بر ساحتِ دہلی انداخت۔ حسن علی خان بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب سید عبد اللہ خان قطب الملک بہادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایہ گشت۔

چون عروج رُتبہ این ہر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صدد شکست اُفتادند۔ و بہ تسویلات واہی مزاج پادشاہ را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید کہ ہر دو برادر خانہ نشین گشتند۔ و بہ ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند والدۂ پادشاہ کہ با ہر دو برادر اظہار دوستی می نمود و از قدیم واسطۂ اصلاح بود۔ بخانۂ قطب الملک آمدہ مجدداً عہد و پیمان استوار ساخت۔ ہر دو برادر بملازمت رسیدہ شکوہای محبت آمیز درمیان آمد۔ و چند روز زمانہ بہ آرامش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاہ را برہم زدند۔ ہر روز صحبت بے مزہ تر می گشت۔ و مادۂ نفاق کہ خانہ برانداز کہنہ دولتہاست می افزود۔ تا آنکہ امیر الامرا بصوبہ داری دکن مرخص گشت۔ و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشتہ عنان وزارت بدست راجہ رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری ہمراز و دمساز پادشاہ گردید و کنگاش قلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک بہ امیر الامرا نوشت کہ کار از دست رفتہ است پیش از انکہ چشم زخمی بہ آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا باکمال تسلط و جبروت از دکن روانہ شدہ سواد دہلی را معسکر ساخت و پادشاہ را پیغام کرد کہ تا کہ بند و بست قلعہ بہ اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاہ خدمات قلعہ را بہ متوسلان امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعہ امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

وہشتم ربیع الآخر بہ ارادۂ ملاقات ثانی فوجہا آراستہ داخل شہر شد و در حویلی شایستہ خان فرود آمد۔ قطب الملک و مہاراجہ اجیت سنگھ در قلعہ رفتہ بدستور روز اول بہ بندوبست قلعہ پرداختند و کلید دروازہ بدست آوردند۔ آن روز و شب بہمین منوال گذشت۔ مردم شہر واقف نشدند کہ شب در قلعہ چہ واقع شد چون صبح دمید۔ قتل قطب الملک شہرت دادہ افواج پادشاہی از ہر جانب مرتب شدہ بر سر امیر الامرا خواستند ہجوم آرند امیر الامرا بہ قطب الملک گفتہ فرستاد کہ چہ جائے توقف است زود از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نہم ربیع الآخر سنہ احدی و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۱) پادشاہ را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاہ عالم را از حبس برآوردہ بر تخت نشاند و صدای نقارۂ جلوس او آشوبی را کہ در شہر برپا شدہ بود فرو نشاند۔

رفیع الدرجات در حالتِ حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست دادو بعد سہ ماہ و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدولہ را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و بہ شاہ جہان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکوسیر در قلعہ آگرہ خروج کرد۔ امیر الامرا با بادشاہ بسرعت خود را رسانده قلعہ را مفتوح ساخت۔ ناگاہ فتنۂ دیگر گل کرد۔ جَی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاہ جہان ثانی برای دفع جَی سنگھ بہ فتح پور سیکری شتافت و با جَی سنگھ صورت مصالحہ درمیان آمد شاہ جہان ثانی نیز بعد سہ ماہ و چند روز بمرض اسہال درگذشت۔

ناگزیر روشن اختر بن جہان شاہ بن شاہ عالم را از دار الخلافہ طلبیدہ

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۱) براورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ وبہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہرچند سادات خود دعوئ سلطنت نہ کردند واولاد تیموریہ را بر تخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ دمی بہ آسایش نگذرانیدند ونفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریاہائے فتنہ از ہرچہار طرف بتلاطم درآمد واسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر وشہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہورمنش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیر الامرا با پادشاہ قصد دکن کرد وقطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہارکروہی اکبرآباد فتحپور رویہ رخصت دار الخلافہ دہلی شد وہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدن امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہا را برآوردہ بر تخت نشاند۔ یازدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را بر تخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید وبہ استمالت امراء قدیم وجدید پرداخت۔ وفوج علی العموم نگاہ داشت وآنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد وجنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ ویاران ودوستان کرد وگفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر اُفتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳) بموضع **حسن پور** رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانۂ محمد شاہی باہتمام **حیدر قلی خان** میر آتش بیم در کار بود و مردم بارہہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک و شترنال کہ آنے فرصت نمی داد فوج **قطب الملک** پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ **قطب الملک** ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر بر آورد۔ فوج **محمد شاہی** یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات بسمل شدند۔ و **سید نجم الدین علی خان** زخمہائے کاری بر داشت۔ **قطب الملک** خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ **حیدر قلی خان**۔ با جمعی بر سر وقت **قطب الملک** رسیدہ او را بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ **حیدر قلی خان** فرمود۔ **قطب الملک** در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بسیار سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ **قطب الملک** تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست و گفت الٰہی تو میدانی کہ این شئ حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔

و این واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار اوست نہر **نیت پر گنج** واقع **شاہجہان آباد** کہ از بی آبی حکم کربلا داشت۔ **قطب الملک** در سنہ سبع و عشرین و مآتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی گوید ؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبد اللہ خان — نہر خیری کرد جاری آن وزیر محتشم
بہر آن عبد الجلیل واسطی تاریخ گفت — نہر قطب الملک مدّ بحر احسان و کرم ۱۱۲۷ھ

و نیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد ؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است — یمین الدّولہ عبد اللہ خان است
بدیوان چون نشیند نو بہار است — بمیدان چون درآید ذو الفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان[1]

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت و شجاعت و علو ہمّت و تمکین و وقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل تردّدات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری و عنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشّان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پتنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعز الدولہ خان جہان بہادر از تغیّر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پتنہ

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتها بخودسری گزرانیده ونسبت به برادران دیگر نزد جد و پدر رتبهٔ نداشت رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشته بعذر عسرتِ اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکه شاه عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبه وسکّه بنام پدر نموده در فراهم آوردن مردم همّت گماشت - درین اثنا خبر کُشته شدنِ عظیم الشان رسید - در ربیع الاوّل سنه ثلث وعشرین ومآته والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت -

وسید حسین علی خان ناظم پٹنه را به وعدهٔ عنایات مستمال ساخته رفیق گردانید وازین جهت سید حسن علی خان ناظم الٰه آباد نیز طریق رفاقت سپرد - در کمتر زمانی افواج کثیره مجتمع گشت اما بنا بر قلت خزانه تا رسیدن اکبر آباد دوازده هزار سوار بیش نماند -

سید حسین علی خان روز جنگ به اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبه داری اُولیسه وزین الدین خان پسر بهادر خان رُهیله مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر که توپ وضرب زن بسیار پیش روچیده ایستاده بود اسپان تاخته درزنجیرهٔ توپخانه درآمد - چون عرصهٔ وغا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور هند پیاده گشته زخمهائے کاری برداشته برزمین اُفتاد - وآن دو سردار بار فقاء بسیار مردانه نقد زندگانی نثار نمودند -

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیر الامرا بهادر فیروز جنگ ومنصب هفت هزاری هفت هزار سوار وخدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند رتبگی نواخت ودرسال دوم جلوس به افواج سنگین به تنبیه اجیت سنگھ مرزبان سرزمین مارواڑ که لوای تمرد افراخته بود - مامور گردید وتا میرتھ هر جا تعلّقهٔ او بود لگدکوب تاراج ساخت - راجه از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدرزد ودر مکانهای استوار خزید -

درین یساق آنچه از اجرای حکم امیرالامرا نقل می کنند این است که :-

"چون دیهات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باهم مخلوط اند و رعایای تعلقه اولین از

"هراس رو بفراری آوردند - و بنا راجیان حکم بود که مواضع خالی را یغما کرده آتش زنند

"و مکانهای آباد را مزاحمت نرسانند - رعایای اجیت سنگھ این را دیده بوساطت

"رعایای جی سنگھ امان خواسته می آمدند - همان وقت سزاولان تعین می شدند که بنا راجیان

"گویند که آتش فرو نشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد -

"بعضی ثقات از مردم دیه استفسار کردند باتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانے

"بما نرسید -

وضبط و فتق امیرالامرا همیشه برین منوال بود -

افواج او از راه باریکے مابین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود که از جاده تفاوت کند - دست بزراعت رسانیدن معلوم -

القصه اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاهده کرد وکلاء معتبر فرستاده تقدیم پیشکش وارسال پسر کلان خویش ابی سنگھ نام و تزویج دختر خود به پادشاه که در عرف این دیار دولہ گویند مستدعی عفو جرائم گردید - امیرالامرا بمصالحه پرداخت و ابی سنگھ را همراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دولہ گزاشت و بعد رسیدن دولہ طوی پادشاه منعقد گشت -

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاهان پیشین کم جلوه ظهور نمود - علامه مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده -

بعد ازین پادشاه امیرالامرا را به صوبه داری دکن مقرر فرمود - چون میر جمله سمرقندی هر روز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت - قرار یافت که اول میر جمله بصوبه داری پتنه راهگرا گردد بعد ازان امیرالامرا رخصت دکن

شود۔ میر جملہ روانہ پٹنہ شدو امیر الامرا در سنہ سبع وعشرین و مأتہ والف (۱۱۲۷) متوجّہ دکن گردید۔

وقت رخصت مواجہۃً عرض کرد کہ اگر در غیبت من میر جملہ بحضور رسید۔ یا بہ قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیدہ دانند پادشاہ از قباحت نافہمی بوساطت خان دوران مخفی بہ داؤد خان ناظم برہان پور تحریض مخالفت نمود۔

داؤد خان با آنکہ سادات در ابتداء سلطنت محمد فرخ سیر واسطۂ جانبخشی اوشدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبہ داری برہان پور از پادشاہ بنام او گرفت۔ واداز گجرات احمد آباد بہ برہان پور آمد بحکومت آنجا می پرداخت چشم از حقوق سادات پوشید ارادۂ مخالفت مصمّم ساخت۔

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاہر شد کہ داؤد خان سررشتۂ موافقت گسستہ خیال ملاقات ہم در سر ندارد۔ امیر الامرا در فکر اصلاح اُفتاد و پیغام کرد کہ در صورتِ توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانۂ دار الخلافہ باید شد از ما مزاحمتے نیست۔

داؤد خان پائی جہالت افشردہ کار بہ پرخاش رسانید ناگزیر یازدہم رمضان سنہ سبع وعشرین و مأتہ والف (۱۱۲۷) عرصۂ مبارزت در سواد برہان پور آراستہ گشت و جنگے عظیم رو نمود۔ داؤد خان بزخم تفنگ نقد ہستی باخت۔ بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا بہ اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید۔

وعنقریب کہندو ویہاریہ سیناپتی راجہ ساہو در صوبہ خاندیس سر بہ فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را بہ تنبیہ او تعین فرمود۔ ودر پرگنہ بہانیر دو چار گشتہ بجنگ در پیوست۔ ذو الفقار بیگ جرعۂ شہادت چشید۔

و باقی فوج بیغما در آمد- سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجه محکم سنگھ بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان باز نه کشیدند- و محکم سنگھ تا قلعه ستاره مسکن راجه ساهو دقیقه از نهب و تالان فرو نگذاشت-

چون پادشاه به اغوای دولت براندازان- و سرداران دکن خصوص راجهٔ ساهو در باب مخالفت امیر الامرا- بایما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در دهلی با قطب الملک هر روز صحبتے تازه و نزاعے نو برمے انگیخت و صدای بگیر و بکش هر وقت بگوشهامے رسید- قطب الملک همیشه امیر الامرا را به آمدن دهلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانه بدشمن بیگانه ساخته در سنه تسع و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۹) با راجه ساهو بتوسط سنکراجی ملهار و محمد انور خان برهان پوری که تاحین تحریر در قید حیات است و فقیر را با او صحبتهای مستوفی اتفاق افتاد- صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع- و نگاه داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن- اسناد چوتھ و سردیسمکی شش صوبهٔ دکن بمهر خود با تنخواه کوکن وغیره ملکے که راج قدیمش می نامند حواله نمود-

مخفی نماند که در اواخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیم صلح در میان آید- باین شرط که سرصد از محصول ملکی نه روپیه بصیغهٔ سردیسمکی حصهٔ غنیم مقرر شود پادشاه میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاهی بیارد- آخر رای پادشاه برگشت و میر ملنگ را که هنوز اسناد حوالهٔ غنیم نه کرده بود بحضور طلبید- و در عهد شاه عالم سرصد ده روپیه سردیسمکی به غنیم مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید- و در ایام حکومت داؤد خان چوتھ یعنی چهارم حصه از حاصل ملک سوای سردیسمکی به غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت اما سند بعمل نیامده بود- امیر الامرا بطوریے که گذشت سند چوتھ حواله نمود- آخر نخوست این تربیع سخت سرایت کرد و رفته رفته غنیم شریک غالب شد و قوّت عجیبے بهم رساند

امیر الامرا بعد مصالحه عازم دارُالخلافه شد و غره محرم سنه احدی و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت وصولت تمام از خجسته بنیاد کوچ کرد و معین الدین نام مجهول الحالے را پسر شاهزاده محمد اکبر بن خلد مکان قرار داده همراه گرفت و به پادشاه نوشت که در تعلقه راجه ساهو سر کشیده بود او را دستگیر ساختم و احتیاط لازم دانسته خود بحضور می آرم-

اواخر شهر ربیع الاول در حوالی دهلی جانب لات فیروز شاه مخیم ساخت و خلاف ضابطهٔ حضور نوبت نواخته داخل خیمه شد- و مکرر ببانگِ بلند گفت که من از نوکری پادشاهی بر آمدم-

و بعد ازان که بندوبست قلعه را باختیار خود کرد پنجم شهر ربیع الآخر ملازمت پادشاه نمود و گذارشِ گلها کرد- و باز هشتم ماه مذکور بشهرت سپردن شاهزادهٔ جعلی سوار شده در حویلی شایسته خان داخل گشت و قطب الملک با راجه اجیت سنگھ به بندوبست قلعه شتافته هیچکس را در انجا نگذاشت و پادشاه را مقید ساخت طوریکه در ذکر قطب الملک گذارش یافت-

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان که در قلعه اکبر آباد مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر افراشت امیر الامرا بر جناح استعجال رسیده به محاصره سه ماه و چند روز قلعه را مفتوح ساخت- و بموکب شاه جهان ثانی که برای تنبیه راجه جی سنگھ سوائی تا فتحپور سیکری رسیده بود ملحق گردید و صلح درمیان آمد-

درین ضمن چھبیلہ رام قوم ناگر ناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا و قطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فرو نشستن فتنۂ الہ آباد توقفِ آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گردھر بہادر برادرزادۂ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتے کہ عمش گذاشتہ بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوجی تعین شدند و تبعویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گردھر بہادر صلح واقع شد

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۂ دیگر وا نمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۂ مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن بر گرفت۔ و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن را بتصرف در آورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت وسخاوت وکرم وحلم و مواسات فطری داشتند و کافۂ انام را مشمول انواع احسان ساختند و ہرگز مجوز ستم وبیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا را صرف کرد کہ دستگرفتہای سادات از سادات برگشتند و ہر چند می دانستند کہ زوالِ دولتِ ایشان باعث خانہ خرابی ماست۔ می گفتند الٰہی این کشتی غرق شود ما ہم فرو رویم از بیگانگان چہ توان گفت۔

بعد برہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بہ نیکی یاد می کردند و گروہی بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشہا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آوردہ ؎

دیدی که چه با شاه گرامی کردند　　صد جور و جفا ز راهِ خامی کردند

تاریخ چو از خرد بجستم فرمود　　سادات بوی نمک حرامی کردند

۱۱۳۱ھ

و میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرد ؎

با شاهِ سقیم آنچه شاید کردند　　از دستِ حکیم هر چه آید کردند

بقراطِ خرد نسخهٔ تاریخ نوشت　　سادات دوا اش آنچه باید کردند

۱۱۳۱ھ

• القصّه اعتماد الدوله محمد امین خان بنا بر قرابت قریبه که با نواب نظام الملک داشت در فکر غدر اُفتاد - و میر حیدر کاشغری را بران داشت که قابو یافته بقطع رشتهٔ حیات امیر الامرا اقدام نماید -

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است - و جد کلانش میر حیدر[1] صاحب تاریخ رشیدی همواره ملتزم رکاب بابری و همایونی بود - چندے به فرمان روائی کشمیر هم رسید - و از جهت میر شمشیری اینها را میری گویند -

ششم ذی الحجه سنه اثنتین و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۲) در منزل توره سی و پنج کروه عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد - امیر الامرا بعد داخل شدنِ پادشاه در محل سراپا لکی سواره بخانهٔ خود برگشت همین که متصل کلال باری یعنی احاطهٔ چوبین که گرد خیام پادشاهی نصب کنند رسید - میر حیدر که روشناس وراه حرف داشت فرد احوال خود بدست امیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود - چون امیر الامرا مشغول خواندن شد بچستی خنجر آبداری به پهلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور اللہ خان از اقرباء امیر الامرا پیاده همراه می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا در آورد - و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا را جدا کرده نزد پادشاه بردند

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحه ۳۳۴ مطبوعه کلکته -

وپس ازین ہنگامہ لاش او را بحکم پادشاہی تکفین نمودہ ونماز جنازہ خواندہ بہ اجمیر نقل کردند و درجوار پدرش سید عبد اللہ خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحہ مرد صالحے در رویا دید کہ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ امیر الامرا خطاب کرد کہ بَلَغَ وَعْدُکَ ۳۲ھ وَغَلَبَ عَدُوُّکَ ۳۲ھ بعد شہادت امیر الامرا چون حساب کردند ہر یک فقرہ تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است کہ در قریب العہد کم امیری باین خوبی در عرصۂ ظہور آمد نسخۂ جامع اخلاق حمیدہ بود۔ وفور طعام وصلاے عام سرکار او مشہور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند کہ در عہد امیر الامرا اکثر مردم در خانۂ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصۂ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاہ می دادند۔

اجراء بلغور خانہا از غلہ پختہ وخام واحداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیمہ ہند و دکن از اعمال خیر اوست۔ وتا امروز جاری است درین مجالس با مشائخ وفقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابہ در دستِ خود گرفتہ بر دستِ مہمانان آب می ریخت۔

وپیش از وصول دکن زر مہم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظہار قلت مداخل وکثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معہذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال مُلّا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور کہ زیادہ بر یک کرور روپیہ بود ضبط نمود۔ مُلّا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثہ بحضور رسید و پانزدہ لکہ روپیہ بشرط معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشتہ داد۔ روزے صبح مُلّا عبد الحیّ را طلبیدہ اموال بانیاز معاف کردو بہ عطای خلعت نواختہ رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادلہ شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکه امیرالامرا ازدکن بدارالخلافه معاودت نمود- می خواست که امین الدوله وقائع خوان حضور پادشاهی را بنابر تقصیری که از امین الدّوله درغیبت امیرالامرا صادرشده بود معاتب سازد- روزے که امین الدّوله بملازمت امیرالامرا رسید واز دردرآمد میرعبدالجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید که رسول الله صلے الله علیه وسلّم درحق انصار وذریت انصار دعا کرده ودر مراعاتِ ایشان وصیتها نموده وفرموده تَجَاوَزُوا عَنْ مُّسِیْئِهِمْ یعنی درگذرید ازگنهگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی الله علیه وآلِه وَسلّم وامین الدّوله از اولادِ انصار رضی الله عنهم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیه عفو شود- امیرالامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد وامین الدّوله را مشمول مهربانیها ساخت

میرعبدالجلیل دران وقت با امین الدّوله آشنا نبود امّا می دانست که از اولاد انصار است چون میر طریقهٔ محدثین داشت وهموارہ درمراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار برخود لازم دید-

امیرالامرا خوش ذهن بود وشعر خوب می فهمید- ودرفن تاریخ دانی متفرد می زیست وارباب کمال را فراوان دوست می داشت وبعد نماز صبح اذن بود که صاحب کمالان درآیند وتا یکپاس روز با اینها صحبت می داشت وتاکید بود که دران وقت دیوانیان ومتصدیان حاضر نشوند-

میرعبدالجلیل مرحوم تعریف خوش فهمی امیرالامرا بسیار می کرد ودرمرثیهٔ امیرالامرا قصیدهٔ غرّا بنظم آورده واز فرط محبتے که با امیرالامرا داشت بکمال وا سوختگی حرف زده قصیده این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبینِ هند — زد جوش خونِ آلِ نبی از زمینِ هند
شد ماتم حسینِ علی تازه در جهان — سادات گشته اند مصیبت نشینِ هند

نیلی است زین معامله پیراہنِ عرب
وز خونِ گریہ سُرخ شد است آستینِ ہند

گیتی چرا سیاہ نہ گردد ز دودِ غم
خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ ہند

ہند این چنین مصیبتِ عظمی ندیدہ است
دیدیم داستانِ شہور و سنینِ ہند

از داغ دل ز دند چراغانِ اشک جوش
این است نوبہار گُلِ آتشینِ ہند

ماہی در آب می طپد و مرغ در ہوا
از شیونِ عظیمِ امیرِ مہینِ ہند

فرزندِ مصطفےٰ خَلَفُ الصّدقِ مرتضیٰ
کز روی فخر بود بدا تش یمینِ ہند

رستم نشان حسین علی خان شہید شد
از خنجرے کہ بود نہان در کمینِ ہند

آن صفدری کہ از قلمِ تیغ بارہا
تحریر کردہ نسخۂ فتحِ مبینِ ہند

تیغش بروز معرکۂ خصم تیرہ بخت
چون برق می شگافت صفِ آہنینِ ہند

دریا دلے کہ بود ز ابرِ عنایتش
شادابی بہارِ بہشتِ برینِ ہند

از بہرِ ہر فلک زدہ عالیجناب او
در ترکتاز حادثہ حِصنِ حصینِ ہند

منقاد او شدند ازان سرکشانِ دہر
کز داغ ضبط کرد نشان بر سُرینِ ہند

ہند از شہادتش تنِ بے روح گشتہ است
یعنی کہ بود او نفَسِ واپسینِ ہند

عالم چو قبر در نظرِ خلق شد سیاہ
اُفتاد تا ز خاتمِ دہر آن نگینِ ہند

گردون ز اختران ہمہ تن اشک گشتہ است
در اعتناءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ ہند

دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد
زین غم کہ گشت زہرا زو انگبینِ ہند

اِسْتَرْجَعَ الْمَلَائِكُ وَاسْتَعْبَرَ الْفَلَكُ
فِي هٰذِهِ الْمُصِيْبَةِ سُحْقًا لِّلدِّيْنِ هِنْد

از دستِ ابن ملجمِ ثانی شہید شد
گوئی ز کوفہ است گِلِ ماتمینِ ہند

تا کربلاؤ تا نجف و تا مدینہ رفت
سیلابِ خون دیدہ و آہ و انینِ ہند

ای دوستانِ آلِ محبّانِ اہلِ بیت
غمگین شوید بہرِ حسینِ حزینِ ہند

تا حقِ اہلِ بیت رسالت ادا شود
بر رَغمِ این جماعۂ منصوبہ بینِ ہند

از کلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید — این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او — تا ہست حُسن سبزہ بگیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلمِ واسطی نوشت — قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند
۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جدِ مادری[1] او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہابُ الدّین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی وارِدِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیچ خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنتین و تسعین و الف (۱۰۹۲) کرت ثانی قامت بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد ببیست و چہارم ربیع الاوّل سنہ ثمان و تسعین و الف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توپ نقد جان نثار کرد۔

میر شہابُ الدّین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود و نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آوازہ گشت و در فتح بیجاپور از بس تردداتِ نمایان بظہور رسانید۔ بضمِ فقرہ "فرزند ارجمند" بر القاب سابق نوازشِ تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۵ مطبوعہ کلکتہ۔

مامور گشت۔ و در ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مأئۃ والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است۔ و سال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین والف (۱۰۸۲)

در ریعان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری و خطاب چین قلیچ خان سرافراز۔ و در تسخیر قلعہ واکنکیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود۔ و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سررشتۂ احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شُد ممتاز گردید۔ علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران بہادر" یافت۔ ۱۱۲۴ھ

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنابر گرمی بازار امراء جدید و کساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہجہان آباد آمد و لباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معزالدین رسید بہ عنایت اصل منصب و خطاب سابق نواخت فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقۂ درویشی برآمدہ بہ لباس دنیا درآمد۔ طریقۂ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد۔

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت برآمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب هفت هزاری مباهی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

وچون ایالت دکن به امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایهٔ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

وچون امیر الامرا از دکن به دار الخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نو را بر تخت نشاند حکومتِ مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ و بوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده درسال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین وثلثین ومأته والف (۱۱۳۲) متوجّه دکن گردید۔

وغرهٔ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان و شهر برهان پور را از محمد انور خان برهان پوری به صلح به دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرار به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ در موضع حسن پور سرکار هندیه سیزدهم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دار السرور برهانپور عود فرمود۔ و هنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادر زادهٔ امیر الامرا نائب دکن تبدارک کمر بست۔ و از خجستهٔ بُنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برهان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالاپور از توابع صوبهٔ برار جنگے صعب رو داد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاے جلادت افشرده خون خود را بے محابا بر تخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط هندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافه مرخص ساخت۔ و خود با بادشاه عالم

دکن گردید۔ چون قلم تقدیر بزوال دولت ساداتِ بارہ رفتہ بود اعتماد الدولہ محمد امین خان شخصے را مقرر کردتا امیر الامرا را درعین سواری پالکی بہ خنجر دغا کشت و این حادثہ ششم ذی الحجہ سال مذکور در منزل تورہ واقع شد۔ قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاہزادہا را از قلعہ دار الخلافہ برآوردہ بہ سلطنت برداشت و فوجی فراہم آوردہ بہ مقابلہ شتافت۔ و بعد محاربہ دستگیر گردید۔

چون نواب نظام الملک بہ نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت۔

محمد امین خان پسر خواجہ بہاء الدین است کہ برادر نواب عابد خان مذکور وقاضی بلدہ سمرقند بود۔ محمد امین خان از عہد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت۔ و بطوریکہ تحریر یافت بپایۂ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نہ داد۔ و در ایام معدود در گزشت۔

نواب نظام الملک خود را از دکن بہ دار الخلافہ رسانیدہ خلعتِ وزارت پوشید و خواست کہ قواعد خلل مکان را کہ متروک شدہ بود بتازگی رواج دہد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشتہ مزاج پادشاہ را از نواب نوعے منحرف ساختند

در ہمان ایام مطابق سنہ خمس وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناصیۂ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات ہویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و بہ این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند۔ چون نواب بمنزل جمالبوہ قریب گجرات رسید حیدر قلی خان کہ بارادۂ جنگ مسافتے طے کردہ بود تاب مقاومت در خود ندیدہ خود را دیوانہ قرار داد۔

نواب بہ دار الخلافہ عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبہ داری مالوا

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرها افزونی گرفت و در سنه ست وثلثین و مأته والف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان که از سالها ناظم حیدر آباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنهانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت هوای دار الخلافه بامزاج خود و موافقت هوای مراد آباد که پیشتر بحکومت آنجا پرداخته بود بهانه ساخته از پادشاه رخصت مراد آباد گرفت۔ و چند منزل طے کرده جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنه کوب خود را به دکن رسانید۔ مبارز خان به مقابله پیش آمد در سواد شکر کهیره شصت کروه از اورنگ آباد فریقین بهم رسیدند۔ بیست وسیوم محرم سنه سبع وثلثین ومأته والف (۱۱۳۷) جنگے عظیم واقع شد۔ مبارز خان بقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاه به استمالت نواب کوشید۔ و همیشه بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاه بلند آوازه گردید۔ و در سنه خمسین ومأته والف (۱۱۵۰) پادشاه بمبالغه تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدوله ناصر جنگ بهادر را نائب دکن مقرر ساخته خود به دار الخلافه شتافت و شرف ملازمت پادشاه دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشیده ؎

صد شکر که ذات دین پناهی آمد　　رونق دهِ ملک پادشاهی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم هاتف　　گفت آیتِ رحمتِ الٰهی آمد
۱۱۵۰ھ

نواب هزار روپیه نقد و اسپ باساز نقره در وجه صله عنایت نمود

و بعد دو ماه از وصول دهلی پادشاه نواب را برائے تنبیه مرهته دکن رخصت فرمود۔ نواب چون به اکبر آباد رسید۔ از بعض وجوه شارع متعارف جنوبی گذاشته

سمت شرقی روان گردید۔ و برسر اتاوہ و مکن پور مرور نمودہ زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و از انجا رو بہ جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام بر آمد و از قنوج راہ اکبر آباد گرفت۔ موکب نواب از قرب قنوج متوجہ کالپی شد امّا سرِ نہضت نواب بہ آن سمت معلوم نبود۔ بعد از ان کہ فقیر سہ منزل طی کرد خبر رسید کہ نواب از دریای جمن گذشتہ رو بہ دکن آورد بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد کہ از غیب بدرقۂ راہ بہم رسید۔ و طریق اکبر آباد گذاشتہ عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب بیست کروہی جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق اُفتاد

نواب بعد طی منازل بشہر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرتبہ از دکن استقبال کرد۔ در ماہ رمضان سال مسطور جنگہای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاہ گرم بود۔ نواب مصالحہ را صلاح وقت دیدہ بہ دار الخلافہ رجعت نمود۔

چون نادرشاہ استیلا یافت و گذشت آنچہ گذشت نواب را نسبت بہ سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیر الامرا خان دوران در جنگ نادرشاہ جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاہ منصب امیر الامرائی ضمیمۂ مراتب دیگر بہ نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاہ بحال ماند۔

و در سنہ ثلث و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاہ رخصت دکن گرفت۔ و قطع مسافت نمودہ پرتو قدوم بر سواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدولہ ناصر جنگ را برین آوردند کہ سدِّ راہ باید شد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عہد اتفاق بستند آخر بہ نظر نمک خوارگی نواب آصف جاہ

در اقدام حرب تقاعد نمودند۔ نواب نظام الدّولہ زنگ فوج مشاہدہ کردہ در روضۂ شاہ برہان الدّین غریب گوشۂ عزلت گرفت۔ چون رایات آصفجاہ بعد تنظیم و تنسیقِ ملک و نصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب بہ اورنگ آباد رسید نواب نظام الدّولہ بہ اندیشۂ آنکہ مبادا آویزشی رو دہد از روضہ بقلعہ ملہیر رفت نواب آصفجاہ موافق قاعدۂ مستمر در موسم برشکال افواج را باوطان و چراگاہ رخصت فرمود۔ و جریدہ در اورنگ آباد نشست۔ چون شیطان لعین راہ زن بنی آدم است تا بحدیکہ نتائج انبیا را بزور تسویلات از راہ می برد۔ و بمعارضہ تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ گستاخ می سازد۔ نواب نظام الدّولہ بتحریک واقعہ طلبان ارادہ اورنگ آباد مصمّم ساخت۔ و قریب ہفت ہزار سوار فراہم آوردہ بایلغار قریب اورنگ آباد رسید۔ نواب آصفجاہ باہر قدر مردم کہ حاضر بودند و توپخانہ در سواد شہر جانب عیدگاہ بمدافعہ قیام نمود۔ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانہ آصف جاہی و ظلمت شام و تنگی وقت۔ فوج طرف ثانی از ہم پاشید نواب نظام الدّولہ فیل را تاختہ بامعدودی خود را قریب فیل نواب آصفجاہ رسانید۔ و زخمی شدہ در دست پدر والا گہر اُفتاد۔

نواب آصفجاہ در سنہ ست و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۶) کہ عزم بہ تسخیر ملک کرناتک بربست۔ و بعد وصول آن دیار اوّل قلعہ ترچناپلی را کہ در دست مرہتہ بود محاصرہ کردہ مفتوح ساخت۔ و بعد ازان ملک ارکاٹ را از قوم نوایت کہ از مدتے آن الکہ را در تصرف داشتند انتزاع نمود و حکومت آنجا بہ انور الدین خان شہامت جنگ گوپاموی از جانب خود مقرر فرمودہ در سنہ سبع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۷) بہ نجستہ بنیاد مراجعت کرد

ودرسنہ تسع وخمسین ومأئۃ والف (۱۱۵۹) قلعہ بالکندہ از توابع حیدرآباد کہ در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصرہ درفرصت کمی مفتوح ساخت

ودرسنہ احدی وستین ومأئۃ والف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمدخان ابدالی از جانب کابل بہ شاہجہان آباد گرم شد۔ نواب بہ اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برہان پور نہضت فرمود۔ فقیر بہ تکلیف نواب نظام الدولہ حاضر این سفر بود در برہان پور خبر رسید کہ احمدشاہ ظفر یافت و احمدخان ابدالی شکست خوردہ راہ کابل گرفت۔

نواب آصفجاہ را درین ایام مرضی شدید عارض شد۔ بہمان حالت بیست وہفتم جمادی الاولی خیمہ جانب اورنگ آباد برآورد۔ واز استیلاء مرض در سواد شہر برہان پور زیر خیمہ وقفہ کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکہ چہارم جمادی الآخرہ وقت عصر سنہ احدی وستین ومأئۃ والف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی برافراخت۔

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست کہ زمین وزمان درلرزہ در آمد۔ امراء عظام جنازہ اش رادوش بدوش بہ میدانے رسانیدند۔ ونماز ادا کردہ بہ روضۂ شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ روانہ ساختند۔ و پایانِ مرقد شیخ مائل قبلہ بخاک سپردند "متوجہ بہشت" تاریخ رحلت اوست کہ راقم الحروف یافتہ۔ ۱۱۶۱ھ

بر واقفان اسرار سلف ہویداست کہ در طبقۂ سلاطین تیموریہ وطبقات پیشین امیرے بہ این اقتدار چشم روزگار کم مشاہدہ کرد۔ قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت وقلمروے کہ زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنہا در تصرف داشت وفتوحاتے کہ کارنامۂ روزگار باشد بجلوہ آورد۔

ومستحقین را بہ خیرات ومبرات فراوان نواخت۔ از دفترِ صدارت تحقیق نمودہ

شد که سه لکه روپیه بدستخط او سوای انعامات بادشاهی درصوبجات دکن بطریق یومیه و درماهه به ارباب استحقاق می رسید- وسوای این قریب یک لکه روپیه بمردم حج رو وغیرهم رعایت می فرمود-

سادات وعلما ومشائخ دیار عرب و ماوراالنهر وخراسان وعراق عجم و هندوستان آوازهٔ قدردانی استماع یافته رو به دکن آوردند- و درخور قسمت حظے از احسان عام اندوختند-

فقیر را بانواب آصفجاه صحبتهای مستوفی دست داد- درصحبتِ اوّل اتفاقاً هندوئے به ارادهٔ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت- عرض بیگی بعرض رسانید که اُمیدوارِ نام است- فرمود نامی باید گذاشت که مُشعر دینِ اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد- فرمود دیروز هندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشته شد- گفتم دین محمد هرقدر زیاده شود بهتر اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت وهمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراهم آمده- وقتے که بتقریب وزارت از دکن به شاهجهان آباد تشریف آورد- فقیر درشاهجهان آباد بودم- زادهٔ طبع خود که ؎

کی سوی چمن میرود آن دستِ حنائی امروز که آئینهٔ گلزار بدست است

برای اتمام غزل درمجمع شعرا انداخت- نواب امین الدوله وقائع خوانِ حضور معلی- علامهٔ مرحوم میر عبدالجلیل را تکلیف کرد- میر قصیده درین زمین طرح کرد که مطلعش این است ؎

تا حُسن ترا مشعلِ انوار بدست است مه را همه شب کاسه گدا وار بدست است

نواب امین الدوله قصیده را به نواب آصف جاه رسانید- محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدهٔ دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبے بموافقت نواب امین الدّوله نزد نواب آصف جاه رفت- نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بنیاصله جا داد- وچون نسخهٔ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیده اشاره بانشاد قصیده کرد- هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجّه تمام اصغا نمود و جواهر تحسین افشاند- بعد استماع قصیده صلهٔ نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود- علامهٔ مرحوم موافق ضابطهٔ قدیم خود نپذیرفتند- قصیده این است ؎

بهار آمد و وا کرد غنچه بند قبا — گره ز خاطر بلبل کشود فیض صبا
ز بسکه سبزه و گل در چمن هجوم آورد — نسیم کرد بصد حیله جای خود را وا
گرفت قهوه بکف در پیالهٔ یاقوت — برای شاهد نو روز لالهٔ حمرا
به بین به لاله و تحریک غنچه در هر برگ — چو طوطیئ که ز منقار وا کند پرها
شکنج طرهٔ سنبل کمند صید نظر — نگاه دیدهٔ نرگس فسون هوش ربا
دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو — چو گلبنے که از و بشگفد گل رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوهر بار — چنانچه شان وزارت ز عمدة الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اهل کرم — قوام دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک — که نقش ثانی بهتر کشد نگار آرا
مشابه کف او بحر چون تواند شد — که نقص جزر بود مد بحر را بقفا
حباب نیست که بحر از تشبه کف او — کلاه فخر بیندا خت از خوشی بهوا
رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی — کز و سوال کند چون قلندر دریا
ز بیم کثرت جودش محیط ناله کند — گواه اوست برین بیم رعشهٔ اعضا
گرفت خضر یمنی خرد ز دانش او — چنانکه خلق ز جودش اصابع یُسریٰ
رسیده است بجای تقدس ذاتش — که چون ملک بود از جنس انس مستثنا

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق — بعینکِ مه و مهرِ این سپهر شپشت دو تا
مثال رُوح مصور بود بپاکی ذات — نشانِ عقل مجسم بود به فهم و ذکا
چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر — چو گرم جوشیِ خلقش شود چمن پیرا
صفای آینه را ماند او بود چندان — که می نماید از و آنچه رو دهد فردا
کرم ز دستِ گهربار او بود ممنون — ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا
تعجب است ز شمشیر آتش افروزی — که جائی تیغ کف است و کف است بحر عطا
گره گره نبود نیزهٔ عدو شکنش — که بند گشته در و جا بجا دلِ اعدا
گهِ نبرد بود همچو ابر صاعقه بار — کمان چو قوس قزح تیر چون شهاب رسا
هزار شکر کز و مسندِ وزارت یافت — همان که یافت تنِ عاذر از دم عیسیٰ
برسم جشن طرب چید بزم رنگینی — که از تصورِ آن خامه گشت شاخِ حنا
ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانی — ربود گوی دل سامعان بحُسنِ ادا
سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی — پیِ نظارهٔ این محفلِ نشاط افزا
بوقورلتاد توتوک دن چوچوک قوشوق چقدی — نوتوکچی قولودتوتوک بولدی نیشکر موندا
قوشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل پندوک — قیوز بقتلغ بولسون بلند قلدی نوا
محیط مدحتِ او را کرانه پیدا نیست — بزورقِ قلمی چون توان نمود شنا
شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف — کز اهل فضلم و خوب است ز اهل فضل دعا
اَقُوْلُ وَفَّقَكَ اللّٰهُ دَائِمًا بِالْخَيْرِ — بِاِنْتِظَامِ اُمُوْرِ الْاَنَامِ فِي الدُّنْيَا
اَدَامَ قَدْرَكَ فِي الْجَاهِ مَا سَمَا الْاَفْلَاكُ — وَشَدَّ اَزْرَكَ بِالْعِزِّ مَا رَسَتْ ذُرَوِي
فَاَنْتَ خَيْرُ ظَهِيْرٍ لِمَنْ رَمَاهُ الدَّهْرُ — وَاَنْتَ خَيْرُ نَصِيْرٍ لِزُمْرَةِ الضُّعَفَا
قَدِ اسْتَجَابَ دُعَائِيْ اِلٰهُنَا الْمُتَعَال — بِمُرْسَلٍ عَرَبِيٍّ وَّ اٰلِهِ النُّجَبَا
ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم — که بر جلادتِ من شاهد اند این دو گوا

زذوالفقار چو برہان قاطعی دارم
برو زمعرکہ فصیل نمایم این دعوٰی

قلم نوشت برائ وزارتش تاریخ
وزیر کشور ہند آصف دوام ابقا
۱۱۳۴ھ

ہزار و یکصد و سی و چہار نص نشاط
دوگونہ جوہر تاریخ ازو شود پیدا

نظمت فی العربی الفصیح تاریخا
حلی وزارتہ سالک الربیع لنا
۱۱۳۴ھ

اسیس دے کے کہی ہندوی مون یون سنیت
رہے جگت مون اچل باس یہ وزیر سدا
۱۱۳۴ھ

خمر و بخامۂ عبدالجلیل کرد ارشاد
کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا

ملائک از پئ آمین این دعا شدہ اند
برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما

ہمیشہ ہر دو زہم شاد و کامران باشند
وی از وزارت و ازوی وزارت اعلیٰ

(۸۵) آفتاب[1] - نواب نظام الدولہ[2] بہادر ناصر جنگ شہید رحمہ اللہ

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر - غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم در اجرای احکام شریعت غرا جہد وافی می نمود - و در فریاد رسی عاجز نالان بے دست و پا توجہ تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفہ سلاطین اولوالعزم گوش مستمعان را لبریز دُر رمی ساخت

پایۂ مشق سخن را بہ تتبع میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راہی بفرق تحقیق و تقلید کشود

از مبادی سنِ شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوای تسخیر ممالک عظیمہ در سر داشت - نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاہ پادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت - در تق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۵۰ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء -

[2] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۸ مطبوعہ کلکتہ -

نیابت به پسر والاگهر تفویض نمود۔ نواب نظام الدّولہ در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاہ و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبہ و مساعی جمیلہ بظہور آورد ۔ و به بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمیٰ را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرہتہ را کہ در دکن تسلّط بہم رسانیدہ و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آوردہ و تا حوالی دہلی زیر و زبر ساختہ گوشمال واقعی دادہ و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاہ از دار الخلافہ دہلی الویہ توجّہ بہ دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدّولہ را بر سرِ مخالفت آوردند۔ و محاربہ بوقوع آمد نوعی کہ۔ (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنہ خمس و خمسین و مأئۃ و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاہ فرزند گرامی را از عتاب بر آورد و در سنہ ثمان و خمسین و مأئۃ و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبہ داری اورنگ آباد تفویض نمودہ رخصتِ آن بلدہ ساخت ۔

و در سنہ تسع و خمسین و مأئۃ و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاہ از حیدر آباد بہ دہارور رسیدہ پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید۔ نواب نظام الدّولہ خود را بحضور رسانید۔

نواب شہید ابتداءً در ہمین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے کہ پیش می آید باخود داشت و بہ اختیار مفارقت رضا نداد۔

القصّہ پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند۔ از انجا نواب آصفجاہ پسر را بطرف میسور رخصت فرمود کہ از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد۔ و خود بہ اورنگ آباد مراجعت نمود۔ نواب شہید بعد وصول سر زنگپٹن

که دارالاقامه راجهٔ میسور است تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید- وعنقریب پدر و پسر جانب دارالسرور برهان پور خرامیدند- نواب آصفجاه در دارالسرور متوجّه دارالسرور شد و نواب نظام الدّوله مسند ایالت دکن را زیب و زینت بخشید- و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقرِ خلافت دکن است متوجه گشت و ایام برشکال را در انجا بسر بُرد-

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود- شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب با وصف موانع و مفاسد دکن و وسواس نفی هدایت محی الدین خان دخترزادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی مے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الهی و اصلاح کارهای پادشاهی با فوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد- و تا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید

درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور و رود نمود و اخبار سرکشی و بے اعتدالی هدایت محی الدّین خان نیز بسبیل تواتر رسید لهذا امر اجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال درینجا گزرانید-

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته او را به گرفتنِ ارکات تحریض نموده- هدایت محی الدین خان روبه ارکات آورد و درانجا جمعیتے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا با فواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند- و به اتفاق بر سر انور الدین خان شهامت جنگ گوپاموی که از وقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند- شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومأته و

والف (۱۱۶۲) معرکۂ قتال آراستہ شد بحسب تقدیر شہامت جنگ درجۂ شہادت یافت

نواب نظام الدّولہ بمجرد ظہور این سانحہ درصددِ گرد اوری افواج - و اجتماع سردارانِ نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشتہ با ہفتاد ہزار سوار جرّار و توپخانہ بیشمار و یک لکہ پیادہ بعزم تنبیہ باغیان لوای عزیمت افراخت - و تا بندر پہلچری کہ پانصد کروہ جریبی از خجستہ بنیاد مسافت دارد - پاشنہ کوب رسیدہ صف آرائے میدانِ نبرد گردید - بیست و ششم ربیع الآخر سنہ ثلث وستین و مأتہ والف (۱۱۶۳) تاسہ پاس کامل آتش خانۂ فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخر کار بیست و ہفتم منہ فرنگیان از رعب و مہابت محمدیان روبہ ہزیمت آوردند و ہدایت محی الدین خان زندہ بگیر آمد نواب بہ حکم لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ہدایت محی الدین خان را زندہ نگاہ داشت و مصاحبان و لشکریان او را قاطبۃً از جان و مال امان بخشید دولت خواہان ہرچند در پیشگاہ نواب بدلائل قاطعہ ثابت کردند کہ بقای ہدایت محی الدین خان موجب ہیجانِ مادۂ فتنہ است او را از میان باید برداشت - نواب ترحم را کار فرمودہ ہرگز بقتل راضی نشد و محفوظ نگاہ داشتہ مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت - نا انصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند و بفحوای كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ احسان جان بخشی بر طاق نسیان گذاشتہ پنہان کمر بدخواہی چست بستند - و فرنگیان با وصف شکست فاحش ہنوز مصدر انواع شورش و خیرہ سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشۂ فساد - توقف دران سرزمین واجب دانستہ متوجہ ارکات شد - و فوجی بمدافعۂ آن گروہ باطل پژوہ تعین نمود - از نیرنگی قضا و قدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید و قلعہ نصرت کدہ چنجی کہ پای تخت الکہ کرناٹک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت و حمیت دین متین و مراعات رسم و آئین

ملک داری که تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدت برشکال ومشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور ومرور۔ وانقطاع رسد غلہ۔ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ ویازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مأتہ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی از جمیع منہیات توبہ کرد وتا نفس واپسین بر حالت توبہ ماند۔

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ بر روی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناتک کہ درین بساق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک ومال باطناً بافرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند۔ وجمعے ازکافرنعمتان دیگر راہم ضمیمۂ ادبار خود ساختند۔ وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان راکہ زیر قلعہ چنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرّم بحساب پنجم سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ بتقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ روبہ لشکرِ اسلام آرند

ہر چند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سرِ غدر اند از کمال صفائے طینت اعتبار نہ کرد کہ من باایشان چہ بد کردہ ام تا بحدی کہ در وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گزاشت۔ ازان طرف آداب مجرا بعمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان شخصی کہ درخواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شد۔ افاغنہ سرِ نواب را بریدہ بر نوک نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرّم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکر آخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ برہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔

شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کروہ از پہلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گستر عالی جناب رفت — فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

در ہفدہم ز ماہ محرّم شہید شد — تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال باعکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظِ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و سُبحہ گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جُز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدّولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار۔ شخص یمین بہ شخص یسار گفت

کَیْفَ شَهَادَۃُ نِظَامِ الدَّوْلَہٗ او جواب داد اَنَّہٗ لَشَہِیْدٌ وَ اللّٰہِ لُعِنَ قَاتِلَہٗ ۱۱۶۴ھ

چون باقافہ آمدم شبہ کہ در خاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ وصحت شہادت بیقین پیوست۔ باز بخاطر گذشت کہ تاریخے برای شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر وتبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت ونقصان تاریخ برآمد۔

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللہ تعالیٰ مولد او مکہ معظمہ است نزد شیخ تاج الدین مکی ودیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد ودر منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ ودر استقامت دین وسلوک جادۂ شریعت جد وجہد تمام داشت۔ فقیر را اوّل در طائف با او ملاقات دست داد وبعد ورود ہند باہم صحبتہا اتفاق اُفتاد

ذات بابرکات بود روز جنگ افاعنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربت شہادت چشید۔

مدفن او میدان جنگ سرزمین لکریت پلی بفاصلہ یک فرسخ از موضع رائے چونتی ویک فرسخ از درہ کمارکالوہ کہ درہ الیست مشہور در نواحی کرپہ راقم الحروف گوید ؎

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا ۔۔۔ اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ

لَقَدْ اَلْہَمَ اللّٰہُ تَارِیْخَہٗ ۔۔۔ قَضٰی نَحْبَہٗ عَالِمٌ مَّاجِدٌ ۱۱۶۴ھ

نواب نظام الدولہ نوبتے در ارکات بشکار آہوئے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند نواب باحضار مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد با آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند کہ شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید چہ باید کرد گفتم نقلے بیاد آمدہ۔ اگر حکم شود التماس کنم۔ فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل اسیری حکم کرد۔ ضابطہ است کہ ہرگاہ شخصی را می خواہند بقتل رسانند استفسارے کنند کہ اگر آرزوئے داشتہ باشی ظاہر کن۔ اگر امری ظاہر می کند بعمل می آرند۔ چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم کہ یک مرتبہ در مجلس سلطانی باریاب شوم۔ مردم بعرض پادشاہ رسانیدند درجۂ قبول یافت۔ و اسیر را دربارگاہ حاضر ساختند۔ و استفسار کردند کہ عرضی داری گفت بخیر۔ وقتیکہ پادشاہ از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید کہ گنہگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاہ عالم ثابت کردہ ام پادشاہ ازین حُسن ادا مسرور شد و او را امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت ثابت کردہ است۔ پیشتر ہر چہ مرضی مبارک باشد

نواب لب بہ تبسّم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت **میرزا جلال اسیر** حرف بامزہ می گوید ؎

مزۂ کباب آہو نمکِ خلاصی او　　اگر از مِی مروت قدحے چشیدہ باشی

شبے در **اورنگ آباد** نواب سادات عرب را دعوت کرد۔ و دورِ قہوہ درمیان آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت۔ یکے از ساداتِ مدینہ منوّرہ خالی ذہن با نواب گفت اَلْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا چہ میفرمایند گفتم۔ غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادۂ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فہمید۔ و بعد برخاستِ مجلس ادائے شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہے فوراً بخاطر رساندید۔

روزے در عرض راہ فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و باہم حرف داشتیم۔ حدیث جبل احد مذکور شد کہ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود با اقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْاِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی　　اَلْبَقَاءُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلِّدِ رَبُّهٗ

حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَاٰثِرَ کُلَّهَا　　جَبَلُ الْوَقَارِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص بر زبان گذشت و رباعی که در استعانت سفر حج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان　　حق داد ترا خطاب آصف شایان

او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد　　تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاء طبع و سرعتِ اندیشه بدرجهٔ کمال داشت - و در لمحهٔ غزل طولانی آبدار به نظم می آورد - روزے از علو مزاج خود حرف زد که هرگاه غزلی در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله　　دمِ شمشیر تو و گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانهٔ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد که ؎

از پنجهٔ اجل نه هراسیم هیچ گاه　　ما ناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت از و در خزانهٔ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشهٔ نقاب شکست　　که شبنم آینه بر روے آفتاب شکست

ای دل ز زلف یار مدد میتوان گرفت　　سررشتهٔ ز عمر ابد مے توان گرفت

گر بیخودی بمیکده فالِ سفر زند — از چشمِ مستِ یار بلد مے توان گرفت

ای شوخ هوائی مفگن تیر نگه را — این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن

مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم — تو گر از حُسن مغروری من از عشقِ تو مغرورم

از گلِ گوشهٔ دستار تخودے لرزد — قدِ او تازه نهالی است که من مے دانم

بعد شهادت نواب **نظام الدوله**- افاغنه و نصاری **هدایت محی الدین خان** را البسرداری برداشتند- و افاغنه در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از هدایت محی الدین خان نوشته گرفتند- **هدایت محی الدین خان** با افاغنه بپهلچری رفت- و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاه نصاری همراه گرفته عازم **حیدر آباد** شد- و بر سرارکات عبور نموده در ملک افاغنه در آمد- قضا و قدر اسباب انتقام نواب **نظام الدوله** آماده ساخت- و در دل هدایت محی الدین خان و افاغنه غبار نفاق بر انگیخت- روزی که در سرزمین **لکریت** پلی مخیم شد ناخوشی طرفین به اعلان رسید- و عائد پرخاش شد- از یک طرف **هدایت محی الدین خان** و نصاری و از طرف دیگر افاغنه مستعد شده صف آرای قتال گردیدند **همت خان** و دیگر سردارانِ افاغنه بقتل رسیدند- و کار هدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے که در حدقهٔ چشم رسید آخر شد- اعیان لشکر نواب **صلابت جنگ بن آصفجاه** را سردار ساختند- و سرِ همت خان و دیگر سرداران افاغنه را بر نوک نیزه کرده و شادیانه نواخته داخل خیام گردیدند-

و این سانحه هفدهم ربیع الاول سنه اربع وستین و مائته و الف (۱۱۶۴) واقع شد- خون نواب شهید طرفه گیرا افتاد کسانیکه با نواب شهید به دغا پیش آمدند- همه به سزا رسیدند- و بعد شصت روز این همه قاتلان در آنِ واحد مقتول گردیدند-

دیدی که خونِ ناحق پروانه شمع را — چندان امان نداد که شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی هفدهم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد- هژدهم آنهارا از معرکه برداشته درصحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانه دفن ساختند وتابوت نظام الدوله درهمین تاریخ هژدهم بروضهٔ مقدسه- وبعد شام درجوار اولیاء الله مدفون گردید-

سبحان الله نواب اوّل قاتلان خودرا زیرزمین فرستاد وبعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

وهرجا در اثناء راه تابوت اوراگزاشته اند- مردم مکانے ترتیب داده زیارت می کنند ونیازها می گزرانند- ازینجاست که برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمه" برخاطرفقیر القاشد ودررشتهٔ نظم منسلک گردید که ؎

نواب آفتاب جهانتاب معدلت — محشور باجناب حسین ابن فاطمه

تاریخ خواستم زبرای شهادتش — ارشاد کرد پیرِ خرد- حُسن خاتمه ۱۱۶۴ھ

ازجمله سرداران افاغنه که بانواب شهید طریق دغا پیمودند عبدالمجید خان است که جدش عبدالکریم خان میانه ازعمده امراء سلاطین بیجاپور بود- واولاداو تاحال به حکومت بنکاپور وغیره ازتوابع کرناتک می پردازند- عبدالمجید خان پسر خود بهلول خان رابه اتالیقیِ نصیب یاورخان دررکاب نواب فرستاد امّا باطناً پسرخود ودیگر سرداران افاغنه رابراه غدر دلالت می کرد ومنصوبهٔ شطرنج دغا غائبانه می باخت-

وهمت خان که نواب رابه شهادت رسانید پسرالف خان بن ابراهیم خان بن خضرخان پنی است- خضرخان مدارکار عبدالکریم میانه مذکوربود- وداؤدخان پنی که با امیرالامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیده گشته شد پسرخضرخان است چون صوبه داری دکن درعهد شاه عالم به ذوالفقارخان پسراسدخان وزیر تفویض یافت و

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد- داؤد خان برادر خود ابراهیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد- وچون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراهیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت - ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراهیم خان است -

درجنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت الله خان که تخم این همه فساد کشتهٔ او بود و بهلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواهان از طرفین بیاسا رسیدند- وچون لشکر برسر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اهل و عیال همّت خان همه به اسیری در آمدند- و از شامتِ علی که ازان بے همّت صادر شد جان و مال و آبرو همه برباد رفت - حالتِ دُنیا خود این است مآل عُقبی چه خواهد بود- وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ -

وحسین دوست خان عرف چندا هم به تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزه رسیده - تفسیر این مقال آنکه محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شهادت پدر قلعه ترچناپلی را قائم کرد- چون طرهٔ پرچم رایات نواب نظام الدّوله عرصهٔ ارکاٹ را معطّر ساخت محمد علی خان آمده دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت- و بعد شهادت نواب نظام الدّوله پناه به قلعه ترچناپلی برد- درین وقت ریاست ارکاٹ به چندا که در پهلچری نشسته بود عائد شد- و همان جماعهٔ نصارای فرانسیس که بر نواب نظام الدّوله شبخون آورده بودند همراه گرفته با فوجی دیگر برسر ترچناپلی رفت - انور الدین خان[1] فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیوناپتن را با خود متفق ساخته بمقابله برآمد- چندی آتش حرب شعله خیز بود- آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا زنده دستگیر شد و غرهٔ شعبان سنه خمس وستین

[1] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است که بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشته -

ومأته والف (۱۱۶۵) چند را مذبوح ساختند وسرش را بر نوک نیزه کرده تشهیر نمودند وهمچنین سرداران فرانسیس با قوم خود هزار ویکصد فرنگی سفید پوست ولایت را سوای فرقه کاروی زنده دستگیر شدند

وبعد شهادت نواب نظام الدوله جماعتی که شبخون آوردند- هیچ کس روی آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ-

(۸۶) نصرت[1] - دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوت از توابع لاهور-

میر عبد العزیز پدر دلاور خان نوکر شاهزاده داراشکوه بود- بعد برهم خوردن داراشکوه وآرایش یافتن اورنگ دارائی به خلد مکان در سلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت ورفته رفته بمنصب دوهزاری وخطاب دلاور خان امتیاز پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت الله خان کشمیری که از امراء عالمگیری است ازدواج یافت- ودر عهد شاه عالم بخطاب پدر مخاطب گشت-

وچون صوبه داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر به نواب نظام الملک مقرر گردید دلاور خان در رفاقت اورخت به دیار دکن کشید-

وچون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور خان را فوجداری رایچور از توابع بیجاپور تفویض نمود

وبعد زوال دولت سادات بارهه واستقرار نواب نظام الملک در ممالک

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۶۹ ونتایج الافکار صفحه ۴۳۴

دکن با نواب بسر می بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

و در سنہ تسع و ثلثین و مأئۃ و الف (۱۱۳۹) بہ سرائے بستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

نام مرشدِ او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضۂ شاہ بُرہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطۂ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکہ می دارد حیا در پردہ محبوبِ مرا — دیدۂ بیگانہ داند مہر مکتوبِ مرا

مژگان بہم نیاید دلدار بی نقاب است — کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است

بی ابروی تو از نظرم نور مے رود — این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود

بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند — چہ می شود دلِ مارا اگر بما بخشند

نیست ممکن کہ بروی تو دمے خواب مرا — می زند دست بہ پہلو دلِ بیتاب مرا

چشم پوشیدہ توان کرد سفر — چہ قدر راہِ فنا ہموار است

شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دین — گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود

بر زمینی کہ او بناز نشست — خاک بر سر گر آسمان نشود

بہ عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا — نشد آنچہ از دست از پشتِ پا شد

روز بد یاری نمی آید ز یاران دیدہ ام — سایہ ہم در زیر پا گم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویاے

کشمیری است در شاہجہان آباد بسر می برد۔ و در سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) پیمانۂ ہستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ ؎

"گنج معنی بود و کرد افلاک در زیر زمین"
۳۹ ۱۱ھ

شعلۂ آوازش چنین می بالد ؎

بہر حالت کہ می بینی ز عیبِ سرکشی پاکم — چو لای بادہ گر در عالم آبم ہمان خاکم

نہان کرد است صیادِ من از راہِ فسون سازی — چو تخمِ عشق پیچان دامہا در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری

خلف وشاگرد میرزا عبد الغنی قبول کشمیری۔ رعناطرز خوش مقالان است۔ و کلاہ گوشہ شکن نازک خیالان۔ در شاہجہان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ و بہ کہنہ شراب تازہ گوئی دماغہا را می رسانید۔

وفاتش در سنہ ست وخمسین ومأتہ والف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند ؎

"رندے عجبے ازین جہان رفت"
۵۶ ۱۱ھ

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد ؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد — چون بیاضی کہ پر از معنی رنگین باشد

ہمچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را — سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن۔ شیخ سعد اللہ دہلوی قدس سرہٗ

از فقراء شعراست۔ منشأ خیالاتِ رنگین ومصدر اشاراتِ دلنشین۔ از جنت کدۂ دنیا رم۔ و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت۔

ومرید شاه گل متخلص به وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سهرندی بود قدس الله اسرارهم باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔

نسبش به زبیر بن العوام صحابی رضی الله تعالیٰ عنه می پیوندد و اسلام خان که به وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیده از اجداد اوست

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاه یکی از اسلاف او از گجرات به دار السرور برهان پور نقل کرد۔ شیخ سعد الله از برهان پور برآمده رحل اقامت به دار الخلافه شاهجهان آباد افگند۔ و به اراده سیاحت هم برخاسته ووطن اجداد یعنی احمد آباد و دیگر بلاد را سیر کرده به شاه جهان آباد برگشت

و در همین مصر بیست و یکم جمادی الاولی سنه احدی واربعین ومائة والف (۱۱۴۱) متوجه روضهٔ رضوان شد۔

دیوان سیر ضخامت دارد و شاهد سخن را باین رعنائی برکرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است نظر به آئنه کن شیشه و پری این است

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت جانم ز دست بُرد غزالانه دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است۔ اسلاف او در قصبه خوشاب از اعمال لاهور توطن داشته اند۔ پدرش الله یار خان به صوبه داری لاهور و تته و ملتان رسید و آخر سالها به فوجداری غزنین قناعت کرد۔

احمد یار خان در اواخر عهد خلد مکان صوبه دار تته شد۔ یکتای اماثل بود و مستجمع فنون فضائل۔ خطوط در نهایت جودت می نگاشت۔ و تصویر در کمال تخفگی می کشید۔ و اقشام شعر بقدرت می گفت۔

در سنه تسعه عشر و مأته و الف (۱۱۱۹) وارد بهکر شد۔ و با علامهٔ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانه داشت۔ و نسخهٔ کلام الله بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندهٔ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ به ملتان رسیده استماع یافت که احمد یار خان بیست و سیوم جمادی الاولی سنه سبع و اربعین و مأته و الف (۱۱۴۷) در قصبهٔ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و به استدعاے مهربانے قطعه تاریخی در سلک نظم کشیدم و یک عدد زیاده را بحسنِ تعمیه برآوردم ؎

خانِ والا رتبه احمد یار خان ذاتِ او آئینهٔ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان زادهٔ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورهٔ گیتی سفر ماتمِ او ساخت دلها را دونیم
چونکه یکتا[1] رفت۔ شُد تاریخ او جای احمد یار خان بزمِ نعیم

مثنوی متعدد وارد مثل "گلدسته حسن" و "شهر آشوب" وغیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاهوری با احمد یار خان مناقشه کرد که یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکه دو تا شدیم و قرار داد که با هم غزلے طرح کنیم۔ هر که خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاهور را فراهم آورد۔ و غزلی که طرح کرده بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از هر جانب بلند شد محمد عاقل مهر سکوت بر لب زد۔ هر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافته بر زبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و به مهر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[1] ای هرگاه از مصرع تاریخ یک عدد کم نموده شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاہوری این بیت دستخط کردہ ؎

برین معنی گواہیم آفرین ما کہ احمد یار خان یکتا ست یکتا

و دیگرے این مصراع ثبت نمودہ ؎

"گوہر یکتا ست احمد یار خان"[1]

این چند بیت ازان غزل طرحے است ؎

تا خطش طرح جہانگیری کاؤسی رنجیت لشکر زنگ چو رومی بسر روسی رنجیت

بامیدیکہ شود جلوہ گر آن سرو روان خاک شد جبہہ و در راہ قدمبوسی رنجیت

سرمہ آلود نگاہی کہ بیادم آمد کہ سر شک شفقی از مژہ ام طوسی رنجیت

بر در بتکدہ از نالۂ زارم ناقوس ہمہ تن اشک شد و در بر ناقوسی رنجیت

شمع از اشک رخش بو قلمون سوخت بہ بزم جای اشکش ہمہ خاکستر طاؤسی رنجیت

ازبسکہ سراپا ز غم عشق تو داغم چون کاغذ آتش زدہ یک شہر چراغم

چہ پرسی از سر و سامان من عمر یست چون کاکل سیہ بختم پریشان روزگارم خانہ بردوشم

(۹۱) شہرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشہ - و اطباء حذاقت پیشہ است - اصلش عرب بود - در ایران نشو و نما یافتہ - آخر سرے بہ ہند کشید - و در سرکار محمد اعظم شاہ بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد - و در عہد شاہ عالم بہ اعزاز و احترام بسر می بُرد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت - و در عصر محمد شاہ احرام بیت اللہ بست و بعد ادای مناسک بدرگاہ خلافت معاودت نمود - و بمنصب چہار ہزاری سرافتخار بفلک چہارم رسانید -

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۸۳ء -

وفاتش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ سنہ تسع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۹)
اتفاق اُفتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بے نظیرِ زمانہ شیخ حُسین — گوی معنی ز نکتہ سنجان بُرد
ہاتفے از برائے رحلتِ او — سال تاریخ گفت۔ شہرت مرد ۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید واز انجا بتحریر در آمد ؎

کی برائے مطلبے دل را منور ساختیم — ما لوجہ اللہ این آئینہ را پرداختیم
نہ من شہرت تمنا دارم و نی نام مے خواہم — فلک گر واگزارد یکنفس آرام مینخواہم
نالہ پنداشت کہ در سینۂ ما جا تنگ است — رفت و برگشت سراسیمہ کہ دنیا تنگ است
ای گل سرِ کوئے تو جدا از وطنم کرد — من خار تو بودم کہ برون از چمنم کرد
صبح شوتا در فروغت روز عالم بگذرد — یکنفس دم را غنیمت دان کہ این ہم بگذرد
مرا زلفت زدام آزاد خواہد کرد مے دانم — ولی بعد از رہائی یاد خواہد کرد می دانم
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے — ہر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را — بدمستیِ عزیزان ہشیار کرد ما را
در خرابیہای دل ہرگز ندارم مہلتے — در شکستِ نقدِ قلبِ خود ندارم فرصتے
پس از عمری کہ کردم ہیچو قمری خدمت سروے — براتی دارم و بر عالمِ بالاست تنخواہش
غیر در بزمِ شکستم نکند پا قائم — زانکہ من خاصیتِ ریزۂ مینا دارم
بر یکدگر زیادتی از بسکہ می کنند — این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم
بہ قاتل ہم توان بخشید خونِ خویش گر مردی — نہ کم از خنجر ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکہ پیش از من بعیبِ کارِ من — دوستر می دارم از خود دشمنانِ خویش را
قطرۂ من گرچہ گوہر شد ز سعیِ روزگار — کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا
اہل دولت غلط است اینکہ ہمہ بی دردند — ہر کرا دیدم ازین طائفہ آزاری داشت

ای کہ می گوئی کہ از صحبت گریزانی چرا — در بساطم عمر ضائع کردنی کم ماندہ است

بغیر ظلم توقع مدار از ظالم — کہ نخل شعلہ اگر بار می دہد شرر است

کدام واسطہ پروانہ را بہ شمع رساند — برای مردم گم گشتہ خضرِ راہ کہ دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب بہ اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص بہ والا است کہ از امراء درگاہ خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ وسیّار سپہر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فہمی و محاورہ دانی فرس اُستاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شہر دہلی می زیست۔ چند گاہ در اُردوی پادشاہی بتلاش منصب و جاگیر سلسلہ طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دار الخلافہ شاہ جہان آباد منقطعانہ بسر مے بُرد

و دوازدہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مآتہ و الف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بربست۔ و در شاہ جہان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانہ می گوید خصوص در قصیدہ شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخۂ بدخطی بدست اُفتاد۔ و بہ مشقت تمام این ابیات حاصل شُد ؎

تا تماشای دہانت کرد حیران غنچہ را — شاخِ گل دستیست در زیرِ زنخدان غنچہ را

مرد ہر دم قطعِ اسباب معیشت مے کند — ہر چہ می اُفتد بدستِ تیغ قسمت مے کند

قسم بمصحفِ گل عندلیبِ باغ تو ام — بمرگِ شمع کہ پروانۂ چراغ تو ام

بند در رقیب پیش تو بر خود نیاز را — چون نا مقیدے کہ گزارد نماز را

صد بار گر توانی مانند نبض جستن — صورت نمی پذیرد از دستِ خلق رستن

صیّاد بی مروّت شوقِ طپیدنم گشت — تا چند پا شکستن بر بال رشته بستن

بخانهٔ نه نشستم بغیر خانهٔ خویش — شدم بر نگ نگین سنگ آستانهٔ خویش

غنی در آتشِ سوزان همیشه چون حمّام — عذاب می کشد از پهلوی خزانهٔ خویش

شمع افروخته را کس نفروشد ثابت — داغم و گرمیِ بازار ندارم چه کنم

این تیر خاکی نگهِ شرمگینِ او — می جوید از مزار شهیدان نشانِ ما

چون ماهیِ تصویر که در آب بنفتد — در جلوهٔ معشوق شود کم اثرِ ما

همچو کردی که بلند از اثرِ قافله شد — داد بر باد فنا رفتنِ یاران مارا

خواب دیدیم که آئینه معارض بتو شد — می کند صورتِ این واقعه حیرانِ مارا

شبنمِ من خوردهٔ گل را نه بندد در کمر — آبرو غافل ز فکرِ سیم و زر دارد مرا

یافتم از سلام مردمِ هند — سرسری بود آشنا یها

چشم بیمار ترا حاجتِ تعویذی نیست — هیکلِ ناخنِ شیر است صفِ مژگانت

نذر این یاران کنی گر خوردهٔ جانِ عزیز — خورده گیران برنمی دارند دست از کار خویش

چو نرگس بر نخواهم داشت چشم از قامتِ سبزان — بود تا در سوادِ گلشنِ هندوستان جایم

هست چون سبحه بهم ربط عزیزانِ جهان — نه یکی ماند ازین سلسله بر جا نه صدی

عکسِ رُخِ تو آینه را رونقے دهد — تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

رباعی

در مملکتِ قدس شهنشاه حسین — بر اوجِ سپهرِ کبریا ماه حسین

برخاست کمر بسته پے دعوے حق — انگشتِ شهادت ید اللہ حسین

(۹۳) رائج۔ میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوت من اعمال لاهور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود۔ و در شهر خود قلندرانه مے گذرانید۔ و ہنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت۔ گویند در منتہای عشرہ خامسہ بعد مأتہ و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد۔

فقیر در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود۔ و عبور بر سر لاہور اُفتاد۔ در ان ایام عزیزی از سیالکوٹ از صحبت او آمد و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد۔ و برخی از اشعار میررہ آورد و فقیر ساخت از ان جملہ است ؎

روز وصل از بیم ہجرانِ تو ام گریان گزشت　　آہ عید آمد پس از عمری و در باران گزشت

چہ سان آموخت بیرحمانہ بر فتراک سر بستن　　ز طفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن

اگر باحق نیازی ہست حاجت نیست تعمیری　　ستون و سقف درویشان ہمیں دست دعا باشد

(۹۴) آفرین۔ فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت۔ راقم الحروف وقتے کہ از ہند جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۳) در لاہور با او برخورد۔ بسیار خوش خلق متواضع بود۔ در ان ایام قصۂ ہیر و رانجھا نظم می کرد پیش فقیر داستانے خواند۔ این بیت از قسمیہ بیاد ماند ؎

بعریان یتیمی تمنا نورد　　کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمودم و ہفتم رجب سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) وارد لاہور شدم و تا دوازدہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد۔ ملاقات مشارٌ الیہ بمرات واقع شد۔ مسودۂ اول تذکرۂ "ید بیضا" تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت۔ و از منظومات خود مثنوی "انبان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود- عنوانش این است ؎

ای مُغنّی بہ وضوے بخرید — صبح شد صُبح نمازِ توحید

صبح یعنی کہ ظہورش ہمہ جاست — شش جہت سجدہ چو خورشید رواست

دیوان آفرین مشتملبر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد- و این چند بیت فراگرفتہ شد ؎

ستم بر زیردستان مرد سرکش را خطر دارد — فلک را شیوۂ عاجز کشی زیر و زبر دارد

شہِ سپاہ تغافل پیِ صف آرائی است — نقیب نالہ صدائی کہ اشک مجرائی است

ہنوز حسنِ تو نو مشق جلوہ پیرائی است — ہنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است

ہنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دہد — ہنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است

ہنوز سرو قدت گرچہ کرد آغوش است — ہنوز لعل شکر خا در آستین خائی است

ہنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است — ہنوز ماہ تو ایمن ز داغ رسوائی است

نہال مہر و وفا تا چہ بار ے بندد — بہار حسن ترا آفرین تماشائی است

بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان — نداری قوتِ دستِ کرم دستِ دعا بکشا

حسن را در اضطراب آرد شکوہِ عجزِ عشق — شمع می لرزد بخود از شوخے پروانہا

گلِ آفت بود در ناتوانی خود نما بودن — عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را

داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد روزنے — شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رمّالہا

ہست کارِ عاشقان بعد از فنا ہم جذبِ دوست — تشنگی بسیار دارد آنکہ ماہی خوردہ است

بزور ہنر زبردست من شود حاسد — چنانکہ طفل پدر را بخندہ زیر کند

تجرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را — قبایِ بیضہ بر تن می درد مرغی کہ کامل شد

مرد حق محکوم نادان گر شود بیقدر نیست — عزّتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد

ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس + — برگرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامیدِ محقق مے پرستم ہر مزوّر را ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعموری

(۹۵) روحی سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر براء مہملہ در اول و آخر و نون و باء موحدہ و یای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ و سید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہند را بہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ و در قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید و یکی از احفاد سید محمود بتقریبی در موضع رنبیر پور وارد شد و رحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کد خدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ و در توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ را خدمت کرد و فیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبتِ سید العارفین قدس سرہٗ مے رسید و غنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

و در عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف بُرد۔ و چندی بسیر آن مصر جامع پرداخت و با صاحب طبعانِ آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ تعالیٰ صحبت داشت۔

در اواخر عمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا و توکل کشید۔ و عرض عمر را بطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار با و گرویدہ بودند و از روی اعتقادِ صادق خدمت بجا مے آوردند۔

فقیر و آن مرحوم باہم محبّت مفرط داشتیم۔ و دوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخر این است که در تاریخ ہژدہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیۂ ایشان اتفاق اُفتاد۔ آن روز در انجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبد الرضا متین اصفہانی و آقا عبد العلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبر آبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت۔

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع وخمسین و مأتہ والف (۱۱۵۴) بخطۂ قدس اُنس گرفت۔ و در زنبیر پور مدفون گردید۔ کاتب الحروف گوید ؎

سیدِ نکتہ سنج حق آگاہ　　کرد آہنگ بزم سبوحے

سال تاریخ او شود پیدا　　وقت تکرار۔ جعفر روحے

۷ ۷ ۵
۲
۴ ۵ ۱۱

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیرِ نزولِ ذات بانسان رسید و ماند　　چون وحیِ آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند

گشت چشمِ تو ولی فتنۂ قامت باقی است　　نیست آرام بمردن کہ قیامت باقی است

اسیرِ مفلسی می دارد استغنا ہنرور را　　کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را

از عدم بیداریِ دل ہست رہ آوردِ ما　　آب چشمِ خفتگان چون صبح باشد کردِ ما

چو ماہِ نو کمندِ جذبۂ حسن است ہر مویم　　بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم

ز فیضِ مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را　　لباسِ غیر عریانی نہ زیبد لعل و گوہر را

عینکم شد دو جہان پردۂ یک راز نماند　　سنگ گر سدِّ رہم گشت نگہ باز نماند

صاحبِ دل از شکوہِ حرف و صوتم محرم است　　چون سویدا نقطۂ شعرِ سوادِ اعظم است

کے رو سیاہ کردم از منتِ سوادے　　حرفم ز خود تراود چون خامۂ فرنگی

شگفتہ جبہہ کدام آفتاب مے آید　　کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید۔ قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست۔ درعنفوان جوانی از ہمدان بہ اصفہان آمد وبا میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد

و درعہد خلد مکان بہ ہندوستان رسید و بہ عطای منصبی امتیاز پذیرفت و درعہد شاہ عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید۔ و درزمان محمد معز الدین بتقریب خدمتے بہ دار السرور برہان پور آمد۔ و درایام ایالت امیر الامرا سید حسین علی خان از خدمتے کہ در برہان پور داشت معزول شدہ بہ خجستہ بنیاد رسید و بہ داروغگی احشام کرناتک مامور گردید۔ و باین تقریب بہ ارکات رفت و بعد چندگاہ رفاقت مبارز خان ناظم حیدر آباد اختیار کرد۔ و روز جنگ با مبارز خان حاضر بود۔ بعد کُشتہ شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاہ اُفتاد۔ وغزلے طرح کردہ بجناب نواب ارسال داشت۔ نواب شفقت فرمود۔ و بہ مزید عنایت و بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت۔ و حراست قلعہ منی مرک از توابع کرناتک کہ الماس از سواحل دریای کشنا برآوردہ دوانجا درست مے سازند۔ تفویض فرمود۔

قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت۔ و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود۔ نواب آصف جاہ بدستور سابق مورد الطاف ساخت۔ و چون نواب آصفجاہ در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب بہ شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود۔

درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد۔ خوش خلق رنگین صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت زادبودن خوب می دانست و می گفت

و چون نواب آصف جاہ از سفر بھوپال بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان همراه رفت و ازان وقت در دار الخلافه بار اقامت کشاد و در سنه تسع وخمسین و مائة والف (۱۱۵۹) در انجا جهان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید ؎

خان سخن گستر سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من — یافته - جان داده قزلباش خان ۱۱۵۹

ازو منقول است که روزی پیش ذو الفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم - ذو الفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند -

این چند بیت از دیوانش نقل اُفتاده ؎

زمانه برسر جنگ است یا علی مددے — وگرچه وقت درنگ است یا علی مددے

روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من — یکشب اگر تو هم بنشینی بروز من

خوشا وقتی که می بالید از جانان برو دوشم — برنگِ ماهِ نو هر شام پر می گشت آغوشم

گشت رو گردان زبس آبادی از ویرانه ام — چون کمان حلقه بیرون شد درونِ خانه ام

خدا ناکرده اندوهت چرا از دوستان باشد — شنیدم کلفتے داری نصیبِ دشمنان باشد

بدشمن دوست - با من سرگرانی بارها گفتم — نمی خواهم چنین باشی تو میخواهی چنان باشد

بساکشاد که در بستگی شود ظاهر — کلید روزیِ استاد قفل گر قفل است

سر گشتگی بطالعم هست — برگرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر - شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زادهٔ شیخ محمد افضل الہ آبادی است قدس اللہ اسرارہما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پرتوے اندازد و سواد

کتاب را به لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہٗ سرحلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت و کوکب دری اوج ہدایت بود و فضائل صوری و معنوی فراہم داشت نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود و غیر بنی الخلفاست۔

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان وثلثین و الف (۱۰۳۸) دست داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل و ترحل نمود و نزد **قاضی محمد آصف** کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود و قضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان **ملا عبد السلام دیوہ** است و مولانا **نور الدین جعفر** جونپوری و دیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ و در فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ و در عمر بیست و پنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہٗ فائز گشت و نعمت و برکت محمدیہ فراوان اندوخت و بہ اجازت و خلافت مستسعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع **غازی پور** است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد محل اقامت افگند۔ و بہ تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالیٰ قبول خاص و عام عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل بر افروختند۔

تصانیف عربی و فارسی وافر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع وعشرین ومأئۃ والف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت و طریقت

بود- وجواہر سیراب در دامن دریوزہ گران کوچہ طلب می ریخت

درسنِ دوازدہ سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو و نما یافت- واز بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید و تا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود- و مدتہا مدارج سلوک در نوردید- و بشرفہ کمال و تکمیل عروج فرمود و بخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت- و بعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت و قبولی عظیم یافت و خارق عادات بسیار سرزد و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و در کشف مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی بر علو فطرت و کمال تبحر-

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع واربعین ومأتہ و الف (۱۱۴۴) در جوار رحمت آسود و آیۂ کریمہ "لَقَدْ رَضِیَ" تاریخ است- مرقد مطہر در پہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ زیب سجادۂ ابوین و فرع آسمان سامی اصلین طیبین است- صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ- اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری- میزان عدل نقلیات- برہان نقد عقلیات- تشرع بدرجۂ کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت- بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود فتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید- در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ او مے پیوستند- شیخ از ماکولات و ملبوسات خبر ہمہ مے گرفت- و مادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت-

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود- و کتب تحصیلی مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سره سند نمود- جوهر فهم و ذکای او از بس عالی اُفتاده بود و در مقدمات غامضه علمی بسرعت تمام تر می رسید-

جدامجدش شیخ محمد افضل او را در صغرسن مرید ساخت و تربیت حواله شیخ محمد یحیی کرد- مشارٌ الیه در ظل پدر بزرگوار تربیتها یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت-

قدّحدود سنه اربع و اربعین و مأئة و الف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلندخان تونی ناظم صوبه الہ آباد وارد این شهر شد- و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید- و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سره اتحاد و ارتباط بدرجۂ کمال شد- و چون محرر اوراق در سنه سبع و اربعین و مأئة و الف (۱۱۴۷) از کشور سندھ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود به الہ آباد شنیده راست از اکبر آباد به الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بهم رسید و ایام اقامت آن بلده به مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت- و الحال آن عهود همی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند-

و عمده جهت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است که سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود- و با شیخ محمد فاخر جهتی دیگر ضم شد که علم حدیث در مدینه منوّره از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمدؐ فاخر در سنه تسع و اربعین بعد مأئة و الف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنه خمسین و مأئة و الف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت-

و در همین سال راقم الحروف احرام بیت الله بست و سفر دریا با انجام رسانید نوزدهم محرم سنه احدی و خمسین و مأئة و الف (۱۱۵۱) به بندر جده نازل شد-

مشارٌ الیہ در جدہ تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جہازی کہ دو روز پیش آں جہاز مارسیدہ بود استماع یافتہ بر لب دریا چشم در راہ انتظار داشت۔ بمجرد نزول از کشتی ہم آغوش ملاقات شدیم طرفہ سروری دست داد و کلفتہای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جدہ باتفاق بمکّہ رسیدیم و دیدۂ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانہٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیہ (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنہ احدی و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۱) بر جہازی کہ راقم الحروف رفتہ بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ اربع و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیۂ حرمین شریفین مصمم ساخت۔ و رخت کوچ از الہ آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادۂ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخل بندر سورت شدند و بیست و چہارم محرم سنہ خمس و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۵) در کشتی نشستند ناگاہ دران بحر پرشور جہازات قوم مرہتہ دکن کہ از چندی بندر بسی را از دست فرنگیان انتزاع نمودہ در دریا قطع طریق شعار ساختہ اند نمودار شد۔ بیست و نہم محرم سنہ خمس و خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توپہا آتش حرب اشتعال گرفت۔ ہنگام نماز عصر گولہ توپی تختہای بسیار مقابل یکدیگر سوراخ کردہ بہ سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے بہ فقیر فرستاد در انجامی نویسد کہ :-

"میر غلام حسن چون مرغ نیم بسمل در حرکت شدند گفتم میر صاحب شما شہید شدید کلمہ بخوانید۔

"ما ہم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبہای شریف ایشان در حرکت بود۔ چون در اجل

"موعود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم کہ کلمہ بخوانید۔ اول سخن کہ از ایشان سرزد

"این بود کہ می خوانم و بہ این نہج مے خوانم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ

"علیہ وسلم گفتم بخوانید ایمن بکارے آید۔ باز گفتند خوب شد آنچہ شد و پرسیدند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبہ۔ متبسم شدند۔ غالباً بیاد حدیثے کہ در فضل موت روز جمعہ و شب
"آن وارد شدہ در تبسم آمدند۔ والا کدام وقت تبسم بود۔ باز گفتند من نماز عصر نخواندہ ام مرا
"تیمم سازید۔ بہ تیمم نماز عصر بر پشت غلطیدہ خواندند و بدستور مغرب و عشا۔ تمام شب پیش
"ایشان نشستہ بودم کلمے خواندند۔ درمیان حرفے ہم می گفتند۔ یک یک رفقا را طلبیدہ
"استعفا کردند و کلمہ خوانان شب را بآخر رسانیدند۔ ہرگز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد
"می گفتند ہرگز اثر درد معلوم نمے شود۔ مزاجی کہ سابق داشتم دارم این چگونہ زخم است
"کہ اثرے از شدت سکرات با این زخم جگر دوز نیست۔ وقت صبح کہ بہ نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم۔ بعد از نماز دیدم انتقال رُوح شدہ است اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشۂ کشتی غسل دادہ و تکفین نمودہ و نماز خواندہ بدریا سپردیم۔ باوجود آنکہ آب ساکن بود
"و ہوا غیر متحرک۔ جثۂ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت۔ تا بدن مبارک ایشان بر جہاز
"بود وَجہہ جہاز جانب مکّہ معظّمہ بود۔ بعد ازان غلبہ جہاز را قابض گردید نزدیک شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبہ و انقطاع نفس روز جمعہ سلخ محرم سنہ خمس و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۵)
"انتہی المکتوب ملخصا۔

میرزا عنایت اللہ بیگ اندجانی متخلص بہ راجی این مصراع تاریخ یافت ؎

"شہید شد بہ رہِ کعبہ سیدِ سندم"
۱۱۵۵ھ

و محرر کلمات شرارے از آتشکدۂ دل بیرون مے دہد رباعی

تارِ نفسم گسستہ شورم بردند　　بازوی مرا شکستہ زورم بردند
داغ است دلم کہ رفت نورِ بصرم　　نارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظہور این سانحہ شگرف عبرتے دست داد و بَرأی العین مشاہدہ اُفتاد کہ بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت۔ و بے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صیدی نتواند انداخت - برادر شہید با سامان طریق و فراوان رفیق جادہ پیما شد و بندہ تن تنہا بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد نیرنگی قدرت تماشا باید کرد کہ طوفان حوادث خاکِ او را بر باد فنا داد - و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش امن و امان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد الحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بروجہ اتم در آغوش کشید بحکم وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ -

و حضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سر آید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم ترا یا دست من یا خون من در گردن است امشب

ازین دو صورت اول نصیب ماشد و ثانی نصیب شہید مرحوم - و او را رُتبۂ دیگر عظیم تر حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این رُتبہ حاجت بشرح ندارد

القصہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلمین گرفتہ بہ بندر لسبی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از جانب خود دادہ از لسبی بسورت رسانیدند - و اشیا و اسباب ایشان را جز صندوق کتب ہمہ را بتصرف آوردند - شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در ماہ صفر سنہ ست و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست - قضارا جہاز بہ تباہی شد - و بہ کنار بندر مخا رسید - شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم کشتی متوجہ مکہ معظمہ گردید - و بیست و دوم رمضان سنہ ست و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد - و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند۔ دریافت۔ و در سنہ تسع و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۹) باز بہ ہندوستان عطف عنان نمود۔ و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید۔

برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ قلمی نمود کہ:۔

"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف

"آوردند۔ فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد و بعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم

"و بعید از عقل مے نمود۔ بقدرت حق سبحانہ و تعالیٰ صادق برآمد۔ و میرزا خان جانان

"مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت۔ ششم رمضان سال مذکور

"نقل مکان بخانہ فقیر کردند۔ ہشتم منہ رخت کوچ بربستند و در ہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند

"و بیست و سیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۰) از راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرین کشد۔ و در عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سر راہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند۔ از بندر ہوگلی بر جہاز نشست۔ قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست سہ ماہ جہاز در دریاے تباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاتگام کہ منتہای دیار شرقی عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاتگام گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت۔ درین مرتبہ نیز حکام سر راہ نذور فراوان گذرانیدند۔ قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصد شاہجہان آباد کرد و بیست و پنجم رمضان سنہ اثنتین و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۲) واصل آن شہر شد۔ و چندی بہ اقامت آنجا پرداخت و باز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر بست۔ و محض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد۔ و غرۂ شعبان سنہ اربع و ستین و مائۃ و الف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد و پنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک ناتوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت

تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" ۱۱ ۲۰ است وتاریخ انتقال "زوال خورشید" ۱۱ ۶۴ عمرش چہل وچہار سال۔

درحالتِ مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف قدس سرہ درکمال تشرع بودند وبر مرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا درجوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال در ایام شباب از ین عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بر دلِ یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر

"است موافق کتاب وسنت دریافتم۔

ونیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔

یعنی میرزا بر خلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت از انجا فراگرفتہ شد ؎

بباغِ عاشقی از میوہ وگل نیست سامانے ۔۔۔ کنم بادام ونرگس را فدا اے چشم گریانی

آئینہ باصفائی رخت روگرفتہ است ۔۔۔ گل پیش آن دہن دہنِ بوگرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او — مژگانِ چشمِ یار بود سیر گاہ او

برمیان بر زدہ دامان زکجاے آئی — مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی

حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را — گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را

مور را در خمِ زلفِ تو بہ بیند مارے — عینکِ دانغ دلم از چہ کلان بین شدہ است

مرا از آمد و رفتِ نَفَس روشن شد این معنے — کہ اقبالِ جہان در دم زدن اِدبار می گردد

دنیا عزیز کردۂ دنیا طلب بود — از التفات شوی بود قدر زن بلند

کنند گور پرستان زیارتِ زاہد — کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است

بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے — ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش

در گلستانی کہ مارنگِ تماشا ریختیم — آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ — از چار اصول دین خبردار نۂ

در طبع تو این چہار عنصر باہم — تا ہست باعتدال - بیمار نۂ

رباعی

گر تن بہ بلاہای قضا نتوان داد — از کف سر رشتہ رضا نتوان داد

در ہر چہ نشد مگو چنین بایستے — تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی - شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است - کسب کمالات از حاشیۂ محفل واللہ بہ خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرار ہما نمود - و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت -

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل او را در خورد سالی مرید گرفت - و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ وبعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباء کرام مربع نشست۔ وطریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود۔

فیمابین فقیر واو اخلاص خاصے بود۔ حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ افگن از پا اُفتاد واین حادثہ بیست ویکم جمادی الاولی روز چہارشنبہ وقت نماز مغرب سنہ ثلث وستین ومائۃ والف (۱۱۶۳) واقع شد وپائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل جد خودش مدفون گردید۔

مسود اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیہ وشیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می آید۔ مے گوید ؎

افضلی شیخ کامل و غالب — آرمیدند در ریاضِ ارم

سال تاریخ گفت غمزدۂ — آہ رفتند ہر دو زین عالم ۱۱۶۳ھ

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت وشعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است ؎

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است — چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است

زاہد از خلوت نشینی فکر صیدِ عام کرد — چون نگین در حلقہ خود را از برائے نام کرد

سخنور چون بمیرد شعرا و مشہور تر گردد — کہ صافی تر کند گرد یتیمی آب گوہر را

لبِ گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم — عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

دخترزادۂ شیخ محمد افضل الہ آبادی است وبرادر خالہ زادۂ شیخ محمد ناصر افضلی اصلش از جونپور است۔ جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمد افضل جونپوری اُستاد علامۃ العصر ملا محمود جونپوری بود۔ غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود۔

وقتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ہند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستاد ؎

چون کرد ورود سوی من یار سعید — فی الحال مہِ نو بفلک گشت پدید
از بسکہ فزود عشرت از آمدنش — ماہِ رمضان برای من شد مہِ عید

واواخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد ونہم ذی القعدہ سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد ودران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست ؎

دل دیوانہ دارم کہ خاموشی است تقریرش — برنگِ زلف خوبان بی صدا اُفتادہ زنجیرش
گذر از کوچہای تنگ کو صاحب دماغان را — نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش
سیر مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن — سایۂ زلف برخسارِ تو زلف دگر است
پی بفکرِ آن دہان از یاد ابروے برم — تیغ قاتل رہروِ ملک عدم را جادہ است
زبیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم — عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما — دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد ودر بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولد شد سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود ؎

"برسپہر سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد از انکہ سنین عمرش بسرحد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی کہ از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و بقدر فضائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد برسبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را در عقد ازدواج او در آورد۔ و از حضور سلطانی بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری ممالک اودیسہ فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغاسازی نوکران خود از دار الامارۃ بیجاشد و خود را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد۔ انجام کار در حیدرآباد (دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدہم رمضان سنہ اربع وستین و مأئۃ والف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید[1]۔

در شعر زبان خوبی دارد۔ و مضامین تازہ ہم یابد۔ دیوان مخمور بخط خودش بنظر در آمد و این چند شعر فراگرفتہ شد ؎

کو ساغرِ مے تا دمے از ہوش خود افتم — مانند سبو دست در آغوش خود افتم

پشت فلک بخاک رساند غرور ما — کہسار را کند کمر سنگ زور ما

بسانِ شیشۂ ساعت رفیقِ کار پیدا کن — بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن

باشد دو جہان قائم از ان ذات یگانہ — برپا جو کمان است بیک تیر دو خانہ

تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد — کہ زخمِ کہنہ را خاکسترِ عقرب دوا گردد

زدونان کی بخود در ماندگان را کار بکشاید — گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

---

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵۴ ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی کہ ہست بسنگ آبگینہ را — ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست
بگذار محبّت رشتۂ گلدستہ را مانم — کہ عمرم جملہ صرف اجتماعِ دوستان گردد
سراز مضمونِ آن زلفِ سیہ بیرون نمی آرم — کہ در چشمم چو مکتوبِ مرکب خوردہ مے آید
تسکینِ دل زصحبت روشندلان طلب — آئینہ بیقراریِ سیماب مے برد
چرا بسر نرود زود دفترِ ایام — کہ خود بخود ورقِ این کتاب مے گردد
مے زاید چو نگین سجدہ سیہ روئی را — کاش پیشانی خود وقفِ زمین می کردم
می فریبد نازنینان را بہر صورت کہ ہست — کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم
چون درختی کہ زہر شاخ دہد ریشہ بخاک — در سجودِ تو زہر عضو زمین گیر شدم
منم آن مست کہ گر مے ندہد دست بہم — بفشارم لبِ ساقی و بہ پیمانہ کنم
رتبۂ شخص فزاید زصفائے باطن — چون نگینے کہ گذارند ورق در تہِ او
درین چمن بچہ اُمید خوش کنم دل را — چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے
پند ار از ضعیفان کار سنگین برنمے آید — کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میرزضی شوستری

والدِ او سید نورالدین شیخ الاسلام بلدۂ شوستر بود۔ ومنصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام بہ آبا و اجداد او تعلّق دارد۔

ولادت میرزضی در شوستر سنہ ثمان وعشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن بہ کسب فضائل برزد۔ وعلوم عقلی ونقلی در شوستر از خدمت والدخود۔ وبعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد ازان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفہان وقم وکاشان وسائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ وایضاً عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید۔ آنگاہ نطاق عزم بگلگشت ہندوستان بربست۔ و در سنہ تسع واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۹) از بندر بصرہ بہ بندر سورت رسید۔ و ایامی درین شہر توقف نمودہ از راہ دریا سری بدیار بنگالہ کشید و در سایۂ عاطفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ بصیغۂ مصاحبت مدتے بسر برد۔ و بعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبہ دار اودیسہ برگزید۔

و چون مرشد قلی خان بہ دکن آمد میر ہم مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان جُدا شُدہ در ظلال مرحمت نواب آصفجاہ خدیو کشور دکن مدتے روزگار گزرانید۔

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاہ برداشتہ در حیدر آباد دکن گوشۂ انزوا گرفت و با یکی از سادات تفرش کہ از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نمودہ بتأہّل پرداخت۔

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاہ سنہ ستین ومأتہ والف (۱۱۶۰) با میر ملاقاتہا مستونی دست داد۔ بعد ازان در سنہ خمس وستین ومأتہ والف (۱۱۶۵) ورود فقیر بہ حیدر آباد صورت بست و دیدو دید مکرر بعمل آمد۔

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان وصنوف فضائل ممتاز اقران۔

صریر کلک اقدس سامعہ می افروزد ؎

ظالم از عربدہ بار ستم خویش کشد　　عقرب از کجروشی بر سر خود نیش کشد

نباشد خود نمائی مردم افتادہ از پا را　　کہ رنگینی نباشد سایہ گلہائے رعنا را

عمر بیہیچ مے رود رحم و جفائے یار کو　　وصل سبک عنان چہ شد ہجر گران وقار کو

نرم شو کز سخت گیران کار صورت گیر نیست　　خامۂ فولاد ہرگز لائق تصویر نیست

رفتہ رفتہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد　　این کمان از بسکہ بیکجا ماند آخر خانہ کرد

پرتو خورشید را آئینہ سازد گرم تر　　مہر کم را سینہ صافیہا فراوان مے کند

ریاضت در جہادِ نفس باشد حربۂ مردان — خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقشِ بوریا گردد

سخت رویان فارغ انداز کاوشِ اہلِ جہان — در زمینِ سخت رسمِ کندنِ بنیاد نیست

دولتِ بے رنجگان سرمایۂ سنگین دلی ست — خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود

تا چند بار خاطرِ دلہا توان شدن — یک چند گر بہ سیرِ گلستانم آرزو ست

(۱۰۲) حزین - شیخ محمد علی،

سلسلۂ نسبش بہ شش واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است - چون نادرشاہ بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود برہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید و در سنہ سبع و اربعین و مأئۃ و الف (۱۱۴۷) از راہ دریا بہ بندر تتہ رسید - و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً در ان ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتہا دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دار الخلافہ دہلی شُد۔ و قریب چہاردہ (۱۴) سال درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید۔

و در سنہ احدی و ستین و مأئۃ و الف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد بر آمدہ چندی در اکبر اباد وقفہ کرد و از انجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چندے از انجا بہ عظیم آباد پٹنہ رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبعزاد بہ دستخط خود تواضع فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔

این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون — آہ دل سوختہ کان متصل آید بیرون

باشد بہ چمن ہر رگ گل دام ہوسہا — رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا

پیش از ظہور جلوۂ جانا نہ سوختیم — آتش بسنگ بود کہ ماخانہ سوختیم

ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد — در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیبان دامن فشان گذشتی — گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد

دلم ز وعدہ بر آتش فگندی و رفتی — بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین۔ میرزا عبد الرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد و منشأ او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول بانواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسرے برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ برگزید۔

فقیر در بلدۂ لکھنؤ او را دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شکستگی بمرتبۂ کمال دارد۔ و صحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خطِ چہرہ نیاز است مرا — در ہر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو بر گردِ سرش مے گردم یک دورۂ تسبیح نماز است مرا

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبر آبادی

از شعراء حال - و تازہ گویان خوش خیال است - قریب پنجاہ سال است کہ در گلستان سخن عندلیبے می کند و بدستیاری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند - فقیر درحین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل بر طلب ترجمہ بقلم آورد - مشارٌ الیہ بمنطوق وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا عمل نمود - و مکرر بہ تحریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ : -

"فقیر بخدمت میر عبد الجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبتِ شعر اتفاق

"افتاد - حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و گل دوستی رعنا گشت "

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہر زادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیْحَہٗ و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ منتہی می شود -

و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری عُطِّرَ ضَرِیْحُہٗ مے پیوندد و لہذا ایشان را عطاری گویند -

ولادت شیخ سراج الدین در منتہای مأتہ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد - از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ - و در سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ - و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ - سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد -

و در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنه اثنتین وثلثین ومائة والف (۱۱۳۲) به دارالخلافه شاهجهان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شهر بسر می برد۔ وهنگامهٔ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رساله "موهبتِ عظمی" درفن معانی ورساله "عطیه کبری" درفن بیان۔ هردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" که سابق کسی برین منوال ننوشته۔ وفرهنگ "سراج اللغة" بطور برهان قاطع و "چراغ هدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید که درکتب سالفه نیست و "نوادر الالفاظ" مشتمل لغات هندیه که فارسی وعربی آن درهند غیر مشهور است۔ و "شرح سکندرنامه" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبهٔ اعتراضاتِ ابوالبرکات منیر براشعار عرفی وغیره ونسخهٔ "داد سخن" شرح قصیدهٔ ابوالبرکات منیر که دراعتراضاتِ شیدا برقصیدهٔ قدسی محاکمه نموده۔ وشرح گلستان مسمی به "خیابان" وتذکرهٔ اکثر شعراء متقدم ومتاخر که درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد وکلیات او نظماً ونثراً قریب سی هزار بیت است

وبعد از انکه خط مشارٌ الیه چهرهٔ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازه از شاهجهان آباد آورد واین ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ؎

مگو که چارهٔ دل از سبوئے آید — کدام کار که از دستِ او نمے آید

چند چشمِ دوستی زین ساده لوحان داشتن — چشم حفظ الغیب از آئینه نتوان داشتن

درهوائی آن پری رو چشم من پرواز کرد — طفل بازی کوش اشکم را کبوتر باز کرد

کجیئے نیست در طریق خدا — بنگین راست می کنند دعا

محض معدومیم و در عالم هویدائیم ما — خوب اگر فهمد کسے تصویر عنقائیم ما

نماند هیچ حنا بهیچ اختیار مرا — سپرد بسته بدستِ تو روزگار مرا

چو شبنم آبله پیدا بروی آن گل شد — قماش حسن به بیند که چشم بلبل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند — از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند

دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود — عمر از شب زنده داریها دوچندان می شود

گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید — چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید

دلبران باهم آشنا مشوید — مبتلائیم ما شما مشوید

بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد — شراب میکده ام لذت گزک دارد

می کند ناز خطِ او نه دمید است هنوز — بید ماغ است که بنگش نرسیده است هنوز

عرض بے طاقتیِ خود بچه انداز دهم — بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دهم

وحشت آموزِ غزالانم من — شهر استاد بیابانم من

به بزرم می پرستان خودنمائی شیخ کمتر کن — بسانِ شعله اسبابِ معیشت را بسر کن

شنیدم از رهِ دور آمد آن شوخِ فریبنده — شود ای کاش شمعِ محفل من ماه آینده

ندارد یاد ایام جدائی چشمِ مستِ او — حسابی نیست در پیشِ فرنگی سالِ هجرت را

فریب خوش پسران خوردن آرزو رسم است — زروی تجربه گفت این چنین پدر ما را

شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر — که شاه مملکتِ فقر چون تمرلنگ است

هر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است — آدم آنست که او را پدر و مادر نیست

تغافل این همه رسم کجاست جان کسی — بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست

گرفت آن مهِ هندی مهِ دگر در بر — دگر مپرس حکایت که چند در چند است

گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من — ختم نمی بشوق بیک بوسه کردن است

نیست خالی از تناسب عضو عضوِ آن پری — ساق سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست

چنین که منع ز سرگوشی خودم کردی — بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت

می دوانند آسمان را بهرِ کارِ خاکیان — از بزرگیها بود گر بے وقارم کرده اند

خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود — تو گاهی کرده باشی یادِ من یادم نمے آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم — چنانکه بر سر کس خانهٔ فرود آید

نمی فهم زبانِ ترکیِ چشمِ سخن گویت — اشارتهای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد

نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او — همچو خوش خط مهر کن در نیکنامی صرف شد

دیده باشی گلِ شبنم آلود — گریه را هم دلِ خوش می آید

آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال — عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد

کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ نہاں — سرو این باغ است دامِ عشق پیچان بیشتر

لیکن دل ما آخر ازان شوخ کشیدی — ای آینہ ما قدر تو نشناختہ بودیم

پامال کرد خونِ منِ تیرہ روز را — زانو سیہ سمند سواری کہ دیدہ ام

نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب — کہ در شکنجہ فتد چون شود کتاب تمام

ربود از دلِ عشاق بیحضوری را — غبار خط تو خاک شفاست پنداری

زنّار و قشقۂ ما بے سجۂ نباشد — چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی

خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان — زمینِ شعر کجا حقِّ شفعہ داشتہ است

شود چو بازوِ من ناز بالشِ خوابت — تو خود بگو کہ مرا آن زمان چہ باید کرد

واجب القتلی نخواہد بود زینسان در جہان — خونِ عاشق تیز چون شنجرف باشد کشتنی

آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور — حیف آن عاقل کہ ماند زندہ بے کیفیتے

ہر چند از وئیم و لیکن ہمہ اوئیم — مانندۂ فیلے کہ تراشیدہ ز عاج است

آن دو گیسوے سیہ بر روی رخشان آرزو — شعر ہندی بودہ است از میرزا روشن ضمیر

پوشیدہ نماند کہ بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاستہ رخت سفر بہ دیار شرقی کشید- و در بلدۂ لکھنو آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبہ اودھ برخورد و بعواطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجہ سنہ سبع وستین و مائتہ

والف (۱۱۶۷) درگذشت- آرزو با شجاع الدوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدر شد بسر می برد- و در جمادی الاُخری سنه تسع وستین ومأته والف (۱۱۶۹) در بلدهٔ لکھنؤ فوت کرد- و در ہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر — زمرگِ او سخن را آبرو رفت

اگر جوید کسے سال وفاتش — بگو- آن جانِ معنی آرزو رفت

۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر- میرزا جانجان سلّمہ اللہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است- و مشرق صبح آگاہی- شاہ مسند فقر و فنا- و مقیم آستان توکل و استغنا-

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیهٔ او توان دریافت امّا نام و تخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است که پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرموده و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال و ا نموده یعنی ؎

جان اول مظہرِ درگاہ شد — جانجان خود مظہرِ اللہ شد

لیکن نام او بر السنه میرزا جانجانان جاری شده- این اسم ہم معنی بلند دارد

فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه بسته اما غائبانه اخلاص کامل است و ہمیشه به آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل-

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است- و به اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری- نوعروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازه- و تصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازه- شعلهٔ آوازش آتش زنِ خرمنها- و شوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر
در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیۂ دوستان ساخت نسخۂ ترجمہ این است۔

"فقیر جانجان متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد حنفی مذہب
"نقشبندی مشرب است۔ در عشرۂ اولی مأتہ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمائے
"ظاہری در بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت سید محمد
"بدا ونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ
"بہ شیر بیشۂ کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مأتہ تاسعہ از خطۂ طائف بجذب قسمت بحدود
"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرانیدہ۔ اولاد
"کثیر بہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایون
"پادشاہ اتفاق اُفتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ ازان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ
"شعار مردم این خاندان بود

"میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور
"واقع است بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

"و این خاکسار از بدو طفلی ہوای مال و جاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت
"غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم
"بر در ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آرد بتجرید و تفریدی
"اختیار کردہ نان برخوان دونان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ بتحریک شور عشقی
"کہ نمک خمیر اوست گاہ لبی بفریاد و امی کند۔ چون نالہ اش موزون واقع مے شود احباب از راہ جوہر
"شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود وکافی بر

"سخن پخیده - زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - او سبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند

"ومن اشعاره"

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام — چون صبا باد فروشِ گل و ریحانِ تو ام
همچو سیلاب روم گریه کنان جانبِ دشت — من که جاروب کشِ گورِ غریبانِ تو ام
طرفه شمعی تو که چون صورتِ فانوس خیال — متصل گرد تو می گردم و حیرانِ تو ام
خوب گفتی غزلِ مرثیهٔ من مظهر — جان ندارم که دهم کشته احسانِ تو ام

آنکه روز و شب بلا گردانِ دیدار خود است — داغ همچون آفتاب از دست رخسار خود است
پشت پائے بر حنا زد سرمه را در خاک ریخت — از پیِ آزار من ناحق در آزارِ خود است
خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد — اگر عریانیم چون شمع نامِ پیرهن گیرد
هنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد — درین ره تیشهٔ باید که دستِ کوهکن گیرد
ازان پیراهنِ خود چاک می سازم که می ترسم — گریبانم بمحشر آید و دامانِ من گیرد
ازین عالم مجردمی روم چون بوی گل مظهر — که ترسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب درست کند گر بها به زاریِ ما — همین بس است پس از مرگ خیر جاریِ ما

کاهید خلهای سخن گرچه تن مرا — بالید چون نگین منبّت سخن مرا

مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگران دارد — ترا بر نعش من چون دید گفت این مرده جان دارد

سوز دل از هر بنِ مویم نمایان کرده اند — این جفا جویان مرا سرو چراغان کرده اند

سحر عیدِ گل و عاشور بلبل در چمن دیدم — برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشهد پروانه شمع خواهم بُرد — اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد — توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چو افتاد گرفتاریها ست — حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است

عکس رنگِ پان نمایان است از پشتِ لبت — این بدخشی از کجا در سبزوار افتاده است

هیچ کس بر جامه زیبان قتلِ من ثابت نکرد — گرچه خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود

نداشت هستیِ من تا عدم سرِ مو فرق — کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم

مبین آئینه گردی زخمیِ تیغِ نگاهِ خود — ضرور است ای پسر از رجعتِ سیفی حذر کردن

جز تو در دیدهٔ من کس نگذارد قدمے — شهره دارد که درین خانه پری مے باشد

بتان اگرچه ندانند قدر مظهرِ ما — خدا گواه که دیوانه سخت مغتنم است

(۱۰۶) دردمند - فقیه صاحب

از نجباء **اودگیر** است - و شعراء خوش تقریر -

اودگیر شهری است از توابع **محمد آباد بیدر** - مرقد منور شیخ صدر الدین قدس سرہٗ که از مشاهیر اولیاء **دکن** است درین شهر واقع شده - راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوخته -

مولدِ فقیه صاحب **اودگیر** است - در صغر سن همراه والدِ خود مطابق سنه ست وثلثین و مأته والف (۱۱۳۶) از دکن به دار الخلافه **شاهجهان آباد** رسید - و در ظلّ عاطفت **شاه ولی الله** نبیرهٔ **شاه گل** متخلص به وحدت سهرندی قدس الله اسرارهما جا گرفت - و به تهذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید بعد چندی والد او رخت زندگانی بربست - میرزا جانجان مظهر سلّمه الله تعالیٰ او را در سایهٔ شفقت خود گرفت و به یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعهٔ کمالات شد و در فن سخن زینهٔ شایسته بهم رسانید و میرزا در حق او گوید ؎

مظهر مباش غافل از احوالِ دردمند — لعلیست اینکه در گره روزگار نیست

شعر فارسی و ریخته هر دو خوب می گوید - ساقی نامه ریخته او مشهور است که مقبول طبائع گردیده -

فیمابین فقیر و مشارٌ الیہ غائبانہ اخلاص وافی است و ہمیشہ طریق مراسلات مسلوک

درین ایام بہ تقریبی از شاہجہان آباد بسمت بنگالہ رفتہ و نزد ناظم بنگالہ بہ جمعیت

مے گزراند

اشعار او بہ فقیر کم رسیدہ - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشتہ بود ازان است ؎

بزخم خویش ازان کوہکن نمک ریز است — کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز است

در کوی میفروش نماند آبرو مرا — لب تشنگی فروخت بدستِ سبو مرا

جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمرہا — بود است برمرادِ تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شافعِ روزِ محشر — ہر روز بود عید غدیرِ دیگر

چون جام بود چشم امیدم در حشر — بر دست تو ای ساقیِ حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی — وین عمر دو روزہ بار خاطر کردی

بعد از مردن رہت بخاکم اُفتاد — اول بایست آنچہ آخر کردی

(۱۰۷) شاعر - گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاہ پادشاہ است - بعنایت شاہی ممتاز بود - و بہ خطاب

معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کردہ - و در تلامذۂ میرزا

فائق برآمدہ - امروز منتخب شعراء شاہجہان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق

او آباد -

گلدستۂ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بہ گلشن چشم شہلایش چو می آشام مے گردد — دُکانِ حسنِ خوبان تختہ چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل　　جدا ازصحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبدالولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش درفصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والاگہر خواندہ۔ و درمعقولات حیثیتی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشارٌالیہ را اشتیاق سیر شاہجہان آباد در حرکت آورد۔ و از بندر سورت روانہ شدہ۔ بعد از طی عرض راہ بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومأئة والف (۱۱۶۴) واصل آن بلدۂ فاخرہ شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستادہ بود این چند بیت از انجا فراگرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوہ گراں جا برداشت　　رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت

بہ گرم جوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن　　کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم و دشمن کامیاب　　چیدہ مقراض از نہالِ شمع گل پروانہ سوخت

دلم افسردہ خواہد ماند یا وامی شود روزے　　ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد

خدا ناکردہ گر صیّاد از دامم رہا سازد　　اسیرِ حلقۂ بر گرد سر گردیدنش گردم

سر بر نداشت نگہتِ گلشن ز شرمِ او　　بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت[1] ۔ میر محمد ہاشم

مخاطب بہ موسوی خان کہ خطابش بہ داہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹

سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) درنزہتکدہ عالم ناسوت خرامید وہلال استعدادش درسنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدر کامل رسید۔

سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود جدش **سید علی** بہ اقتضاء آبخور از خطۂ **گیلان** بہ دیار **ہند** وارد شد پدرش میر **محمد شفیع** بن **سید علی** از فنون فضل وکمال آگہی داشت۔ ودرخجستہ بنیاد **اورنگ آباد** رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامنِ دولت امیر الامرا **سید حسین علی خان** گرفت و بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا درسنہ احدی وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۱) از **دکن** جانب **ہند** حرکت کرد۔ **موسوی خان** در رکاب امیر الامرا بسیر ہند شتافت۔ وصحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل **میرزا بیدل** و **میر عبد الجلیل بلگرامی** دریافت۔ مے فرماید:۔

"ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبد الجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔"

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سنِ انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ وبمنصب دوہزار وپانصدی وخدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

وبعد رحلت **نواب آصفجاہ** وتمکنِ **نواب نظام الدولہ شہید** برمسندِ ریاستِ دکن خدمت انشاء سرکار والا ہم بر **موسوی خان** قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس دکن قیام دارد۔ وبہ عہدۂ انشاء ومنصب چہارہزاری وخطاب **معز الدولہ** فرق امتیازی افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن باخان مذکور مجالس مستوفی اتفاق اُفتاد نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست - وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا -

این چند بیت از دیوانش فراگرفته شد ؎

پاس دل گرمی توانی داشت سلطان میشوی — این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهر آنکه منزل دور و پالنگ است مے نالم — دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند — این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام — سرو آزادم و پابند گلستانِ توام

بسمل کردی و پرسے طپم آزرده مشو — می کنم رقص که در ذیلِ شهیدانِ توام

بے بهارِ خلق شهرت با هُنر دمساز نیست — نکهتِ گل بے شگفتن قابلِ پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است — شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم — مانند شمع سوخت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است — از قتل بدتر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت — بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

لذت همه در مناسبتهاست — از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بهتاب تجلی دارم — کاش عریانیِ من رنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند — هنوز با تنِ مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاریِ دل — گفتم آن شیفتهٔ بے سر و پا حاضر نیست

بخاک میکده رندانِ مست محترم اند — سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پیِ روزی بیکدگر — صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا - جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبائش همدان - و نسبش بمیر

سید علی همدانی رحمه الله می رسد-

از اجداد ش میر شاه طاهر در عهد اکبر بادشاه وارد سواد اعظم هندوستان گردید وقبول تمام یافت- وپس از چند گاه متوجه گلگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش راگرامی داشته بآئین ارباب عقیدت احترام مالاکلام بعمل می آوردند- پس ازان اخلافش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نموده مرجع اهل فضل وکمال بودند- وبه سنت سنیهٔ مشائخ عمل می کردند- واز چند قریه که اکبر پادشاه بطریق سیورغال مقرر کرده بود صرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان درزمان خلد مکان خودرا درسلک ارباب مناصب منتظم ساخت وبخدمات عمده ممتاز بود واز علوم آگاهی داشت-

مولد میرزا خان- حیدر آباد است نشو ونما در لشکر نواب آصفجاه یافته و از مجلسیان خاص نواب بود- ودر اواخر عهد آصفجاه بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت- ودر رکاب نواب سیر شاهجهان آباد کرد- وصحبت شعراء آنجا دریافت- بسیار خوش خلق- رنگین صحبت است- وجامهٔ میرزائیت برقامتِ او دوخته اند-

فقیر را در دکن یکجهتی فراوان با او صورت بست-

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد ؎

خود را ز تنگیِ قفس آزاد می کنم این مشت پر تواضعِ صیّاد می کنم

درسراپردهٔ دل هر نفس آوازی هست که درین خانه نهان خانه براندازی هست

نرسم اگر به بزمش ز هجوم نارسائی بخیال آستانش من و مشق جبهه سائی

که برد پیام مارا بحریم خوش نگاهان رقمی نمود آهم دو سه مصرعِ هوائی

رحم کن ای باغبان گلدسته پیش من بیار مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم — معاشران چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت — مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خوبغربت کرده را در بیکسی هم عالمی است — بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد - میرزا علی نقی

از قوم قاچار است - مولد پدرش نقد علی خان - همدان - و با شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت - نقد علی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت - و در عهد آصف جاه مُدتها بدیوانی پادشاهے بلده حیدر آباد سرافراز بود - و باین علاقه پای توطن در حیدر آباد افشرده -

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دار السرور برهان پور است - بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید - و بعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقد علی خان و خدمت دیوانی حیدر آباد نقد امتیاز بدست آورد -

اول مرتبه در اورنگ آباد وارد فقیر خانه شد و بعد ازان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و در حیدر آباد مجالس متوالی اتفاق اُفتاد - جوهر قابلیت سرمایهٔ اوست - و زیور تهذیب اخلاق پیرایهٔ او -

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ؎

بدست یار سپردند اختیار مرا — توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا

یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت — عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت

ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش — بر رقیبم دست گر یابی گریبانش بکش

دلم تو بُردی و من انتظارها دارم — بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن — خود را مثال آینه حاضر جواب کن

خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری — خدا نکرده مگر در گره همین داری

خطِ پشتِ لب و حرفِ تو در دل کرد تاثیری — بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری

گفتهٔ دل شکنان به که فراموش کنی — این گهر یمن ندارد که تو در گوش کنی

گیرم که در کفم همه رنگِ حنا شوی — آخر تو رفته رفته ز من بیوفا شوی

بروی مشهدِ پروانه شمع را دیدم — که چادری زگلِ داغ میکشد امشب

بی خورده دلِ لاله برد داغ ز گلشن — آرام متاعی ست که بی زر نتوان یافت

بالیده بود پر بخود آخر خراب شد — چشم حباب کور شود این سزای اوست

راست می گوید اگر سرو که همدوشِ تو ام — بر سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد

دلم از تست میخواهی ببر من پیشکش کردم — بهر صورت ترا آئینه در کار است می دانم

اول ابروی تو دیدیم ز معمورهٔ حُسن — ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم

دارد همیشه در بر پیراهنِ مُعَطّر — ما را زگل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار۔ عبدالوہاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است۔ در ایام تالیف این کتاب ترجمه خود را باشارهٔ فقیر انشاء کرد۔ ونسبت به مؤلف کتاب تکلّفی بکار برد۔ هرچند بساط عذر گستردم ناطقه را بمُهر ابرام بند ساخت۔

نسخهٔ ترجمهٔ این است :۔

"فقیر عبدالوہاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است۔ سلسلهٔ نسبش از طرفین به

"مخدوم جہانیان بخاری قدس سرہ منتہی میشود۔ مولد و منشا این نمود بے بود احمد نگر

"دارالسلطنة سلاطین نظام شاہیہ۔ چون ازدواج فقیر با صبیهٔ سید مرتضےٰ خان بخاری حارس

"حصار شهر پناه دولت آباد اتفاق افتاد - باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
"ریخته شد - بعد ازان که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکته سنجان بقدر زلالی برداشت
"وشست خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت - گویند شخصی این بیت
"تکراری کرد ؎

خدا ناکرده گر آید اجل پیش بامید که بگذارم جنون را

"فرزندی داشت صاحب کمال گفت "بامید من" لله الحمد والمنه که جگر گوشگان اشعارم
"هریکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
"نتایج ارجمند داری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم - سخن
"آفرین تعالی شانه این غریب زادها را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
"بلند فطرتان جلوه گر گرداند ؎

بود فیضان دیگر چشمهٔ دادِ الٰهی را ز ماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سیر غنچه کردم اعتبار این چمن دیدم زند بر هم نسیمے منصب صاحب کلاهی را

غیرت افزای بهار است گل رخسارت شمع افروز تماشاست مه دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی بخرام گردش خامهٔ نقاش بود رفتارت

ابرو که بود نازکش وسمه نخواهم چون پی بکمانی که دو کار است بچشم
بدوری هم ترا بر من نظرها هست می دانم که چشم دوربین نزدیک بیند دوردستان را
تا چشم باز کرد خدا دید دیده ور اول به بیند آینه آئینه ساز را
سازنده است سرو قدش را زمین چشم تا دل دواند ریشه اگر یک زمان نشست
سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل دل را بدل رهیست الٰهی تو خیر کن
ابروی دیگران نرسد ابروی ترا هر ماه نو مقدمه عیش عید نیست
نگینم بندگیها هیچکس چون من نمی داند بنامی آشنا می گردم و با سجده می سایم

او بزلف آنجا گره زد شد دلم اینجا بدام می توان دادن سر انجام امور از راه دور

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کُتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ ونقش او با مشق سخن درست نشستہ۔ از وی آید ؎

از تو پنہان می کند آئینہ روئے خویش را ہر کسے منظور دارد آبروئے خویش را
گل کند از باطنِ صاحبدلان بی قصد فیض در گرہ بستن نداند غنچہ بوئے خویش را

گر بصحرا نگہِ او چمن آرا گردد شاخ آہو قلمِ نرگسِ شہلا گردد
صندلی رنگ بتی گر سرِ درمان دارد درد ہم گردِ سرِ ما بہ تمنّا گردد

رباعی

رونق دہِ تخت شرع شاہِ نجف است روشن کنِ آفتاب ماہِ نجف است
شاہی خواہی وگر تو راہے طلبی شاہ نجف است و شاہ راہِ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است و اسامی کتبی کہ ماخذِ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد و مقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدعِ فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد بر زبانِ قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم و ذکر این طائفہ را طرازِ دامنِ کتاب می سازم۔

بر صیرفیان نقود اخیار و مبصران جواہر آثار پوشیدہ است کہ چون مایۂ رایت اسلام بر سواد ہند پرتو انداخت۔ و طلیعۂ غازیانِ کفر شکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب و عجم با قامت این دیار پرداختند و علوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ و بسط تختہ از انجمل سخن موزون کہ از آن وقت تا زمانِ حال ماہرانِ این فن شورہا

برانگیختہ اند- ورنگہا از خامۂ بوقلمون ترخیتہ- امّا در عہد قدیم این طائفہ بیشتر در پائے تخت سلاطین بودہ اند و در اطراف واکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی کہ ہر سہ از شہر دہلی برخاستہ اند و غیرہم رحمہم اللہ تعالی و از عہد اکبر پادشاہ سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسید و اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید- از انجملہ شہر بلگرام حَفِظَہُا اللّٰہُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّامِ

منِ سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم- و خادم صاحبان این انجمن اما باثبات مآثر این اَعِزّہ کرام بر صفحۂ روزگار حق عجبے ثابت کردہ ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آوردہ- سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید کہ باصلاح سخن اینہا پرداختم غلط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ تَعَالٰی شَانُہٗ می داند کہ باعث اظہار این معنی نہ برخود بالیدن است و دکان خودفروشی چیدن- بلکہ از سرِ عجز و نیاز زبان بہ تحدّث عطیات الٰہی کشودہ ام- و لب بہ تذکّر عنایات شاہی وا نمودہ- فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِہٖ تَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ-

(۱۱۴) ضمیری- شیخ نظام بلگرامی

از قدما شعراء این مقام- و نکتہ سنجان شیرین کلام است- محل سکونت او محلہ قاضی پورہ در دامن بلندی-

پدرش او را صغیر السن گذاشتہ متوجہ عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان کہ از نوکران با امتیاز درگاہ اکبر پادشاہ بود در حجر عاطفت تربیت کرد-

شیخ الیہ بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفتہ درین فن رشیدی بہم رسانید

ومخدرات صنائع وبدائع را بیشتر بکرسی نشاند۔

ہمواره با اُمراء عہد بسر می برد و به اعزاز و اکرام مخصوص بود۔ و ایام زندگانی را به تجرد و تفرد گزرانید۔ آخر الامر در قصبۂ سفیدون از توابع دار الخلافہ دہلی وارد شد و ہمانجا به گلگشت نزہتکدۂ آخرت خرامید۔ و این سانحہ در سنہ ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ مبارک خان دہلوی تاریخ وفاتش درین قطعہ بضبط آورد ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام — شاعرِ نادر و فصیح کلام
در قصیده شُده ظہیر زمان — در غزل گشته خسرو ایّام
بست رختِ بقا ز ملکِ فنا — کرد آہستہ سوی خلد خرام
کردم اندیشہ بہر تاریخش — خِرد م گفت۔ آہ آہ نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیده و غزل و رباعی و صنائع شعری پانزده ہزار بیت است و قصیده به از دیگر اقسام می گوید۔

سید محمد اشرف درگاہی کہ ترجمہ او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من در آمد۔ بر پشت دیوان مُہر خود زده کہ این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحقِ رسُولِ انام — پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شده لہذا درین جریده کم گرفته مے شود ؎

جز آئینہ در روی تو دیدن کہ تواند — جز شانہ بزلفِ تو رسیدن کہ تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند — در عقدۂ عشق طپیدن کہ تواند
آنجا کہ صبا را نبود بار ز تنگی — جان بخش کلام تو شنیدن کہ تواند
بر گل کہ به گلزار جمالِ تو نخندد — ای وای بحرد دستِ تو چیدن کہ تواند

صد تیغ کشیدند ز ہر سو بہ ضمیری — پیوند ہوای تو بریدن کہ تواند

آن تُرک شوخ دیدہ خود از دودمانِ کیست — یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست
از نالہ و فغانِ من آید جہان بجان — آن سنگدل نگفت کہ آیا فغانِ کیست
این سرو سرفراز کہ خوش می چمد بناز — یارب چنین کشیدہ سراز بوستانِ کیست
ہر تیر بر دلم کہ دو ابروے او کشید — دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست
چون نامۂ نیاز ضمیری رسید و خواند — پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

بزمے کہ شوی جلوہ گرای سیمتن آنجا — گویند ثنایِ تو ہمہ بے سخن آنجا
چشمم کہ بود خانۂ خوش آب و ہوائی — شایستۂ آنست کہ سازی وطن آنجا
خواہم کہ کنم پیش تو دردِ دل خود عرض — لیکن بمقامے کہ تو باشی و من آنجا
تا کرد خریداریِ خاکِ سرِ کویت — از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامہ سیاہ آمدہ ایم — وز آتشِ دوزخ بہ پناہ آمدہ ایم
ہر چند کہ ما غرقِ گناہ آمدہ ایم — با قافلۂ عذر براہ آمدہ ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیہ الرحمہ گوید ؎

بدورانِ شہِ اکبر کہ گشتہ — خطابِ او جلال الدین محمد
چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت — ازین دارِ فنا در دارِ سرمد
ز تُردی بیگ سلطان یافت بنیاد — برای مرقدش این پاک گنبد
ضمیری جست سالِ این بنا را — بلفظ پارسی و ہم بہ ابجد
بتاریخش نہان و آشکارا — خرد گفتا کہ ہشتاد و نہصد ۹۸۰

و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیہ بود و در بلگرام بر مسند ہدایت و ارشاد بسر می بُرد۔ و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت - وچون حاجی افضل از قصر مینا بسرا پردۂ کبریا خرامش فرمود و درسواد شهر مدفون گردید- تُردی بیگ سلطان برمرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد وقطعہ مذکور را بخط نستعلیق درنہایت خوشخطی برلوح سنگ کندہ در پیشانی باب گنبد تعبیہ نمود- اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میر اہتمام تعمیر بود شہرت یافت ونام تُردی بیگ سلطان را کسے نمے داند- شاعرے مناسب این مقام گوید ؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کام دیگران می نشانم نقش خود امّا بنام دیگران

(۱۱۵) شاہدی میر عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافتہ وخامۂ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ واینجا ہم طریق اجمال می پیماید- وصدر ورق را بمرسلۂ جواہر آبدار می آراید-

آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیْحَہٗ واز خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ رَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ- عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید- وسالکانِ مناہج حق پرستی را بسرائبستان کبریا رسانید-

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبہات" و "شرح کافیہ ابن حاجب" بطور تصوف- وغیرہا متداول است-

احیاناً بنا بر موزونی طبع گوہر قافیہ مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برمے کشید- در حل شبہات مے فرماید :-

"این کس در فن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ وخواجہ نیز بہ شاگردی خود "مرا قبول کردہ وگویا باین ضعیف ایمائے نمودہ ؎

"ہر کہ در طورِ غزل نکتۂ حافظ آموخت یار شیرین سخن نادرہ گفتار من است

و میر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طراز دکہ :-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد از واست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ وی بہ لطف نشین تا ز خویش برخیزم

و شیخ عبد القادر بداؤنی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ :- میر طبع نظم بلند دارد" آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر و الف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید۔ و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تاریخی بہ روح اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحدِ صوری و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری و معنوی است - اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن را بتعمیۂ نازک خارج کرد یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک است بر آمد۔

دیوان غزل موجزی از و موجود است - و کلامش روشِ زمان خود دارد لہذا بر قلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد خیال غیر تو نقشی بر آب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است بورا نتوان بست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست مائیم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی - سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبد الجلیل بن میر عبد الواحد مذکور بلگرامی قدس اللہ اسرارہم -

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقهٔ فقراست و اینجا انجمن افروز شعرا- در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمَا کہ ترجمهٔ هر دو در دفتر اول نگارش یافت- داد- و از عنفوان سنِ تمیز تا مبادی ایام کہولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللّٰہ بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا جادهٔ سلوک بنهایت رسید و در نزهتکده سَیْرٌ فِی اللّٰہِ نخرامش در آمد- و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد- و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و به دار الولایه کالپی شتافته از خدمت مخدوم زاده عالیجناب شاه فضل اللّٰہ بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمَا تیمناً و تبرکاً مثال اجازت و خلافت گرفت- و همین سلسله را جاری کرد

و چون مرقد منور جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سره در مارهره از مضافات مستقر الخلافه اکبر آباد واقع شده- دران مقام رفته رنگ توطن ریخت- و روز عاشورا سنه اثنتین و اربعین و مأته و الف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و با روح مقدس امام علیه السّلام به گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت- راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفلِ قدس — بربست ز صحرای جهان محملِ قدس

تاریخ وصال او خرد کرد رقم — صاحب برکات واصل منزلِ قدس

۱۱ ۴۲

همواره چراغ ارشاد می افروخت- و احیاناً لباس فارسی و هندی بر قامت معنی موزون می دوخت- منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود- و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود که ؎

قافیه اندیشم و آن یارِ من — گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی به "ریاض عشق" دارد- این چند بیت از و تیمناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن　　ز لعل ساقی ما جرعه گیر و مستی کن

چشم حیرت پیشه را خار و گل رعنایکی است　　دل خرابی دیده را آبادی و صحرایکی است

چشم دل داریم دیگر از نگاه ما مپرس　　گرد کوی خویش می گردیم راه ما مپرس

خانهٔ دیده شود رشک پرستخانهٔ چین　　گر قدم رنجه کند یار بسر منزل ما

محل ذکر سید برکت اللہ قدس سرہ ما بعد است اما برای اتصال ترجمهٔ او با ترجمهٔ جد امجدش میر عبد الواحد شاهدی قدس سرہٗ در اینجا تحریر یافت۔ و نظیر این وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر هم ازین فصل منظور است۔

(۱۱۷) ضیا۔ حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیه چنانچه در حوزهٔ دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذهٔ رحمن نیز بطرز موزون جلوه فرمود

در بدایت حال کلام اللہ را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال برزد و در قصبات صوبهٔ اودھ بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب سید احمد بن سید محمد کالپوی قدس اللہ اسرارہما غائبانه عقیدتی بهم رساند و این بیت بنظم آورد ؎

کالپی مکہ بلگرام یمن　　ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین با دراک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محله میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبه را از حدود بدایت بسر منزلِ نهایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست۔ و در نقاوت و طهارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه شنبه سنه ثلث و مأته و الف (۱۱۰۳) واقع

شد- وموافق وصیت پایان مرقد خواجه عماد الدین بلگرامی که صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت- راقم الحروف گوید ؎

زهے سید ضیاء اللہ تحریر　　منور ساخت از خود محفلِ قدس

خرد تاریخ او درخواست از غیب　　ندا آمد- ضیاءِ[۱] منزلِ قدس
۱۱۰۴ھ

نظمش درثمین است ونثرش ماء معین- شعر وانشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری که ثبت می شود پرتوی ازان آفتاب ؎

قطرۂ می که لبی بی تو چشیدن گیرد　　بگلو ناشده از چشم چکیدن گیرد

براه دیده دورویه درختهای مژه　　نشانده ام که خیالِ تو راه گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب برسرِ شعلۂ خشم　　چون موم بدست خلق تو خارۂ و لیشم

گویا گردد ادب چو آئی به سخن　　بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جهان افروز یکتائی است- ودر اوج دفتر اول سرگرم جلوه آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی ونقلی بود- و در تجرد تفرد وخصائل رضیه وشمائل سنیه بی مثل می زیست-

اصل والا از سادات انترولی من اعمال آگره است وهمانجا در تاریخ هفتم ذی الحجه سنه ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید- ودر

---

[۱] درین ماده همزۂ ضیاء را یک عدد محسوب است والا تاریخ تمام نمی شود ودر اصل سال وفات ضیا این نیست- مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحه ۲۴۰ مطبوعه مفید عام آگره ۱۳۲۸ھ می گوید که آخر به تحقیق رسید که تاریخ انتقال مشارٌ الیه سنه اربع ومائة والف (۱۱۰۴) است ومادۂ تاریخ "ضیا بمنزل قدس"
۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنه ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) بارادهٔ کسب علم از اترولی بخطهٔ بلگرام تشریف آورد۔ واز فضلاء بلگرام وعلماء جوار فنون درسی برگرفت۔ و در حوزهٔ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنهایت رسانید۔

وبعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت۔ اول بخانهٔ سید فیض زمیندار که از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت۔ بعد ازان قریب سی سال تا دم آخر در محله میدانپوره در دیوانخانه علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهٗ اقامت ورزید۔ ودرین مدت احیانا بجانب گجرات شاه دولا و کشمیر ومکانهای دیگر بطریق سیر برخاست۔ ودر هر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود وقریب هفتاد سال برمسند تدریس باحیاء علوم پرداخت۔ وعالم عالم طلبه را از حضیض شاگردی به اوج استادی رسانید۔ از انجمله مادو برادریم یعنی فقیر و میر محمد یوسف که ذکرش می آید۔

رحلت والادر بلگرام بیست وچهارم ذی الحجه سنه احدی وخمسین ومأته والف (۱۱۵۱) واقع شدو بروفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل نَوَّرَ اللهُ مَضْجَعَهٗ۔ جانب شرق مدفون گردید۔ مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس که آفتابِ معنی — از حلقهٔ آسمان برون رفت

تاریخ وصال او خرد گفت — علامهٔ از جهان برون رفت

۱۱۵۱

احیاناً بنا بر تشحیذ طبع به ترتیب نظم می پرداخت۔ و فرق شعر را بر شعری می افراخت این رباعی نتیجهٔ فکر عالی است ؎

گر بوالهوسی نیاز ظاهر آموخت — کی آتشِ سوز دل تواند افروخت

چون صورتِ پروانهٔ فانوس خیال — گرد سرِ شمع گشت و یک ذره نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبدالجلیل حسینی واسطی بلگرامی نوراللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ وگوش ارباب ہوش را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ وپیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × × ×

× × × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا واجلۂ علماء عالی مقدار است۔ ودر تقدس ذات وجلائل صفات یگانۂ روزگار۔ وازعنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ وبہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَاٰتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ از جمعیت صوری ومعنوی حظی وافر داشت۔

واز مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ را در خواب مے بیند ودست بیعت می دہد ودر قصیدۂ منقبت زبان بادای شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا	دلِ پاکِ تو شمعِ عرفان است
کردہ ام بیعتِ تو در رویا	این سعادت زفضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم	می شناسم کہ این چہ احسان است
من واین رتبہ از کجا لیکن	مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام وقصبات پورب اخذ نمود۔ ودر حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہٗ سررشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ وعلم حدیث

ازخدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی که از تلامذهٔ خاص شیخ نورالحق خلف الصدق شیخ عبدالحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ و حافظهٔ شریف بمرتبهٔ بود که قاموس اللغة از اول تا آخر ازبر داشت

ملاقات آنجناب با سید علی معصوم مدنی در اورنگ آباد دکن اتفاق افتاد سید علی می گفت:۔ "من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبدالجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی همیشه تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنه اربع و مأته و الف (۱۱۰۴) به دکن شتافت۔ و عنقریب عطف عنان نمود۔ و کرت ثانی در سنه احدی عشر و مأته و الف (۱۱۱۱) به ارادهٔ تلاش معاش جادهٔ مسافت دکن پیمود و بعد از طی مراحل در اسلام پور (عرف برہما پوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاهی لوازم قدرشناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاه بمنصبی شایسته و جاگیر جیّد از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاه دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشا می کند ؎

مرا از جناب خلافت عطا شد — ز روی کرم خدمتِ عیش افزا
خرد گفت تاریخ تفویض خدمت — وقائع نگاریِ گجرات زیبا
۱۱۱۲ھ

بعد حصول خدمت از دکن محمل سفر بخطهٔ بلگرام بربست و از انجا متوجه گجرات شد و غرهٔ ربیع الاول سنه ثلث عشر و مأته و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ و قریب چهار سال هر دو خدمت را به دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

ودرسنه ست عشر و مأته و الف (۱۱۱۶) عزل درمیان آمد- آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بحروسهٔ بلگرام تشریف آورد-

میرزا یارعلی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بهکر و سرکار سیوستان از جناب خلد مکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصد اجیر روانه بلگرام ساخت

آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سندھ بخرامش در آورد و بیست و چهارم رجب سنه سبعه عشر و مأته و الف (۱۱۱۷) سواد بهکر را از پرتو قدوم برافروخت- و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت

و بعد رحلت خلد مکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزاده ها و جمیع ارکان سلطنت بود در طبقات لاحقه بی آنکه از بهکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر پادشاه از نیرنگیهای قدرت الهی در پرگنهٔ جنوبی از اعمال بهکر ریزهای نبات بقدر ژالهٔ خورد از ابر بارید- و به نزول این حلاوه غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید آنجناب درین سانحهٔ غریب رباعی انشا کرده در فرد وقائع معروض بارگاه خلافت داشت که ؎

فرخ سیر آن شهنشه با برکات — چرخ از ادب او شده شیرین حرکات
در سند زمین عهد عشرت مهدش — بارید سحاب ریزهٔ قند و نبات

میر حلبه سمرقندی که در ان زمان رائق و فائق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی باو تعلق داشت- و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد بمجرد ملاحظه فرد وقائع بی آنکه حکم بتحقیق کند حمل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت- آن جناب درهمین سال از بهکر

جانب دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بھکری را نیابت مقرر فرمود

و در سنہ اثنتین و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۲) بعد شانزدہ سال بلگرام را از مقدم گرامی مستعد ساخت و یک سال توقف کردہ بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد تشریف بُرد۔

ولادت باسعادت سیزدہم شوال سنہ احدی و سبعین و الف (۱۰۷۱) است و انتقال شب شنبہ بیست و سیوم شہر ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۸) در شاہجہان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیۃ بدار السلام بلگرام نقل کردہ روز جمعہ اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمہ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ (۱۱۳۸) تاریخ یافتہ در تفسیر بیضاوی گوید:۔ "اَلْحُسْنَى الْجَنَّةُ وَالزِّيَادَةُ هُوَ اللِّقَاءُ" و نیز دائرۂ تاریخی بہ پرکار فکر کشیدہ و تواریخ لا تعد و لا تحصی بمرکز نشاندہ۔

دائرہ این است۔

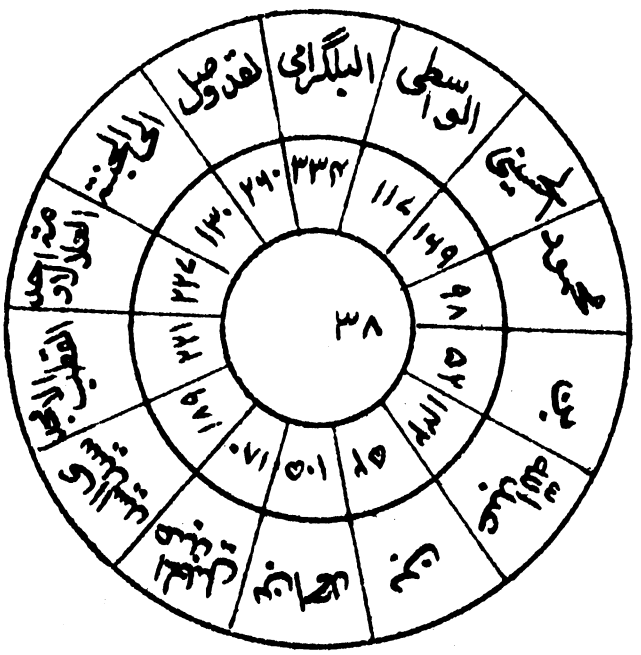

طریق استخراج تاریخ ازین دائره این است که از خانهاے چهارده گانه هر خانه را که خواهند مبدء قرار دهند- و بهر عددی که بخاطر برسد شمار نمایند سواے واحد و چهارده و اضعافش و اول با آخرین- و بهر خانه که شمار تمام شود عددش بگیرند- پس عددی که بدان شمار مقرر شده اگر فرد باشد باز خانه منتهی را مبدء گردانیده تعداد نمایند مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰی وَدَوْرَةً فَدَوْرَةً تا آنکه منتهی مبدء اصل گردد- اکنون مقدار عددش بگیرند که مجموع اعداد حاصله تاریخ شود- و اگر زوج باشد خانهٔ ما بعد منتهی را مبدء گردانند- و همین نمط شمار منجر شود تا آنکه منتهی خانه ما قبل مبدء اصل گردد- پس بدستور مجموع اعداد حاصله تاریخ شود-

مخفی نماند که مراد از اضعاف در اعداد مستثنی مثلین و ۳ مثل فصاعداً باشد- و اطلاق ضعف از روی لغت بر ۳ مثل فصاعداً آمده است بر خلاف مصطلح علماء حساب فِی الْقَامُوْسِ :- اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلٰی مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُهٗ یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْهِ وَثَلٰثَةَ اَمْثَالِهٖ لِاَنَّهٗ زِیَادَةٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَةٍ"

حالا خامهٔ زبان آور فضائلی که تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید- و لذت جویان معانی را خاطر روحانی می افزاید-

میر محمد مراد متخلص به لائق جونپوری که در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا صائب پیاده از هند به صفاهان رفت- و روزگارے بخدمت میرزا بسر برده به هند برگشت- و از پیشگاه خلد مکان مدتی به سوانح نگاری دار السلطنت لاهور سرافرازی داشت با علامهٔ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارهٔ ایشان خمسه در سلک نظم کشید- چهار کتاب از خمسهٔ او بنظر راقم الحروف رسیده- در خاتمه مثنوی مقابل "مخزن اسرار" تصریح بتکلیف علامهٔ مرحوم می کند و زبان به ستایش والا می کشاید که ؎

راقم این نامهٔ معنی سواد محو سخن بنده محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر — داشت سری گرم ز سودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص — خامه بکف منتظرِ فیض خاص
از درم القصه در آمد درون — اهل سخن را به سخن رهنمون
نشئهٔ سرجوش خمستانِ هوش — از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از و گشته بمعنی دلیل — سید علامهٔ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم — طالب خویشم چو کلام کلیم
می دهد از لفظ بمعنی پیام — زود ترا زنکهت گل بامشام
می برد از طرز بمطلب سراغ — گرم ترا زنشئهٔ می با دماغ
دید که فکرِ سخنم پیشه است — دل گروِ صورت اندیشه است
گفت سخن ساده و پرکار به — تاب کشِ سُبحه و زُنّار به
بس بود از بهر سخنور گوا — معنی بیگانهٔ لفظ آشنا
گفتن او فکر مرا تازه کرد — روی سخن را به نفس غازه کرد
شد ز پری خانهٔ دل جلوه گر — خیل معانی ز پیِ یکدگر
جرعه کشِ بزم او لیسی شدم — پنجهٔ در خمسه نویسی شدم
خامه بتحریر گرو ساختم — نقش دلاویز به پرداختم
از مددِ باطنیِ گنجوی — طرز سخن یافت ز فکرم نوی

و ناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته و گوهر حق سفته ؎

چو توئی کجاست شاهے بقلمرو معانی — بتو هیچکس نماند تو به هیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند که تا در یتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان بر خود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتها می گذشت که مصراعی موزون نمی کرد - و هرگاه تقریبی رومی داد پری زاد ان معانی را باندک توجّه

تسخیر می نمود- طبع معنی آفرین همین معنی دارد- و برہانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد- و در اصل توجہ فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود- و الا شاعری را دون مرتبہ خود می شناخت- و درین باب جرسی می جنباند ؎

مقصود من تفنن طبع است از سخن ورنہ سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از ہفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذہ را سخت تاکید می کرد کہ زبان را از ہفوات محفوظ دارند- سیما نسبت بہ انبیا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف و طعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و ہر جا ہفوتی از شاعری بنظر می آمد- آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد کہ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

و فقیر التزام کردہ ام کہ درین صحیفہ ہفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید- و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعدہ بنا بر آنکہ سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد- اما اکثر اسم شریف خود می آورد-

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و ہندی داد فصاحت می داد- غزل کم گفتہ و از دیگر اقسام سخن جواہر آبدار بہ الماس اندیشہ سفتہ- و لاشک سلیقہ صاحب طبعان مختلف اُفتادہ شخصی واحد را مشاہدہ می کنیم کہ بسر انجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد-

عرفی شیرازی قصیدہ را بپایۂ اعلیٰ رساند اما غیر قصیدہ را طرزے کہ باید بر کرسی نہ نشاند-

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی دادہ اما در غیر غزل قلم پیش ننہادہ اینجا کمال قدرت الٰہی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود کہ این کس ہیچ ندارد و

انچه بردل وارد می سازند برزبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔ خود با فقیر نقل کرد که صحبت خوب برآمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسه اتفاق اُفتاد۔ در آن ایام ناصر علی قصیدۂ لامیه تازه گفته بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز به نعت سرور انبیا صلی اللہ علیه وسلم مطلعش این است ؎

گداخت بسکه هوای تموز مغز خیال　　شرر ز سنگ برآید بصورت تبخال

تمام قصیده برخواند و استفسار کرد که بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیده خوب است باز بحد شد که اگر بیتی پسند اُفتاده باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمه تغیری در چهره ظاهر شد۔ دریافتم۔ گفتم این همه جواهر ریزهاست و در مرتبه جوهر همه مساوی۔ اما گاه می شود که آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید که کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

ز بسکه نم بزمین نارسیده می سوزد　　چو شمع بر سر شاخ است ریشهای نهال

ناصر علی تحسین کرد که فی الواقع من هم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود که در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است که در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ　　فضای شش جهت بر شوخیش تنگ

میر عبد الجلیل فرمود که لقب پادشاه محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود که در همین مثنوی جای دیگر در مدح اسپ گفته اید که ؎

بفکر لامکان سیرش هم آهنگ　　فضای نه فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ بریک وتیره واقع شده وشوخی نسبت به پادشاه ملایمت ندارد- ناصرعلی بیت را از مثنوی برآورد- و در اکثر نسخها نیست اما در یک نسخه کهنه بیت مذکور بعینه بنظر راقم الحروف رسیده- و در نسخهٔ دیگر بتغیر مصراع چنین دیده شد ؎

شهنشاهِ جهانِ هوش و فرهنگ　　محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود که در سفر دکن خدمتها کرده و شرائط وفا بجا آورده هنگامی که در لشکر خلد مکان وبا اُفتاد- وعالمی بتاراج فنا رفت- پیمانه او هم لبریز گردید- میر در مرثیهٔ او مثنوی پرسوزی بنظم آورده وبا ناصرعلی ذکر مثنوی مسطور درمیان آمده مطلعش این است ؎

بیا ای خامهٔ ماتم روایت　　پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصرعلی بسیار محظوظ شد و نسخهٔ استدعا نمود- آنجناب نسخه ارسال نمود- ناصرعلی درجواب این بیت بدیهه برشقهٔ کاغذ زرافشان نوشته فرستاد- و راقم الحروف آن را مشاهده کرد ؎

ندانم تا چها از دستِ ایُّوبِ تو می آید　　که بوی خونِ مظلومان زمکتوبِ تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند که ع

"روزِ سوار شب کند اسپِ چراغ پا"

وگفت کسی مے تواند که پیش مصرع بهم رساند- علامهٔ مرحوم فی البدیه انشا کرد ؎

غرّه مشو که ابلقِ ایام رام تست　　روزِ سوار شب کند اسپِ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد و گفت حق این است که مصرع شریف به ازین پیش مصراع میرزا واقع شده- میرزا چنین گفته است ؎

با طبع سرکش این همه رنج و فا مبر　　روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مهارت آنجناب در فن عروض عربی و فارسی بمرتبه نهایت بود- میر نور الله احراری

درشرح قول شیخ سعدی کہ ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ فَمَنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

نوشتہ کہ لَایَسْلَمُ فصیح تراز لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چہ درنسخۂ لیس مصرع زیادہ میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نمودہ۔ دریں جا کلام شریف بجنسہ نقل کردہ می شود:۔

"مخفی نماند کہ این بیت بروزن دوم ازان اوزان ثلثہ بحر طویل است کہ عروض وضرب آن مقبوض

"می آید وتقطیع مصراع ثانی کہ مناط گفتگوست وموزون بہ آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

"است فمن سو فعولن۔ ءظن نلمد مفاعیلن وعی لی فعولن سَ یسلمو مفاعلن۔ وچون تقطیع

"مذکور معلوم گردید ظاہر شد کہ واجب ومتعین است کہ نسخہ لیس یسلم باشد نہ لایسلم چنانچہ

"میرگمان بُردہ۔ چہ حرف لام ویا از حرف لیس در تقطیع بالفظ وعی مرکب شدہ بروزن فعولن خواہد

"شد وسین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید کہ ضرب مقبوض است۔

"ودرصورتیکہ نسخہ لایسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ وعی مرکب شدہ فعولن خواہد شد

"ویسلم بروزن فاعلن خواہد ماند۔ وفاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض پیدا

"ست چہ ضرب بحر طویل تام مے باشد یا مقبوض یا محذوف۔۔ وفاعلن ازین ہر سہ قسم خارج است

"پس آنچہ میر نوشتہ کہ از نسخہ لیس مصرع زیادہ می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

"عروض طرفہ آنکہ مصراع درصورتیکہ لایسلم باشد کم می شود۔

"وچہ مناسب این مقام است بیتی کہ خلیل بن احمد واضع فن عروض درمثال وزن دوم بحر

"طویل آوردہ ؎

"سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَاکُنْتَ جَاہِلًا وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ[1]

"وعبارت میر کہ لایسلم فصیح تراز لیس یسلم می نماید چہ درنسخۂ لیس مصراع زیادہ می شود انتہی

"محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

---

[1] سبعہ معلقہ

"ووزن عروضی را وجودا وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی ہست وحال آنکہ ہیچ یکی از علماء معانی
"این معنی را در فصاحت کلمہ وکلام وعدم آن اعتبار نکردہ۔ برفرض تنزل مقتضای عبارت میر
"آنست کہ بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکہ لفظ فصیح ترکہ برای تفضیل است
"دال است برین کہ نسخۂ لیس لیسلم ہم فصیح است پس فصاحت این نسخہ بازیادت وزن
"باعتقاد میر چہ قسم جمع می تواند شد اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ ھَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ زَلَّاتِیْ
"اِنْتَھٰی کَلَامُہٗ

از عہد خلد مکان تا عصر محمد شاہ پادشاہ جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند و تشنۂ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان کہ با ایشان الفتی خاص داشت۔ واکثر در مجالس خود بر ملا می گفت کہ میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند و لوازم احترام فوق الحد تبقدیم می رساند لہٰذا آنجناب از تہ دل بمدحت او پرداختہ ونام او را زندۂ جاوید ساختہ

وآنجناب با امیر خسرو علیہ الرحمہ تشابہ تمام دارد۔ وخود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچہ میر خسرو بود استاد ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکر دور دو پرواز دارد نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواع سخن شور جہان است بقدرت خسرو صاحبقران است
ولی من ہم ازین گلدستۂ نو درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از ہر نمط دلخواہ دارم امید تربیت از شاہ دارم

تشابہ ایشان با امیر خسرو ہم از راہ جامعیت علم وعمل وہم از جہت مصاحبت ارباب دول۔ چہ امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دہلی بسر برد و ہفت پادشاہ را خدمت کرد۔ طرفہ آنکہ علامۂ مرحوم ہم بلوازم خدمت ہفت پادشاہ دہلی از سلاطین تیموریہ پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاہ عالم و محمد معز الدین (جہاندار شاہ)

و محمد فرخ سیر و رفیع الدرجات و شاہجہان ثانی و محمد شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ

امار رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی برسریر فرمان روائی نشستند و از غارت گر اجل فرصت نیافتند۔ قصیدۂ میمیۂ میر کہ عنقریب می آید بنام شاہجہان ثانی است

اشعار میر اگرچہ در مدائح واقع شدہ امامدۃ العمر صلۂ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکہ این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری کہ بعدل بود عالم پرور — بی جرم آویخت پای زنجیر ز در
ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد — آویختن سلسلۂ درہم در کشور

سلطان چہار خریطہ از طلای مسکوک دکن کہ آن راہون نامند بدست شہزادہ کام بخش داد۔ شاہزادہ بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان بہ میر رسانید۔ و این یکبار صلہ گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابہ با امیر باشد چہ امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچہ از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزہ کتاب "نہ سپہر" زر برابر وزن جثہ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ ہمچون من اسکندری — کند ہر کہ آرایشِ دفتری
ز گنج گرانمایۂ بے شمار — دہم بار پیلیش نہ آن پیلبار
مرا خود درین رہ پدر شد دلیل — کہ می داد زر ہم ترازوی فیل
شناسد کسی کش خرد رہنمون — کہ از پیلبار است وزنش فزون
چو میراث شد پیل زر دادنم — نہ زیباست زین سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا کرم گسترا — معانی شناسا سخن دا ورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت — همه پیش شاهانِ والا گذشت
بسی بندگی کردم از عونِ بخت — کمر بسته در خدمتِ چار تخت
ز شاهان کسی کا ولم کرد یاد — معز الدنا بود شه کیقباد
ازان پس ز فیروزه چرخ بلند — شدم پیش فیروز شاه ارجمند
ازان پس که در شه ستائی شدم — تو نگر ز گنجِ علائی شدم
شد اکنون که اقبال همدم مرا — نوازنده شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز تو جم یافتم — در ایام پیشینه کم یافتم
کنون لابد از سحر سنج زمن — باندازهٔ بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم — چو این نامهٔ خاص کم ساختم

مخفی نماند که مراد از معز الدنا معز الدنیا است برای ضرورت شعر دنا در آورد و آن جمع دنیا است و مراد از فیروز شاه سلطان جلال الدین خلجی باشد چه نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلهٔ مطلب اصلی می جنبانم - در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دار السلام بلگرام فرموده - و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی هندی ضبط نموده باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق را مزلف می سازم ؎

آب و گلِ من که فیض عام است — از خطهٔ پاک بلگرام است
سبحان الله چه بلگرامی — کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبهار عشق است — آبش می بی خمار عشق است
از عشق سرشته ایزد پاک — از روز ازل خمیر این خاک
هر لاله کزین دیار روید — تخم دلِ داغدار روید
هر گل که دمیده است زین خاک — خونین جگر یست پیرهن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار — منصور برآمداست بردار
گل با سنبل بهم دران خاک — آویخته بسملی بفتراک
خورشید ازان بهار نیرنگ — پژمرده گلیست باخته رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز — زنگی بچهٔ کمند انداز
از فیض هوای آن گلستان — سرسبز شود نفس چو ریحان
زاتشکده سبزه می زند جوش — همچون خطِ یار از بنا گوش
تا شد چمنش بدیده محسوس — شد پردهٔ چشم بال طاؤس
تابستانش که عیش باراست — چون گرمیِ عشق سازگاراست
گرمیِ آنجاست مایهٔ زیست — گوئی که حرارتِ غریزیست
سرما چو دران مقام آید — عنقای هوا بدام آید
هر دود که از جگر کند گل — افسرده شود چو شاخ سنبل
چون موسم برشکال آید — حُسنش بحدِ کمال آید
جولانِ سحاب شوخ طناز — چون خیل پری بود به پرواز
درویش هوا بسی نفس سوخت — تا خرقه رقعه رقعهٔ دوخت
وز نشئهٔ ذکر جهر شد مست — تسبیح هزار دانه در دست
شاهنشهِ یکه تاز برسات — ساغرکشِ نشئهٔ مباهات
نقّاره نواز حشمت خویش — مشکین علم سحاب در پیش
از برق نموده تیغ خون ریز — وز ابر سیه سپر دلاویز
ترکش ز تقاطر بهارین — وز قوس قزح کمانِ رنگین
تا روی زمین بدست آرد — بر فوج خزان شکست آرد
باریدنِ ریزه ریزه باران — کرده ورق نشاط افشان

نقشی است ازین بهار مرغوب — ظلِّ ممدودِ ماءِ مسکوب
هر سو صنمی کرشمه پرداز — از نوکِ نگه جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل — سرمست نگاه پر تغافل
تا در تتقِ حیا نشسته — حق از مژه بر نگاه بسته
صفهای مژه بتر کتازی — مشغول نبرد نیزه بازی
قدی و نهال جلوه نوخیز — حسنی و بهار غمزه گل ریز
از چینِ جبینِ ناز تخمیر — در پای نگاه بسته زنجیر
از وا شدنِ گل تبسّم — در خونِ شفق طپیده انجم
از سینهٔ شان که خوش بهاراست — پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفته در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاه با دُختر راجه اجیت سنگھ راتھور که در سنه سبع وعشرین ومأته والف (۱۱۲۷) واقع شد - جولان فکر عالی ازین مثنوی هویدا است خصوص در مقامی که اسماء پردهای هندی در ضمن الفاظ فارسی آورده - وبے تصنع سحر حلال بکار برده - این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صیدِ دل نماید حُسن آهنگ — پردازِ چهرهٔ هر پار سارنگ
در آن محفل کجا بر گوش می زد — نوای کان نه راه هوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند — پیِ این نغمه از حسرت هلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و ترزد — که از بربط بهارِ عیش سر زد
شگفتنهای دل در دست تار است — که آن را نغمهٔ گل دیس کار است
نوای نغمه گرم دلبری بود — بنظم گوهری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سرمی زد از تا — که کردے سینها را صحن گلزار
اگرچه زهره دارد خوش نوائی — بدانی حال او این سو گرائی

مثل این نغمه را دانش نمی زد | بر و صد چوب کاواللہ نی زد
زبس مدہوش شد زین نغمه مشیار | ندارد از آکه یارای رفتار
نوا گوید قوام ساحری ام | پی تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمه بود از نقصها پاک | نباشد در نگار جور دیس آک
چنان در نغمه باشد دل پذیری | کز افسون ترنم دیو گیری
لب هر ساز این معنی ادا کرد | که جشن شاه کام ما روا کرد
به الفت همدگر را داده یاری | نوا و ساز از صحبت براری
چنان از نغمه دل بر بیغمی زد | که بی اهمال کوس خرّمی زد
کسی کو زین ترنم قوت جان کرد | ز شادی پک نیاز مطربان کرد
باستیفاء لذّات ترانه | ترا کافی ست این جشن شهانه
جهان شد زنده ز اهنگ تبیره | کز و برخاست موج جان و تیره
چو منقار ازمی آن جشن تر کرد | ره احسن گرا بر نغمه سر کرد
اگر دهلی نماید فخر شاید | نوای زین به اگره کی سراید
بود در گلشن گل ریز هر لب | سرود خار کن بایت در آن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دیس بکسر دال مهمله و یای مجهول بمعنی مانند پیگو (پیفو) نام ملکی است که جواهر آبدار را بدو نسبت دهند۔ اسدی گوید ع

"ز یاقوت سیصد گهر پیگوی[1]"

الہ بفتحتین سرگشته شدن پت الہار که بر کاغذ و جامه دهند و تقویم از و حاصل آید آک بالمد عیب پک بفتح باء فارسی اسباب خانه تبیره دهل و نقاره کرا بالفتح مرغ جاری

[1] فرهنگ رشیدی جلد اول صفحه ۱۸۹ مطبوعه کلکته۔

ہرچند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغہ است یعنی شادی نوعی عام شد کہ حباری ہم از می این جشن منقار تر کردہ در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی کہ نوای خار کن با و منسوب است بابیت شب کنندہ مشتق از بیتوتت ۔

واسماء پردہای فارسی دوازدہ مقام و بیست و چہار شعبہ و شش آوازہ و سی لحن باربد نیز بیان کردہ نوعی کہ بے ملاحظۂ معنی اسمے معانی ابیات تمام است۔ چند بیت برسبیل استشہاد آوردہ می شود ؎

دلت گر بر مقامِ عیش شیداست ۔۔۔ ز تارِ ساز راہ راست پیداست
کند ہر پردہ از عشرت فزائی ۔۔۔ چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذّت چو زاہد آشنا شد ۔۔۔ نمازِ پنج گاہ از وی قضا شد
مغنی نغمۂ چون بادہ انگیخت ۔۔۔ بجامِ بادہ کحلِ اصفہان ریخت
بہارِ نغمہ چون در دل دہی شد ۔۔۔ نی از فیضِ نوا سرو سہی شد
ز مطرب ہر نوا دُرِّ ثمین است ۔۔۔ بمعنی گنج باد آورد این است

و فائدہ آوردن اسماء نغمات ہندی و فارسی بہ کیفیت معہود در خاتمۂ داستان نغمہ بیان می نماید و می فرماید ؎

جگر چون دانۂ یاقوت سفتم ۔۔۔ کہ نام پردہا در پردہ گفتم
کہ تا ہر سامعی کز نارسائی ۔۔۔ بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گرز حُسنِ صنعت آگاہ ۔۔۔ ز حسنِ نظم گیرد حظّ دلخواہ
مغل باراگ ہندی آشنا نیست ۔۔۔ بہجرِ فرس ہندی را شنا نیست
اگر آن این و گر این آن نداند ۔۔۔ بنظمِ من ز معنی در نماند
درین دریا شنای ما بہ بیند ۔۔۔ تلاشِ دست و پایِ ما بہ بیند

(ایضاً از ان مثنوی)

در وصف طائفہ رقاصان

گروہی از صباحت غازہ بر رو — گروہی از ملاحت سبزۂ جو
یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ — صداعِ شوق افزودی بہ نیرنگ
یکی از فیض رنگِ زعفرانی — بہارِ دیدہ کردے ارغوانی
یکی بُردے ز رنگِ سرمئی ہوش — بعشقِ نالہ زن گفتے کہ خاموش
گرہ زن گشتہ ہر شوخِ پری زاد — ز کاکل بر دل و از نغمہ بر باد
رخی برہم زنِ ہنگامۂ گُل — نگاہی قبلۂ کیفیتِ مُل
ز موجِ جنبشِ ابروی ایشان — فتادہ کشتیِ دلہا بہ طوفان
بہ ابرو کردہ جا دلہای عشاق — تو گوئی شیشہا چیدند در طاق
ادای گردشِ چشمِ فسون ساز — بچرخ آوردہ دلہای نظر باز
بسوی گردشِ چشم آرد آہنگ — تماشائی ببالِ گردش رنگ
نگہ دزدِ دلِ ہر مستمند است — ز خطِّ سرمہ در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پرواز — نہ پُر گردیدہ مژگانِ فسون ساز
کہ تا بسمل کند دلہای خستہ — کرشمہ آستین را بر شکستہ
بود کاکل باین معنی مُباہی — کہ رنگے نیست بالائے سیاہی
میانِ زلف لعل گوشوارہ — بہارِ عشق پیچان کن نظارہ
کنارے مون لٹین مکتا سو کوندین — گھٹا ہے دامنی ہے اور بوندین
ز مروارید بینی گاہ دیدن — چو قطرہ دل مہیّای چکیدن
دران بینی نہ مروارید و یاقوت — نگاہے عالمے را کردہ مبہوت
سرشکِ قطرہ خونِ دلِ ماست — کہ سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دہن سرچشمۂ گوہر فشانی — تبسّم موجِ آبِ زندگانی

تبسّم را زبرق آخر چه فرق است
که هر دندان بمعنی تخم برق است

مسی زیرِ لب و اطراف دندان
تو گوئی ظلمت است و آب حیوان

تبسّم در مسی دارد بهارے
چو شمشیری که رخشد در غباری

ترنم از لبِ شان می کند گل
ز برگِ گل شنو آهنگِ بلبل

لب از رنگِ لطافت چهره افروز
شفق کرد است گل از صبح نوروز

بگردابِ زنخ مائل جهانی
چو بر چاهی ہجوم کاروانی

چنان سیبِ زنخ حسرت نورد است
که از فرطِ خجالت سرخ و زرد است

بود گوش از صفا بالائے گردن
بلورین قیف بر مینائے گردن

دو ترک چشم ساغر بر کفِ دست
چنان گشتند از صہبا سیہ مست

که ہر دو گوش نزدِ صاحب دید
دو ساغر از دو دستِ ہر دو غلطید

گلوبندی زری چون بر نظر زد
خطوطِ آفتاب از صبح سر زد

دو چشم و سینه را باہم بہاری است
چو بیماری که در پیشش اناری است

نمودے موج رنگِ پان ز سینه
بر نگِ موجِ می از آبگینه

خمِ چوگانِ غایت دل پسند است
بصیدِ ہوشہا چینِ کمند است

سیہ چوری بود چون تارِ سنبل
که پیچیدند بر گلدستهٔ گل

ز انگشتان مپرس و خونِ بسمل
که ناخن می زند این حرف بر دل

در انگشتان نگین را فتنه کار است
ہمانا اخترِ دنبالہ دار است

نگین در دست گرم دلبری بود
بہم کفِ الخضیب و مشتری بود

سرین کوہی نہان در جوشِ گلشن
دلیلِ آن کمر و انگاه دامن

نظرہا در سرین مشغوف دیدار
چو مفلس در طلائی دست افشار

نگارین پائے زیبِ ساق دلجو
سہی سروی دمیده بر لبِ جو

قدم در رقص زان رو بیقرار است — که بر دلهای گرم او را گذار است
برنگِ شمع زانها قد کشیدن — برنگِ قطره از دلها چکیدن
کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب — چو موئے کو فتد در جوش گرداب
بهنگام اشارت چشم و ابرو — کفِ دست و سر انگشتان و بازو
بنطق آیند در تصویرِ ایما — قیامت می نماید نطقِ اعضا
زمین از رقص شان گلزار چین شد — هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبحِ سعادت — مصفا چون دلِ اهل عبادت
هزاران شمع هر سو جلوه گر شد — تجلی پرورِ نورِ نظر شد
زده هر شمع بر سر طرهٔ زر — زمرد ارید غلطان جامه در بر
درین شب شمعها را خوش ظهور است — سراسر بزم سردستانِ نور است
صفِ فانوسها چون گنبدِ نور — بانواعِ تجلّی گشته معمور
ز هر فانوس بیند چشم انصاف — دل نورانی از پیراهن صاف
به فانوسِ خیالی دیده مانوس — نظر در سیرِ رنگِ بالِ طاؤس
شعاعِ مشعلِ تابان دل افروز — برنگِ پرتوِ حسنِ گلو سوز
چراغان صف زده چون شانهٔ زر — که در هم داشت شب زلفِ معنبر
چراغان جمله تن گشته دهانها — فتیله پای تا سر شد زبانها
دعا کردند بهرِ شاه چون من — که شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

هوائی عزمِ سیر آسمان کرد — بهر جانب جریبِ زر روان کرد
پیِ تعلیم حرفِ روشنائی — فلک شد صفحهٔ حرفِ هوائی

زجوش نور مهتاب و ستاره — هوا شد چرخ دیگر در نظاره
شجرها از طلای صاف کردند — پرند شب مشجر باف کردند
زچرخی شد عیان بر عام و بر خاص — که خورشید اندراین شب گشته رقاص
چنان در دود طالع شد ستاره — که در گیسوی شعاع گوشواره
بنفشه تختهای شعله افروز — سر شب را گرفته در بغل روز
نمودی روشنی از جام مهتاب — چو در بوته گداز نقرهٔ ناب

در صفت سقایان

زسقایان گوهر پاش درگاه — گروهی پیش پیش موکب شاه
عرق ریز از جبین خوش تلاشی — برنگ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای هر یک برنگ ابر — دوال مشک هر یک چون رگ ابر
بگرد راه مشک شان جدل داشت — که هر یک موج دریا در بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت — زمین هم زین عروسی آبرو یافت
بگیتی محو شد بر وجه دلخواه — غبار از خاطر و گرد از سر راه

مخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت و چون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد - آنجناب دل به تبییض مسودهٔ مثنوی نداده متوجه عالم قدس گردید - بعد رحلت ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد و ابیات مشکل را حسب الطاقة حل کرده حواشی بقلم آورد - و درین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست -

در مدح پادشاه ؎

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰی فِی الْجِنْسِ فَالْفَضْلِ — فَاِنَّ الدُّرَّ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیه است و جزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاه خلق را در جنس و فصل ماهیت انسانی باک نیست پس بدرستیکه مروارید بعضی از قطرهاست در اصل حال آنکه فائق است از دیگر قطرها۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است که در مدح سیف الدّولہ ممدوح خود گفته[1] ؎

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ مِنْهُمْ فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب به ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکه تو از ایشانی پس باک نیست زیرا که مشک بعضی از خون غزال است حال آنکه فائق است۔

بر وقّت شناسان ہویداست که تشبیه لاحق از سابق پاکیزه واقع شد۔

ایضاً در مدح بادشاه ؎

مثل از دانشِ او گر کند گوش فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ و مثل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[1] مراد می شود عالم مثال که متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شہادت و گاہی[2] مراد می شود صور علمیه الٰهیه که قائم بذوات خود اند نه بذات خداوند تعالےٰ شانه و گاہی[3] مراد مے شود جواہر مجرده که آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی و ابدی که افاضه کمالات جمیع افراد آن نوع وابسته اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال و جز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامه شرح مواقف و کتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاه ؎

سپاہش چون عروضی وقتِ تصریع کند روشن بر اعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن و تصریع در لغت افگندن

---

[1] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۷ھ

و در اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن درخشیدند شمشیرهای ما۔

در صفت فیلان

خط قرمز به پیشانی فیلان اگر می دید خنساء سخندان
نمی کردی بشعر خویشتن فخر بآن نار و علم در بارهٔ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشهور از قصیدهٔ خنسا بفتح خاء معجمه و نون و سین مهمله یکی از مشاهیر نساء سخن طراز عرب که در مرثیهٔ برادر خود صخر نامی گفته که ؎

وَاِنَّ صَخْرًا لَتَاتَمُّ الْهُدَاةُ بِهٖ كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارٌ[1]

یعنی بدرستی که صخر بر آینه اقتدا می کنند راه نمایان باو۔ گویا صخر کوهی است که بر سر آتش داشته باشد۔ چه کوه که در راه نمونی هویداست خصوص در حالی که بالای آن آتش افروخته باشند۔

و در پی مراد آن ست که اگر خنسا خط سُرخ پیشانی فیل می دید به تشبیه کوه و آتش فخر نمی کرد۔

در صفت اسپان

چو گام شان به تندی آشنا شد بهر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمة الابرش پادشاه یمن۔ گویند هرگاه جذیمه در بلاد روم رفت و به دغا کشته شد قصیر که وزیر جذیمه بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ جلو ریز بر سر سی میل خود را رساند و در انجا بول کرد۔ و دران موضع برجی بنا کردند و برج العصا نام گزاشتند[2] کذا فی المحاضرات للراغب الصفاهانی۔

---

[1] کامل مبرد صفحه ۴۵۶ مطبوعه یورپ۔ [2] (ملاحظه هو صفحه ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوبِ شان تعجب آفرین است　　مثالِ طفرۂ نظّام این است

طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمه عالم معتزلی مشهور قائل مسئلۂ طفره - و مراد نظّام از طفره این است که متحرک مسافت را طی کند بر وجهی که از مکانی بمکانی بجهد و مسافت میانه را اصلا محاذی نگردد -

معنی بیت آنکه اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام که محال است بوجود مے آرند -

در سنه احدی وثلثین ومأتة والف (۱۱۳۱) نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان که در قلعه آگره محبوس بود واقعه طلبان او را برآورده بر تخت نشاندند - امیر الامرا سید حسین علی خان بالشکر جرّار از دهلی به آگره رسید و قلعه را بعد محاصره مفتوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدۂ غرائی در تهنیت انشا کرد - نواب پنج هزار روپیه و اسپ و خلعت صله می داد - علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرود نیاورد قصیده این است ؎

مژده ای دوستان که در عالم　　نقد شد نسیۂ بهار ارم

نونهالِ طرب ببار آمد　　گل فشان گشت خاطرِ خرم

دل خوشی نشۂ رسا بخشید　　به گل و سبزه و بهار قسم

باغ از بس شگفتگی پر کرد　　ساغرِ گل ز بادۂ شبنم

ابر دامن کشان خرامان است　　برق رقصان و رعد گرم نغم

نوبهار از برای رسم نثار　　هر طرف از شگوفه ریخت درم

که امیرِ سرآمدِ امرا　　کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیه حاشیه) ابن اثیر جلد اول صفحه ۲۴۸ مطبوعه یورپ و مے مفردات راغب جلد دوم صفحه ۳۷۵ مطبوعه مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهبِ عظمیٰ است　　بر زبان واجب است ذکر نعم

پسر اکبر آنکه در افواه　　یافت نیکو سیر بعکس عَلَم

بود در حصنِ آگره محبوس　　هیچو مفهومِ ممتنع بعدم

داشت عیشی و کنجِ عافیتی　　خاطر آسوده تر ز صیدِ حرم

ناگهان نفس شوم راهش زد　　خفیه آمیخت در طعامش سم

دید اسبابِ بغی آماده　　اشتها صاف و لقمه پر ز دَسَم

زر بسیار و زمرهٔ او باش　　اکبر آباد قلعهٔ محکم

ابروی فتنه زه نمود کمان　　زلفِ آشوب گشت خَم در خَم

از پدر داشت ارث بغی ازان　　فتنه انگیخت در کمال عظم

کرد پرویزنی ز چتر به سر　　بیخت بر فرقِ خود غبارِ الم

چون برید این خبر به دهلی برد　　شعله زد خشم داورِ عالم

خسروِ دین پناه شاه جهان　　آب و رنگِ بهار فضل و کرم

آن ابو المجد و العلا ذو الجود　　مسند آرای چار بالشِ جم

بنده اش کیقباد و کیکاؤس　　نوکرش گیو و بیژن و رستم

بخشی الملک را اجازت داد　　تا کشد لشکرِ ظفر پرچم

آن امیرِ جماعهٔ اُمرا　　چون حسینِ علی هزبر شیم

قرة العینِ حیدرِ کرّار　　نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم

خلف الصدق مو تم الاشبال　　پیش او شیر شرزه کم ز غنم

جودِ او شهرهٔ دیارِ عرب　　تیغ او ضابطِ بلادِ عجم

نازد از نسبتش سمو نسب　　بالد از همّتش علوِّ همم

می کند با جماعهٔ دلریش　　لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا — لطمه از دستِ او خورد ضیغم
هست مقیاسِ جود او بسحاب — مثل مقیاس فربهی بورم
در فنِ صرف همتش نبود — ذکری از لا و از لن و از لم
در صفِ جنگ با سرِ اعدا — چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو — می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق — همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او درآید رمح — چون درآید بر اهل خود محرم
با کمندش سرِ معاندِ او — مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا — فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی — فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر — دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه — که به شیرِ ژیان زدندی بم
کرد اسپانِ فوج نصرت موج — دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد — همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری رخت — سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی — توپها کرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیر دهان — کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان — کز سرِ هند دان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا — اسم او بر تلاش اوست علم
تا براید به قلعهٔ نصرت — سینه گردید فوج را سُلّم
هر طرف شد مرتب از سا باط — دخمهٔ بهر دشمنانِ دژم

زان طرف هم مخالفِ سرکش — کوششے داشت در ثباتِ قدم
دست و پا زد درونِ قلعه بسی — چون جنینی که دا جهد بشکم
کرد اسقاط این جنین آخر — صدمهٔ توپهائے مستحکم
کار بر اهلِ حصن شد دشوار — مرگ مقطوع زندگی مبهم
قلعه شُد بر جماعهٔ اعدا — از مصیبت چو حلقهٔ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار — که سخن از زبانِ اهل بکم
از برون هم رهِ رسد شد بند — چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سرِ عجز خواستند امان — با لب خشک و دیدهٔ پُر نم
از ترحم بجان امان بخشید — وقت قدرت خوش است ترک نقم
فتحِ قلعه بزور تیغ نمود — این چنین می کنند اهل همم
شد سیه طالعی ز قلعه برون — همچو از لفظ دائره ادهم
این معمی کشود فطرتِ او — ورنه این عقده بود جذر اصم
شاد گشتند دوستان یکسر — عام شد عیش در صنوفِ امم
شرح حالِ منافقان گریم — که بآن چو خلیفه ام اعلم
سرخی الفعال رویِ سیاه — خوش خضابی است از حنا و کتم
نَحْمَدُ اللهَ وَاهِبَ الْآلَاءِ — حَمْدَ مُسْتَظْهِرٍ بِمَا أَنْعَمْ
کن کتھن کی سکت کہان پاوے — رسنان لیہ جو انیک جنم
رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح — کلدی بوی آی نینک ابکی پرم
از پیِ هم دو عید گشت پدید — معنیِ فطر جلوه کرد اعم
هر طرف مجلسِ طرب چیدند — آن یک از شعر و دیگری ز حِکَم
وان دگر از ترانهٔ رنگین — چنگ و طنبور کرده با هم ضم

نغمه گویانِ فارسی ز نشاط — کوک کردند زیر را با بم
نغمه سنجانِ هند سر کردند — سبت سر در مراتبِ سرکم
نغمه تا چاک دل رفو سازد — زهره از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جهان طراوت یافت — زانکه در جوهرش بود ترونم
شعرا هم قصیدها گفتند — انوری گشت پیشِ شان ابکم
هر یکی سفت دُرِّ تاریخی — که ازو آب شد گهر دریم
من هم از باغ معنی رنگین — گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاض سینهٔ حور — سطرها سلک گوهرِ نبلم
شعر گر فضل من نپوشیدی — می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من — میر خسرو دهد جواب نعم

کرد عبد الجلیل در تاریخ — "قلعهٔ آگره گرفت" رقم
بر دعا بهتر است ختم سخن — که به آمین کند ملک معلم
چار چیزش نشاط افزا باد — تا بود سبزه در چمن خُرّم
دست زر پاش و تیغ اعدا کُش — عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیده

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شهید است که جد اعلای ممدوح باشد۔ و هم جد اعلای مادح۔ **موتم** بضم میم و کسر تاء فوقانی یتیم کننده و **اشبال** جمع شبل بکسر شین معجمه بمعنی بچهٔ شیر یعنی یتیم کننده شیر بچه ها۔ چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت۔ **ساباط** سقف میان دو دیوار که زیر آن راه بود ؎

شد سیه طالعی ز قلعه برون — هچو از لفظ دائره ادهم

تلمیح است بمعمای مشهور به اسم اعظم ؎

کشید تنگ چنان نقش آن دهن پرکار که دور دائره در مرکزش گرفت قرار

دور دائره دال و ها ست و مرکزش یا مرادف ام - چون دال و ها در ام قرار گیرد اعظم حاصل شود - و اعظم در لغت سیاه را گویند - خروج سیه طالع از قلعه مثل خروج اعظم از دائره بواسطه تنگ شدن قلعه و دائرهٔ تشبیه لطیفی واقع شده

؎ این معما کشود فطرت او ورنه این عقده بود جذر اصم

جذر در لغت اصل را گویند و در اصطلاح اهل حساب عددی که آن را در نفس خودش ضرب کنند اورا جذر نامند و حاصل ضرب آن را مجذور و اصم در لغت کر و سنگ سخت مصمت و در اصطلاح اهل حساب عددی که آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر و مقابل آن را منطق گویند چون تسعه - و جذر عدد منطق بسهولت حاصل می شود چنانچه جذر تسعه - ثلاث است و جذر عدد اصم در نهایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً و لهذا حکما در مناجات خود گفته اند :-

"سُبْحَانَ مَنْ لَا يَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا هُوَ" - و در علم معقول جذر الاصم مغالطه ایست مشهور - واضع مغالطه ابن کمونه بغدادی علامهٔ تفتازانی در شرح مقاصد گوید :-

"وَهٰذِهٖ مُغَالَطَةٌ تَتَحَيَّرُ فِيهَا عُقُولُ الْعُقَلَاءِ وَتَحُولُ الْاَذْكِيَاءِ وَلِهٰذَا سَمَّيْتُهَا بِمُغَالَطَةِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"

و نیز علامه در شرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید :-

"لٰكِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ تَرْكُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِشْكَالِ"

و میر باقر استرآبادی در افق المبین گوید مختصر عبارت آنجا این که :-

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ اَقْدَامُ اَقْوَامٍ وَ اَقْرَبُهُمْ اِلَى الصَّوَابِ وَ اِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقر از معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکہ این عقدہ در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

ے شرح حالِ منافقان گویم کہ بآن چون حذیفہ ام اعلم

حذیفہ نام صحابی مشہور صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت او را پنہان از حال منافقان خبر دادہ بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاہی کہ بآن خضاب کنند۔

ے از پئے ہم دو عید گشت پدید معنی فطر جلوہ کردہ اعم

چون قلعہ در ماہ مبارک رمضان مفتوح شد دو عید پیہم ہویدا گشت اول عید فتح کہ عید مجازی است و دویم عید رمضان کہ عید حقیقی است و ہمچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوہ کرد کہ کشودنِ روزہ باشد و ہم بمعنی مجازی کہ فتح است و آن لازم کشودن روزہ باشد۔ پس مراد از معنی اعم این است کہ مطلق معنی فطر باعتبار ہر دو فرد خود کہ حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند کہ مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین میشود کہ فطر بمعنی مجازی کہ مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بہ حیثیتی کہ متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را کہ کشودن روزہ و کشودن قلعہ باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است کہ معنی مجازی بقسمی باشد کہ معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز۔ و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند۔ و از سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرکم بدان ترکیب کردہ اند۔ درین بیت لفظ سرکم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است۔

مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ۔

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوانیوشان را نمرغولہ سازی نوروز عرب می کشاید۔

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت۔ آنجناب در یک شب یازدہ تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر پادشاہ گذرانید۔ از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و ید بیضائی از جیب فکر وا نمودہ۔ قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّہَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی ۔۔۔ رَبِّ السَّمٰوٰتِ فِیْ تَاْیِیْدِ اِسْلَامِ

اَقَرَّ اَبْہَامَہٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصِرِہٖ ۔۔۔ لِوِرْدِیَا قَادِرَ افْتَاحَ اَلْمَامِ

فَصَارَ حِیْنَ اِفْتِتَاحِ الْاِسْمِ مُفْتَتَحًا ۔۔۔ حِصْنٌ لِّمَنْ عَبَدُوْا اَحْجَارَ اَصْنَامِ

نَظَرْتُ فِیْ اَلِفَاتٍ وَّھِیَ اَرْبَعَۃٌ ۔۔۔ مِّنْ فَوْقِ اِبْہَامِہٖ مِنْ غَیْرِ اِبْہَامِ

وَجَدْتُّھُنَّ لِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ ۔۔۔ رَفْعًا عَلٰی سَنَۃٍ مِّنْ مَّدِّ اِبْہَامِ

لِلّٰہِ تِلْکَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ سُرِعَتْ ۔۔۔ لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَا مِنْ مُعْجِزٍ سَامِ

ھٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاَہٗ ۔۔۔ عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَاْیِیْدَاتِ اِلْھَامِ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بدستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود۔

و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار پیشتر اشتہار

یافته ؎

چو شه ابهام زیر خنصر آورد — بوردِ اسمِ اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال — ز تیغ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام — برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکلِ سال هجری — پیِ تاریخ تسخیرِ ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است — شد از عبدالجلیل این آشکاره

امیرالامرا سید حسین علی خان هر سال در مولد النبی صلی الله علیه وسلم چراغان مے کرد ومثیلان عظمی مے کشید- وصلای عام در مے داد وخود آفتابه گرفته بر دست مهمانان آب می ریخت- علامه مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زهیر را تضمین کرد که ؎

اَضَاءَ رُكْنُ الْاَعَالِیْ سَیِّدُ الْاُمَرَا — شَهْرَ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِیْ غَیَاهِبِهٖ
اَمْسَی الشُّمُوْعُ عَلَی الْحُفَّارِ مُنْشَدَّةً — اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِهٖ

ونیز به امیرالامرا در تهنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِیْدِ النَّحْرِ یَا مَنْ عَطَآءُهٗ — اَفَاضَ عَلٰی مَنْ حَجَّ جُوْدًا اَعَوَآئِدَا
تَمَسَّکْتَ هَدْیَ الْجُوْدِ فِیْ کُلِّ مَوْقِفٍ — وَاَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِیْنَ قَلَآئِدَا

صاحب نهایه جزری گوید: مقتفی بعین مهله وفا کسی را گویند که طالب فضل و رزق باشد

و این رباعی مستزاد در السنه اربعه املا نموده ؎

جَآءَ النَّیْرُوْزُ بِالنِّشَاطِ الْاَوْفٰی - فِیْ خَیْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم پیل لہلہی بن اولہا - تردور رہی جھوم
نیکی کند وزکلدی بزی بولدی یش - قتلغ بولسوم
چون شهپرِ طاؤس گل اندر صحرا - آورد هجوم

در آغاز عهد شباب برخی اشعار یتیمانه در سلک نظم کشیده ترجیع بند ایشان درین طور مشهور است که مطلعش این است ؎

منم آن بانکه و دلیر و اچل　　کرمن اُفتاد درجهان کهل بل

ازانجا که ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود - وبشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت - مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان را که ازین جنس است بدیگری نسبت دهند حال آنکه بلاریب زادهٔ فکر ایشان است

در اواخر ترجیع بند اتل تخلص آورده - و این بیت هم ازان ترجیع است ؎

شعر باره بزاریان دیدی　　ٹهسّهٔ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت را هم تغیر داده نوعی دیگر ساخته اند -

واز اشعار یتیمانه ایشان است ؎

عدو گر همه تن ز فولاد جکڑد　　ز سر تا قدم هیچو زنجیر اکڑد
بکف کتی برق بے دهڑکه پکڑد　　بجز حکم الله پشمی نا کڑد

وله

ورد خود نام خدا بانام احمد کرده ام　　دانهٔ تسبیح از میم محمد کرده ام

بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری　　بلا گردانی برگشته مژگانت تماشا کن

شام غم را در سواد نامه پنهان کرده ام　　صبح محشر مے دمد از صفحهٔ مکتوب ما

بانتظار تو ای سرو لاله در گلشن　　ستاده قهوه بکف در پیالهٔ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصهٔ ابرارند　　چون والدِ خویش محرم اسرارند
تحلیل موادفاسد کفر کنند　　در منفعتِ مزاجِ دین جد وارند

رباعی

از بہر محبتِ علی ہستیِ ما ست گلچینیِ این بہار تر دستیِ ماست
دل ساغر و مہر ساقی کوثر می از میکدۂ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامۂ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم کہ اسم او در ترجمۂ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامہا کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف بہ سید علی معصوم از مشاہیر اُدبا و صنادید شعرا است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفہ کاملہ و حاشیہ قاموس و سلافۃ العصر تذکرۂ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بودہ است و مدرسۂ منصوریہ شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدّین منصور است کہ از غایت شہرت حاجت بشرح ندارد

و سید علی باضافۂ نام جد قریب خود بہ سید علی معصوم مشہور گردید چون خواہر شاہ عباس ثانی صفوی ارادۂ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاہ عباس۔ میر معصوم را با بیگم ہمراہ کرد کہ بہ تعلیم مناسک حج پردازد۔ در اثناء راہ چون تقریب تعلیم و تعلم در میان آمد و این معنی بحیلولت ستر بروجہ احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید کہ کفویت ثابت است چرا عقد نکاح جلوہ گر نشود۔ و حیلولت حجاب بر نخیزد۔ آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاہ عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکہ معظمہ اختیار اُفتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکہ معظّمہ نشو و نما یافت۔ و ہمت بکسب فضائل گماشتہ از اقران فائق برآمد

میر محمد سعید میر جملہ اردستانی وزیر عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد مبالغ
فراوان فرستادہ میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را کہ از سادات نجف اشرف
بود بہ حیدر آباد طلبید کہ دو دختری کہ داشت آنہا را در سلک ازدواج ہر دو سید
کشد۔ اتفاقاً سلطان عبد اللہ را ہم دو دختر بودند سلطان خواست کہ دختران خود
را بہ ہر دو سید تزویج کند۔ میر جملہ بر آشفت و برخاستہ بدرگاہ خلد مکان عالمگیر
شتافت۔ سلطان عبد اللہ اول دختری را بہ میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت
و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد۔ میر نظام الدین احمد با سید
سلطان رنجشے داشت۔ او و زوجۂ او نمے خواستند کہ ازدواج سید سلطان صورت
گیرد شبی کہ نکاح سید سلطان مقرر شد۔ میر نظام الدین سلطان عبد اللہ را
پیغام کرد کہ اگر تزویج سید سلطان واقع مے شود۔ من بمخالفت شما کمر می بندم۔ و
نزد خلد مکان رفتہ سعی در ہدم بنیان دولت شما می کنم و احمال و اثقال بار کردہ مستعد
کوچ نشست۔ سلطان عبد اللہ متحیر شد۔ و ارکان دولت را جمع کردہ بمشاورہ
پرداخت۔ آخر رای ہمہ برین قرار داد کہ اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنۂ عظیم
برپا می شود۔ تزویج سید سلطان موقوف باید داشت۔ و چون اسباب طوی ہمہ مہیا
شدہ بود۔ دور تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را کہ آخر سلاطین قطب شاہیہ است
و با سلاطین قطب شاہیہ قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند۔ مردم بہ طلب
ابو الحسن شتافتند۔ دران وقت ابو الحسن در تکیۂ بیقیدی نشستہ بود۔ او را آوردند
و بحمام بردند و بخلعت طوی آراستہ نکاح بستند و موافق ضابطہ توبخانہ را سر
دادند۔ دران وقت سید سلطان در حمام بود۔ چون صدای توبہا شنید دراستفسار
اُفتاد کہ توبہا را چرا سر دادند حاضران کہ ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند کہ
سبب ظاہر است کہ امشب شب طوی ست۔ سید سلطان گفت ضابطہ این است

که تو بخانه بعد عقد نکاح سرے دہند۔ و مردم را برای خبر فرستاد۔ رفتگان خبر یکه بود آوردند۔ سید سلطان در آتش غضب اُفتاد۔ اسباب شادی ہمہ سوخت و اسپان را پی کرد۔ و خود را بدرگاہ خلد مکان رسانید۔

میر نظام الدین احمد از دختر قطب شاہ فرزندی نیاورد۔ سید علی از بطن زوجۂ دیگر شب شنبہ پانزدہم جمادی الاولی سنہ اثنتین وخمسین والف (۱۰۵۲) در مدینہ منورہ متولد شد لہذا اورا مدنی می گویند و بکسب کمال پرداختہ سرآمد ادباء عصر گردید

و شب شنبہ ششم شعبان سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) بقصد حیدرآباد از مکہ معظمہ برآمد و روز جمعہ بیست و دوم ربیع الاول سنہ ثمان وستین والف (۱۰۶۸) بہ حیدرآباد رسید۔ و با والد خود ملاقات کرد

و چون سلطان عبداللہ از سریر حیات فرود آمد ابوالحسن بر تخت فرمان روائی برآمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد۔ ابوالحسن در اتلاف متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاہبانان گماشتہ راہ آمد و شد مسدود ساخت سید علی عریضہ بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود خلد مکان در آن ایام از ہند متوجہ دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابوالحسن عز اصدار یافت۔ ابوالحسن سید علی را با اہل و عیال رخصت داد۔ سید رخت کوچ بربستہ خلد مکان را در دارالسرور برہان پور ملازمت نمود۔ پادشاہ او را بعنایات خسروانی نواخت۔ و بمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپہ سرافراز فرمود۔ و در رکاب خلد مکان بہ اورنگ آباد آمد۔ و چون رایات خلد مکان جانب احمد نگر ارتفاع یافت۔ سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید مدتے برین خدمت قیام داشت۔

پس ازان حکومت ماہور وغیرہ از توابع صوبہ برار تفویض یافت۔ آخر از حکومت ماہور استعفا نمود و التماس دیوانی برہان پور کرد۔ درجۂ پذیرائی یافت۔ سیّد در برہان پور رفتہ بدیوانی پرداخت۔

و بعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت و با اہل و عیال بہ اماکن فیض مواطن رفت و از انجا بزیارت عتبات عالیات شتافت و بہ مشہد مقدس رسید و بہ صفاہان آمد و سلطان حسین صفوی را ملازمت نمود و التفاتی کہ مطمح نظر بود نیافت۔ ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید۔ و در مدرسہ منصوریہ پای اقامت افشرد و عمر را بافادۂ طلبہ بپایان رسانید۔

(۱۲۱) شاعر۔ میر سید محمد سلمہ اللہ تعالے

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضریحہ از وجود ہمایون سابقا چمن فضلا را بہاری تازہ است۔ و اکنون گلستانِ فصحا را رونقی بی اندازہ

آنجناب در تاریخ چہاردہم شہر ربیع الاول سنہ احدی و مأتہ و الف (۱۱۰۱) بہ شہرستان امکان رسید۔ بمنطوق اَلْوَلَدُ الْحُرُّ یَقْتَدِیْ بِاٰبَائِہِ الْعُرُّ نسخۂ جامع اصناف علوم است۔ و مرآت فضائل و کمالات والد مرحوم خصوص عربیت و لغت و محاضرات کہ درین فنون رایت یکتائی می افراز دو گوی سبقت از اقران می رباید۔

کتب درسی نزد اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید و کمالات کثیرہ از والد ماجد خود اندوخت۔

پدر گرامی را نسبت بہ فرزند ارجمند ورائی شفقت اُبُوّت عنایتی و محبتی خاص بود۔ درحینیکہ علامۂ مرحوم از بھکّر بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید و مقارن آن مسرعی را فرستاد کہ چندی توقف باید کرد۔ و انتظار طلب

مثنی باید کشید- میر در جواب قلمی فرمود که "لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ"
علامهٔ مرحوم ازین جواب حظی کرد- و این رباعی رقم زدهٔ کلک جواهر سلک ساخت که ؎

تا یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ به خطّت دیدم گلهای طرب از چمنِ دل چیدم
از غایتِ اهتزاز پروانه صفت ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عهد محمد فرخ سیر علامهٔ مرحوم خود مستعفی شده خدمات بهکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت- جناب میر سید محمد در سنهٔ ثلث وثلثین ومأئة والف (۱۱۳۳) به محل خدمات رسید- و مسند حکومت را از ابتدا تا انتها بشیوهٔ تدین وحسن معاملت رونق بخشید- وضیع وشریف آن دیار تا الآن یاد می کنند- وسبحهٔ ذکر خیر وحسن جمیل می گردانند-

میر در سنهٔ ثلث واربعین ومأئة والف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را به سیوستان نائب گذاشته خود بدار السّلام بلگرام تشریف برد وچندی در وطن گذرانیده بنا بر تخللی که در خدمت راه یافته بود به دار الخلافه شاهجهان آباد حرکت کرد وبتوسل بعضی امرا آن خلل را دفع ساخت-

ودر سنهٔ خمس واربعین ومأئة والف (۱۱۴۵) کرت ثانی به سیوستان تشریف آورد- وبنده را در اواسط سنهٔ سبع واربعین ومأئة والف (۱۱۴۷) رخصت هندوستان فرمود- وخود بمراسم خدمت مرجوعه بدستور قیام نمود تا آنکه نادر شاه بر دیار سند مسلّط گردید- وسر رشتهٔ خدمات پادشاهی گسیخت- اما خدایار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت- وباعزاز واکرام تمام در سیوستان نگاه داشت- واز جانب خود خدمتها بتقدیم رسانید-

وچون هنگامهٔ نادر شاهیان دران دیار گرم شد- واوضاع ملک برنسق سابق نماند- خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست واز خدایار خان خواه نخواه رخصت گرفت وبیست وپنجم رمضان سنهٔ خمس وخمسین ومأئة والف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد-

واز راه مارواز متوجّه وطن شده - بعد طی مراحل بیست و هفتم محرم مکرم سنه ست وخمسین ومأته والف (۱۱۵۶) بوصول بلگرام مسرت اندوخت -

میر طبعی وقاد و ذهنی نقاد دارد - وچون از مطالعهٔ کتاب باز می پردازد عنان اندیشه به وادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی و فارسی و هندی از حد افزون است واشعار السنهٔ ثلاثه در خزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون - سخن را اکثر اوقات موزون می کند وجواهر آبدار در سلک نظم می کشد - این چند بیت از دیوان سامی تحریر می آید ؎

فروغِ هاله بخش ای ماه سیما خانهٔ مارا — ز نورِ جلوهٔ خود رنگ کن کاشانهٔ مارا

دل در خمِ گیسوی نگار است به بینید — در دامِ محبّت چه شکار است ببینید

نیست در عالم دون غیر هوس کار دلت — هست این طول امل رشتهٔ زنّار دلت

محو گشتم چون حُباب و عین دریا یافتم — چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم

دران گلشن که سروِ قامتِ جانان شود پیدا — بجایِ طوق قمری دیدهٔ حیران شود پیدا

پیش مهرِ رخت قمر معلوم — نزد قندِ لبت شکر معلوم

یار دور است و کوه غم حائل — آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کُشد غمزهٔ جگر دوزش — پیش تیرِ قضا سپر معلوم

از نگاه دو چشم میگونت — بی خبر گشته ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر — حلقه گشتیم پا و سر معلوم

مگر از چشمهٔ آئینه آبِ خنجرش باشد — که از حیرت طپیدن شد فراموش سبلِ مارا

دستم مگیر گرچه ترا بازوی قوی است — پایم رسیده است بسنگی که واه واه

هیچ محبوبی ندارد این قدر رنگِ حیا — بعد سالی می نماید روی خود یکبار گل

(۱۲۲) آوارهٔ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً ومنشأً والحنفی مذهباً والچشتی طریقةً

پیشتر دریوزۂ گر کوچۂ فقر است - وریزۂ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیۂ محفل سخن سرایان می کشد - وشکستہ ناخنی بتار نفس گسستہ می زند -

من مقیم کوچۂ نادانی - وآئینہ وار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - وکمر درخدمت کلام موزون بربستم - چندگاہ است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام وازبیت سخن بابیت الحزن یعنی ماتمکدۂ ہستی خود ساختہ - اما موزونیت فطری احیاناً سلسلۂ فکر می جنباند - ودماغ از کار رفتہ را بصدائی قلقلی مے رساند - تا بجای کہ درعالم مثال ہم گاہی خیال موزونی جلوہ می کند چنانچہ درعشرۂ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) مزاجِ بندہ را وحشتی بہم رسید - بخاطر اُفتاد کہ ازہمہ قطع نظر باید کرد وبار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - واین داعیہ بمثابۂ قوت گرفت کہ عنقریب بود کہ از ممکن قوت بجلوہ گاہ فعل خرامد - ناگاہ شب بیست وہفتم ماہ مذکور طرف سحر درعالم رویا اندیشہ متوجّہ شعر گردید - بیتی موزون ساختم ومعاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند وآن این است ؎

چہ خوش گفت گویندۂ نامدار مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بہ تامل رفتم - دانستم کہ گویندہ سروش غیبی است ومخاطب بندہ - امتثال امر غیب واجب دیدم وارادۂ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم - وسرِّ الہام آن است کہ حجی کہ فرض بود پیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاہری می کشیدم وبہ تحصیل نافلہ شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پے نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ درصفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - وطرح ہمزبانی باطوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرہا در جلو دل دیوانہ گشتم - بجائے نرسیدم سالہا در پے کاروان نالہ اُفتادم بمقامی سر نہ کشیدم - اما سہارا باد صبح کم زنگی

در بزم کواکب اذن نشستن و ہلال را با وجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست۔ باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ و حرفی چند از خود بر یاران کرم فرما عرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست و پنجم ماہ صفر سنہ ست عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید۔ و در ریعان آگاہی سر رشتۂ تحصیل علوم بدست آورد۔ و کتب درسی از بدایت تا نہایت در حلقۂ درس استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید۔ و لغت و حدیث و سیر نبوی و فنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی و استاذی حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ و عروض و قافیہ ....

... و بعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامہ مرحوم مرقوم تلمذ کرد۔

و در سنہ سبع و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید۔ و شوق گلگشت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً از جا برد و در سنہ خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" از خطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست۔ و در سنہ احدی و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد۔ و در مدینہ منورہ علی منورہا الصلوٰۃ و التحیۃ بخدمت شیخنا و مولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود و اجازت صحاح ستہ و سائر مفردات مولانا فراگرفت۔ و در مکہ معظمہ صحبت شیخ عبد الوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ و برخے از فوائد علمی کسب نمود۔ شیخ عبد الوہاب نور اللہ مرقدہ سرآمد علماء عصر و نزیل مکہ معظمہ بود۔ و ہمیشہ

به نشر لوامع علوم می پرداخت و در سنه سبع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۷) به جنة المأوی خرامید۔ و در جنت معلی آرامش گزید۔ شیخ عبد الوہاب علیہ الرحمہ اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد۔ و ہرگاہ آزاد تخلص بندہ شنید و معنی آن را فہمید۔ فرمود "یَاسَیِّدِیْ اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰہِ" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ کہ در حق این سراپا گرفتار سرزد امیدوار ہا دارم۔

فقیر در فن شعر عربی تلمیذ میر عبد الجلیل است۔ و شاداب افاضۂ این سلسبیل۔ برخی از قصائد خود در دفتر اول مثبت ساختہ۔ و با وصف بینوائی قانونی بہ آہنگ حجاز نواختہ۔

القصہ در سنہ اثنتین و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۲) مطابق کلمہ "سفر نخیر" جانب ہند عطف عنان نمود۔ و از راہ بندر سورت سری بہ دیار دکن کشید۔ و بیست و ہفتم ذی القعدہ ہمان سال وارد خجستہ بنیاد گردید۔ و دست بہ دامن انزوا زد

بعد چندی دویم رمضان سنہ اربع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۴) جاذبۂ سیاحت از جا در آورد۔ و قلعہ محمد آباد بیدر را دیدہ چہارم محرم سنہ خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵) وصول حیدر آباد سرمایۂ آرامش رسانید۔ و نوزدہم صفر سال مذکور از انجا برآمد پانزدہم جمادی الاولی ہمین سال سوادِ خجستہ بنیاد چشم اشتیاق را سرمہ کشید۔

و در سنہ ثمان و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۸) نواب نظام الدولہ شہید از جانب پدر والا گہر نواب آصفجاہ بصوبہ داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شہید را با فقیر ربطی خاص بہم رسید و در سال دیگر نواب آصفجاہ از حیدر آباد رایات بند و بست مہمات ملکی برافراخت و عنایت نامہ طلب حضور بنام نواب شہید صادر شد۔ نواب شہید کمندی بہ تسخیر فقیر افگند۔ و حسن خلقی بجا آورد کہ با وصف آزاد بودن اختیار دام محبت لازم افتاد و بیست و ہفتم ذی القعدہ سنہ تسع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان در آمد۔ و تا مقام "سری رنگ پتن" کہ دار الاقامت

راجۂ میسور است تماشا کردہ - غرۂ صفر سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) قدم جادۂ پیما راگل زمین اورنگ آباد دست داد

ودرین سال گلگشت دارالسرور برہان پور وصرف عنان جانب اورنگ آباد واقع شد ودر سنہ اثنتین وستین ومأتہ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور پیش آمد - وتاکنار آب نربدا سیر کردہ رجوع بہ اورنگ آباد صورت بست -

وچہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت ارکات جنبانید یک سال وچند ماہ دران الکہ بسر رفت - ودر ارکات نسخہ " شمامۃ العنبر فیما ورد فی الہند من سید البشر " از دریای فکر بساحل قرطاس رسید - آخر الامر نواب نظام الدولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت گذارش یافت

وبعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست وپانزدہم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط راعروجے بخشید -

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر برانگیخت ودہم رجب سنہ خمس وستین ومأتہ والف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدرآباد نقش بست - شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرس راحلہ صدای رحیل برداشت -

پنجم ذی الحجہ معمورہ خجستہ بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر وسفر نہ تن پروری باشد حاشا وکلا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود - چندی طریقۂ آب روان اختیار افتاد کہ مشت گیاہی بہ نشو ونما در آید - ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسم کشاید اُمیدوارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند وقلم وسیر فی اللہ را جادہ مستقیم شود وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ -

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصر مروت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند۔ و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد۔ و روی ناکامی بہ ہیچ وجہ بیناد۔

صاحب قال حسب حال گوید ؎

تمام عیبم و خوبان خریدہ اند مرا — ز حسن خلق بزر برکشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم — برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند — بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد — وگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد — بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مدد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را — مسخر کن سوادِ اعظم نازک خیالی را
خیالِ نازک از جوشِ نزاکت را زدل باشد — نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بر بندد — بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم — کہ مستان دوست می دارند ابرِ برشکالی را
دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! — پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما — این لعل بے بہاست چراغِ مزارِ ما
امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم — دم مے زند ز جوہرِ ما ذوالفقارِ ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت — کم فرصتے ز زندگیِ مستعارِ ما
آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ — آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را — تمنا می کند بارِ دگر غوّاص ساحل را
چہ سان راز شہیدان گل کند از تبغہ تیغش — کہ چون برگِ حنا در خویش دزدد خونِ بسمل را

دهانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش
لبِ چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را

سرِ شوریدهٔ من طُرفه اوجی داشت در طالع
که در وقتِ جدا کردن بپا اُفتاد قاتل را

بهارِ این چمن آزاد آخر رنگ می بازد
چو شبنم از جهانِ رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخمِ دل از لعلِ خندانِ شما
صبح محشر داغ از شورِ نمکدانِ شما

تشنهٔ مارا به آسانی توان سیراب کرد
بوسهٔ کافی ست از چاهِ زنخدانِ شما

بر جبینِ چینِ عتابِ تازه آید در نظر
تا چه رفت از من خطا ای من بقربانِ شما

برد از خویش شوخیهای طفلان هوشیاران را
سیاهِ ناز باشد در جلو این نیسواران را

مزاجِ کم کسی بر الفتِ اول بجا ماند
بروزِ بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را

قیامت می کند سنگی که از کوهِ بلند اُفتد
مبادا خشم در جنبش درارد بر دباران را

اگر بخاطرِ عاطر بود شهادتِ ما
زدست و تیغ تو مردن زهی سعادتِ ما

بشهدِ خنده بر آمیخت ترشیِ دشنام
انار میخوشِ او بیش کرد رغبتِ ما

سزای ماست که بیدادی کنی جانان
دلیر کرد ترا شیوهٔ مُروّتِ ما

کشود مشتریِ ما گره ز دشنامی
مگر همین زر نارائج است قیمتِ ما

گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد
که گل بخونِ جگر غوطه زد ز رقّتِ ما

ندانستند خوبان آه قدرِ اُلفتِ مارا
تلف کردند بی تقصیر حقِّ خدمتِ مارا

سرت گردیم قربانت شویم ای قبلهٔ عالم
که می سازد رواجز آستانت حاجتِ مارا

بر خاطرِ وحشت زده حقی ست الم را
صیاد شبانی کند آهوی حرم را

نمودم صرفِ خلاصِ فقیران همتِ خودرا
بخاصانِ الهی عام کردم الفتِ خودرا

چرا ای گوهرِ شهوار می غلطی بهر پهلو
چنین از زان نکردی گر شناسی قیمتِ خودرا

رفت ز و عده سالها چند کنم حسابرا
و عدهٔ سال بیش نیست دورهٔ آفتابرا

مردم عمده بیشتر حرف زنند یکجهت
هست سواد یکطرف سرورقِ کتابرا

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس — کو ندهد مرا دمن بنده ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمهٔ دلپذیر را — خوب کمند وحدت است مردم گوشه گیر را

شد جاذبهٔ حضرتِ گل داد رسِ ما — آویخته صیاد ز گلبن قفسِ ما

زطرزِ شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم — توان کردن بزورِ ناتوانی پهلوانیها

شاخ برهنه تیغ زند موسمِ خزان — یک برگ سبز زیر سپر می کشد مرا

تا غلامِ قدِ تو من شده ام — سرو آزاد گفته اند ترا

کار بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان — می ستاند حق خود سنگِ محک هم از طلا

دست و پا گم کردهٔ چون کاروانِ سیلیم — هر قدم در ره بزورِ سینه می غلطیم ما

دارد بباغ جلوهٔ مستانه عندلیب — از دست شاخ گل زده پیمانه عندلیب

هر غنچه خوابگاهِ پری زادِ نکهت است — دیوانه شد ز جوش پری خانه عندلیب

بردی یار عقیق دهن بود نایاب — ز خامه ماند درین نسخه سُرخیِ هر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است — حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

بر نمی دارم نظر یک لحظه از لعلِ لبت — آنچه می خواهم تو می دانی عنایت کردنی است

حال ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست — این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینها کشادِ جبهه را — باب حسن خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رُخسارِ بُتان چون زلف گشتن عارِ ماست — گرد خود گشتن بر نگِ چشمِ ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاد را آسان خرید — بیع کردن مفت خود را رائج بازارِ ماست

حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت — این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حال گوشهٔ ابروی او گریست — ناحق سر بریده زتن با کمان گرفت

سرمه آلوده نگاهِ تو عجب عربده جوست — تشنهٔ خون دلِ شیر ز بان آهوست

روز بد حاجتِ اشراف به دونان اُفتد — تکیه گاهِ سرِ لبریز تفکر زانوست

بجز پیدوست راه بآن آستانه یافت — تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت

دلی که آیینهٔ مهر احمدِ عربی است — درون خانه چراغی و شیشهٔ جلبی است

ریاضتی کش و دریاب لذتِ عرفان — که آب رامزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است

ادای طاعتِ روشندلان بسمتِ فناست — که قبلهٔ مشرقیان را بجانب غربی است

اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است — که پیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است

مانی نازک قلم نقشی زچشمِ مست بست — چون نظر افگند برمحرابِ ابرو دست بست

خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست — این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست

شب که یادِ ماه سیمائی دلم اندیشه داشت — ریخت هر اشکی که از چشمم پری در شیشه داشت

آن مسیحی مالیدهٔ دندان آفتِ جان بوده است — در تبسم بر سرِ داغم نمکها سوده است

سرفرازِ آن جهان باشد ذلیلِ این جهان — حرف ختم صفحهٔ تاج صفحهٔ آینده است

گر نداری نظرِ رحم بمن برخود کن — مشکن ای جان دلِ آباد که این خانه تست

دوش مارا کرد بسمل چادرِ کوتاهِ او — می کشیدے از حیا هر سو نمی آمد درست

زده ام بر سرِ جهان پا پوش — بی سبب این برهنه پائی نیست

زتصویرِ محتشم مے توان یافت — که این عالم نموداراست و هیچ است

عروج بیخبران است مایهٔ وحشت — نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج

می پرستِ من نه از پیرِ مغان گیرد قدح — از کفِ آن نوجوانِ مهربان گیرد قدح

کار دانا نیست در ایام غم ناخوش شدن — وقت نرگس خوش که در فصلِ خزان گیرد قدح

ترا ز پرتوِ رخسار خود گریبان سُرخ — مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سُرخ

فتاده است بزنجیر آتشین کارم — که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سُرخ

کسی چه رنگِ اقامت درین زمین ریزد — نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سُرخ

وجود اهل کمال است زینتِ هر شهر — ز فیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سُرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود
نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود

تا توانی خلق خوش را با عبادت جمع کن
سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کار اُفتاد
آن قدر باده کشی کرد که بیمار اُفتاد

می شناسد نگهش بسملِ خود را از دور
حیرتم گشت که این مست چه هشیار اُفتاد

یاد پرواز بگردِ دل او پر نزند
عندلیبی که بدامِ تو گرفتار اُفتاد

در بیابانِ جنون گرم فغانم کردند
جرسِ قافلهٔ ریگ روانم کردند

مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است
شمع سان پیکرِ من صرفِ زبانم کردند

خانه آرایانِ دنیا کار بیجا کرده اند
از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند

بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب
عندلیبانِ چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خونِ چمن قابلِ کشتن باشد
که گلِ چیده ز گلبن سر بی تن باشد

گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن
در قبولِ سخنِ شوق ستردن باشد

آهوان را روشِ ناز که آموخته است
حسن بی ساخته آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصتِ عمرِ شررم داد
تا چشم کنم باز نویدِ سفرم داد

نقشی ست عجب دائره هندی خطش
کز سایه خورشید جمالش خبرم داد

والله که من قابلِ پرواز نبودم
دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دستِ دعا در هر خمِ موی تو بود
لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود

شب زما آواز پا دزدیدنت سودی نداشت
نکهتِ گل فاش از خاکِ سرِ کوی تو بود

نقشِ حسنِ روز افزونِ ترا مانی کشید
ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید

می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد
خامهٔ مو دامنِ خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگسِ خوبان درِ میخانه زند
می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند

حُسن در زینتِ خود صرفهٔ عاشق نکند
شمع در جبههٔ زرین پرِ پروانه زند

سرِ گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست — دستِ آزاد اگر زلفِ ترا شانه زند

خط بر رُخِ زیبا نه پسندید بجا کرد — این صفحه غلط بود ترا شید بجا کرد

خط روشنیِ محسن ترا بود حجابے — مقراضِ گل از شمعِ تو بر چید بجا کرد

شکوهِ خال بروی حبیب باید دید — ستاره سوخته خوش نصیب باید دید

شب که ساقیِ مجلس آرا بر کنارِ آب بود — دخترِ رز جلوه گر در چادرِ مهتاب بود

به پیشِ پای قاصد نامه افگندن ادا دارد — که دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد

نقش و نگارِ دُنیا سیرِ بهشت دارد — اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خطِ مشکین خالِ رخسارِ ترا بر سر رسید — فوجِ هندُستان به تسخیرِ ملک عنبر رسید

مردم سرِ حلقه را حرص فزون تر بود — مقری تسبیح را رشته مکرر بود

این دلِ نوعشق یاد چشمِ دلبر می کند — طفلِ نو آموز درسِ صاد از بر می کند

شب از عتابِ نرگسِ او دل دو نیم بود — بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود

مرا بحالتِ فقر آسمان نمے پرسد — که تیرِ ریخته پر را کمان نمے پرسد

دل در برِ من چه سان نشیند — او پهلوی دل ستان نشیند

فراهم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد — قیامت بر زمین یک سرو قد بالید قامت شد

خبر رساند عزیزی غرور یار نماند — بگفتمش که درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند — صحبتِ ما و تو صد حیف دمے بیش نبود

مرا به عربده کشتی و باز آمدۂ — فدای ناز تو گردم دگر چه خواهی کرد

بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زدۂ — هنوز ماه نوی پیشتر چه خواهی کرد

حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد — که آفتاب ز بیداد ماه مے گردد

مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید — که خضر راه شود سنگ گر خدا خواهد

مرا آزاد وضعِ پر تو خورشید خوش آمد — سحر گر بر زمینی مے نشیند شام برخیزد

زمانه جلوه کند هر نفس بحال دگر
پیاله نوش و مکش انتظار سالِ دگر

قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان
چون آن نهال که روئیده در نهالِ دگر

چه باغبانی دلخواه کرد دخترِ رز
که داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر

زن بود در زبانِ هندی نار
وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

همتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست
در پریشانی چه خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس
ناتوانان از کجا یابند فریادِ جرس

این چنین صیّاد ظالم هیچ مظلومے ندید
وقت گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مرا در اضطراب طرفه دارد تندیِ خویش
که همچون شاخِ آهو پیچ و تابی خورده ابرویش

بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل
که می آئی ز سَیرِ لیلة المعراج گیسویش

زدم بر دست او گر بوسهٔ گستاخ معذورم
مرا تعلیم شوخی می دهد تعویذ بازویش

چه می پرسی ز حالِ نسخهٔ دل چیست تحریرش
کتابی در بغل دارم که قرآن است تفسیرش

ز ابروئے تو می آید گرفتن کشورِ دل را
نه هر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش

درین صحرا سرِ شورانگیزیِ مجنونِ ما دارد
توان دانکرد قربانت شوم یکبار زنجیرش

سعادتمند بیند زلفِ مشکینِ تو در رویا
که چون در خواب آید اژدها گنج است تعبیرش

ز قاتل نیست امیدِ رهائی جانِ شیرین را
که می آرد برون مانند طوطی بال شمشیرش

هلاکِ حیرتم از شوخیِ ناز آفرین طفلے
کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحهٔ تصویرش

سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے
چه مضمونها که ظاهر می شود از طورِ تقریرش

اشک بیتابم کند در دیده صبح و شام رقص
می کند این طفلِ نادان بر کنارِ بام رقص

گرد بادم کارِ من دیوانگی آشفتگی است
می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص

دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند
کار روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص

نسبتِ تام است با طاؤس نخچیر ترا
بال افشان می کند در حلقهای دام رقص

حالِ منِ درویش به سلطان که کند عرض — از مور پیامی به سلیمان که کند عرض
در کوچهٔ این شهر مرا تنگ گرفتند — بتیابی مجنون به بیابان که کند عرض
عمریست که یک خانه نشد قسمتِ پایم — حرمانِ غریبی به مغیلان که کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر — این حرف بآن زلف پریشان که کند عرض
آزاد ازین باغ بچینند گلِ رعنا — یکرنگیِ اورا به عزیزان که کند عرض

در عاشقی ز یار ادا کرده ایم شرط — خود را بخون نشانده حنا کرده ایم شرط

بر روی یار طرهٔ ممتاز کن لحاظ — بسم اللهِ صحیفهٔ اعجاز کن لحاظ
در خاک رفت و چهرهٔ آسودگی ندید — انجام کار گریهٔ غمّاز کن لحاظ
مردان ز خاک هم خبرِ آسمان دهند — فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینهٔ جان است در واقع — چراغ مشهدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبح نوروزی که اُفتد روز عاشورا — نشاط و غم بهم دست و گریبان است در واقع
برهمن از درِ بتخانه بے جا کام می جوید — بجای خویش بت هم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر — نگاهِ عجز بلبل تیغ عریان است در واقع

ز خال گوشهٔ آن چشم سخت می ترسم — که هندوئی شده با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونه شود آشنایِ نشئهٔ تاک — غذائی دوزخیان است آب آتشناک

دل از خیالِ مهوشان یک شهر سامان در بغل — این شیشه باشد دیدنی دارد چراغان در بغل
روزِ قیامت هر کسی در دست گیرد نامهٔ — من نیز حاضر می شوم تصویر جانان در بغل
تا وا کند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت — آمد به گلشن شاخ گل از غنچه قرآن در بغل
شهرِ نکویان دیده ام خوانند درسِ حسنِ خود — جای کتاب آئینه هر طفلِ دبستان در بغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیها می کنی — دارد حبابِ آسمان بسیار طوفان در بغل
از مردیِ طبعِ جهان وا ماند خلق از کارها — گیرند مردم دستها فصل زمستان در بغل

آزاد با این درد دل آرد اگر رو در چمن
پوشیده قمری را کند سرو خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبرے داشتم
دیده را محوِ تماشایِ کمر می داشتم

کرد آخر ناتوانیها ز صیادم خجل
می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم

تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر
گر نه این دستِ دعا بودی چه بر می داشتم

از کمانِ بحث کج هر جا خدنگی سر کشید
پیش رو از مُهر خاموشی سپر می داشتم

خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم
ورنه از سودای رفعت دردسر می داشتم

حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم
از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم

هر کسی برداشت چیزی را ز اسبابِ جهان
من ازین دنیای فانی دست را بر داشتم

نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد
داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم
چون بوی گل شکسته قفس بال و پر زدم

تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن
چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم
ز جا برخاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم

به پیشِ غیر با من نامناسب دیده آمیزش
ز اندازِ نگاهی یافتم بیگانه گردیدم

کجا در بزمِ من آن شمع بی پروا قدا فرازد
خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سرو سرفرازِ توام
مرید سلسلهٔ گیسوی درازِ توام

من از جنابِ تو دستِ حمایتی خواهم
چراغ سوختهٔ داغ جانگدازِ توام

نگاهِ تست به آزاد بیش از دگران
غلام معتقدِ حسن امتیازِ توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم
ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم

ز من جُدا شده دل رفت در پیِ دمنش
ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم

تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق
بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم

شبِ وصل است گیر دامشک شادی راه دیدارم
چه باید کرد- افتاده است با طفلی سروکارم

دریدپردهٔ حیرت سرشک بینا بم — زپشت آینه بر رو دوید سیمابم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن — اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم

یار را دیدنِ من در عرقِ شرم نشاند — از نگاهِ غلطِ خویش پشیمان گشتم

حقوقِ بندهٔ صاحب وفا رعایت کن — تصدقِ سرِ خود بوسهٔ عنایت کن
غریب شهر توام دردمن تو می دانی — اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن
امیدوار گرفتاریم درین صحرا — ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن

گره زابروی خود وا نکرد قاتلِ من — شهید این دو کمان مهره است بسملِ من
چو شیشه که دران نرگس از هنر سازند — خیال چشم کسی جا گرفت در دلِ من
حباب خوش منشم مے زیم بوضع صفا — ز آب صرف بنا کرده اند منزلِ من
بحال مجلسیان طرفه گرم و لسوزی ست — خدا زیاده کند عمر شمع محفلِ من

سیر حسنِ آن ذقن باز لف عنبر فام کن — سایهٔ وچاه است ای دل اندکی آرام کن

می رسد از خانهٔ آئینه سرشارِ جنون — این پری از سایهٔ خود شد گرفتارِ جنون

تیغِ تو سینه را کرد افگار تا بگردن — این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی — در زر اگر نشیند زردار تا بگردن

نگردد محو از لوحِ جهان حرفِ ثباتِ من — که باشد در دمِ تیغ قلم آبِ حیاتِ من
دلِ آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت برحالم — که انشا کرد بعد از مرگ تاریخِ وفاتِ من

به دامانِ کسی جز دامنِ خود جا نمی گیرد — برنگِ جوهرِ آئینه گر خیزد غبارِ من

تنها چو برق تا درِ مطلب دویده رو — بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود زکوٰة مغیلان درین طریق — از خارهای بادیه دامن پخیده رو

نه از خلخال زرین زیور آن سروِ سهی کرده — بپایش بوسه زد خورشید و قالب را تهی کرده
بزرگ و خورد جهان است در نیاز یکی — که هست شاه و گدا در صفِ نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری — نهان در پردهٔ نے ناخنِ شیر است پنداری
سرِ دنبالهٔ چشمِ تو دارد خال موزونی — کمر بستند با تارِ سیه تعویذ بیماری
به پشتی کار گیرد از صفِ برگشتهٔ مژگان — توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتانِ غمگین نمی سازد — نگردد در هوای آتشین آئینه زنگاری

آئینه وار تصفیه گر آرزو کنی — دل را ز آب دیدهٔ خود شست و شو کنی
گفتم باو - چرا شکنی دل - جواب داد — در ملک من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر به لباسِ برهنگی — از نقشِ بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیرِ میکده ارشاد مے کند — در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانه به ویرانهٔ ما می آئی — می توان یافت که از شهرِ وفا می آئی
طرزِ شوخی نگذارد که نشینی یکجا — به تماشای چمن یا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن — گر به گلگشت مزارِ شهدا می آئی
بر سرِ مشهدِ آزاد شنیدم امروز — که تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قرب بدنی — تشنهٔ دشتِ عقیق است سهیلِ یمنی
داد آزاد گهرها قلمِ واسطه را — هست رسمِ شرفا پاسِ حقِ همِ وطنی

نمود جلوهٔ اعجاز شمعِ مطلبی — نماند شوخیِ چشمِ شرار بو لهبی
فدای خاصیتِ وادی عقیق شوم — که کرد ریگِ روانش علاجِ تشنه لبی
زیارتِ تو کند آفتاب هر شب نذر — رود صباح جلو ریز جانبِ غربی
ز بسکه ذوقِ شکستِ تو داشت ساغرِ ماه — گرفت رنگِ نزاکت ز شیشهٔ حلبی
خوش است حسنِ تقاضا ز باغبانِ کریم — نصیبِ ذائقه ام کن حلاوتِ رطبی
بآفتابِ نبوت رسانده ایم نسب — توان ز ذرهٔ ما دید نورِ خوش نسبی
بملکِ هند چو من نیست طوطیِ آزاد — که کرد تربیتِ من شکر لبِ عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین — پروانۂ او چراغ ماہ و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ فگند — برق جہانیان نہ بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف۔ میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ

بن سیّد محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی۔ ولادت او بیست ویکم شوال روز دوشنبہ سنہ ست عشر ومأتہ والف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیہ سابق واسطۃ العقد فضلاست وحالا بیت الغزل شعرا۔ صاحب شان عالی است۔ وعزیز مصر صاحب کمالی۔ زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ خلعت جوانی نواختہ۔ وحاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچہ مرتبہ ارزان ساختہ۔ طبع دقیقش نشتر عروق اشکالات۔ قوت حافظہ اش پرستخانہ فراوان معلومات۔ عمل کہ ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش۔ وحسن خلق کہ گل سرسبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش

من شکستہ بال ومیر صاحب کمال دخترزادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نوّر اللہ ضریحہ، واز تباشیر ایام زندگانی تا اواسط ہنگام جوانی درس آموز یک دبستان۔ وعندلیب یک گلستانیم۔ کتب درسی از بدایت تا نہایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی روّح اللہ روحہ گذرانیدیم۔ ولغت وحدیث وسیر نبوی درخدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالیٰ بسند رسانیدیم وعروض وقافیہ وبعض فنون ادب از خدمت میر سیّد محمد سلمہ اللہ تعالیٰ اخذ نمودیم۔

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب یا کتابی واحد از دو مقام بسماعت و قراءت یکدیگر مے خواندیم۔ وشبہ یزسنے در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیانا یکی را عارضہ رومی داد سبق دیگری در معرض توقف مے اُفتاد۔ ودر وقت اقامت وطن وکسب علوم چندی اوقات در افادۂ طلبہ نیز صرف گردید۔

میر محمد یوسف در سنه سبع وخمسین ومائة والف (۱۱۵۷) در دار الخلافه شاهجهان آباد از بعض فضلاء آن بلد علوم ریاضی هیئت و هندسه وحساب و غیرها خوانده قدرتی عالی در فنون ریاضی بهم رسانید۔

و به ارادت سید العارفین میر سید لطف الله قدس سره استسعاد یافته همواره بطاعت وعبادت وبمطالعه ومباحثه کتاب می گذراند۔ وباوصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمی داد۔

ومیر کتابی تالیف نموده باسم "الفرع الثابت من الاصل الثابت" مشتمل بر چهار اصل وخاتمه در تحقیق مسئله توحید که تحریرش بسیار متین ولطیف واقع شده و مطالب بلند ومقاصد ارجمند فراهم آورده "شکر الله سعیه"۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال — از خم معرفت کشید رحیق
کرد در وحدت شهود رقم — نسخهٔ تازه به فکر عمیق
از احادیث و از کلام الله — کرد اثبات حق زهی توفیق
هست این نقش دلنشین الحق — یادگاری ز خامهٔ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد — گفت ۔ شمع مجالس تحقیق
۱۱۶۲

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنی دارد۔ ونسائم انفاس همایونش خرامیدنی ؎

زجام مهر لبود هیچو بدرستی ما — بقدر وصل شود محو یار هستی ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر — چه نامها که برآورده است پستی ما
زطرف دامن پاک تو کامیاب نشد — بخواب هیچو زلیخا دراز دستی ما
همین که چشم کشودیم صبح چون شبنم — زآفتاب رخت رنگ باخت هستی ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف | غبار آینه گردید خود پرستیِ ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست | پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست
ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی | افتاده به کنج قفسی بال و پری هست
قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است | بسمل شدهٔ قدِّ ترا نوحه گری هست
گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من | شادم که درین راه مرا چشم تری هست
سوز دجگرم از اثرِ گرمی آهش | دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست
پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است | در کوی تو از آه مرا نامه بری هست
زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف | داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده می رویم | صد جاده سو خلیتم و بیک جاده می رویم
صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس | آئینه وار از دو جهان ساده می رویم
در شاهراه عشق نداریم کاهلی | چون شمع در مقام خود استاده می رویم
در دردِ چشم یار شکستیم توبه را | بیرون زدام سبحه و سجاده می رویم
در راهِ شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست | بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم
پست و بلند راه ندانیم همچو سیل | یوسف عنان خویش زکف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم | یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم
تا تغافل کرد دیدم سیر آن طنّاز را | التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم
دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت | کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم
نامهٔ اعمالِ خود یک عمر یوسف خوانده ام | حرف انجامش بمین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی | در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی
یوسف نتواند که کند نعت ترا | آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاهی که لباس نور پیرایهٔ اوست　　خورشید و قمر بهره ور از مایهٔ اوست
هر چند که ذات پاک او سایه نداشت　　اما دو جهان غنوده در سایهٔ اوست

گر مهر رخِ تو جلوه پیرا نشدی　　یک ذره ز کائنات پیدا نشدی
در نقطهٔ نور نگشتی مرکز　　نه دائرهٔ فلک هویدا نشدی

خود شافعِ محشر است شاهِ مردان　　این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو که عبادت است دیدن اورا　　چشمے بکشا بروی شیرِ یزدان

دریاب بهارِ گل و ریحان نبی　　سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایهٔ کونین ازینها بر گیر　　کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل به مشارٌ الیه فرستادم ؎

جان می طلبد لقایِ یوسف　　دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن　　از نکهتِ جان فزای یوسف
آزادم و بوده ام گرفتار　　در سلسلهٔ هوای یوسف
از دیدهٔ شوق تکمه سازم　　وز پردهٔ دل قبای یوسف
گیرند بسرمه خاکِ راهش　　چشمِ من و خاکپای یوسف
مصرِ دلِ من همیشه آباد　　از جلوهٔ دلکشای یوسف
هم عمر برادرِ شفیقم　　از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا　　نقدِ دلِ من بهای یوسف
او قدر شناس بنده آزاد　　من شیفتهٔ ادای یوسف

مشارٌ الیه درجواب این غزل طرح کرده ارسال فرمود ؎

سلطانِ جهان گدای آزاد　　جم مرتبه بینوای آزاد
پهلوز کنار من تهی کرد　　این دل که شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد　　سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید　　بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من　　گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش　　وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من ادا کرد　　یک عمر کنم دُعای آزاد
گر جمله زبان شوم چو سوسن　　دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف　　من در گرو هوای آزاد

وایضاً این غزل به فقیر تحریر نمود ـه

تا دلم از رهِ تو دُور اُفتاد　　چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من　　کوه را داد ناله ام بر باد
دلِ من قمری است زمزمه سنج　　سرو موزونِ من قدِ آزاد
که رساند غبار من به درش　　کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش　　یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم　　این نگین را چه خوب نقش اُفتاد
به که بر دوستان بیان سازم　　ربط اورا برائے استشهاد
من واوئیم از ازل تو ام　　سنهٔ ما یکے ست در میلاد
هر دو بودیم موردِ یک فیض　　درس خواندیم پیش یک استاد
وقت تحصیلِ ما به بیضاوی　　مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین　　بهره اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمره کرد از پیِ من　　دلِ او باد از صفا آباد
چه توان کرد شرح احسانش　　جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جہان باد چون تخلص خود یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) غلام میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہ کہ در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۱) دست داد و او ہمشیرہ زادۂ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّر اللہ مضجعہ۔ ہرگاہ خبر تولّد او بہ علامۂ مسطور کہ با خلد مکان در نواحی قلعہ ستارہ تشریف داشت۔ رسید حضرت علامی خواست کہ تاریخ تولّد او ضبط نماید۔ در ہمین فکر خواب بُرد۔ در عالم رویا صورت مولود را دید کہ می گوید ع نور چشم باقر عبد الحمید م

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل بر آمد۔ سہ مصراع دیگر فراہم آورده قطعہ در بحر رمل مسدس سالم کہ سہ بار فاعلاتن باشد نظم کرد کہ ؎

نور چشم میر باقر گفت با من چون گل خورشید در عالم دمید م

سال تاریخ تولد خود بگفتم نور چشم باقر عبد الحمید م ۱۱۱۱ھ

و بہ مردم بلگرام قلمی فرمود کہ این مولود مسعود شاعر خواہد شد۔ آخر نوعی کہ از زبان شریف بر آمده بود بظہور رسید۔

مشارٌ الیہ در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و ہندی ممتاز اقران۔ تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ نمود۔

و سلیقۂ او با ترتیب نظم نہایت مناسب اُفتاد۔ سیما شعر ہندی کہ درین فن کوس یکتائی می نواخت۔ و طوطیان ہند را دو چار آئینۂ حیرت مے ساخت۔ برخی از نورسان

حدیقهٔ طبعش در فصل ثانی جلوه می کند

ونیز در موسیقی و سازهندی نقش مهارت می زد- با این همه هنرها در میدان شجاعت دلیر بود- و در فن تیراندازی بی نظیر-

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت و در جنگی که نواب وزیر را با افاغنه[1] پیش آمد میر غلام نبی در معرکه مفقود گردید- و چون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید- و این سانحه بیست و دوم شوال سنه ثلث وستین و مأته و الف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسهاور از توابع اکبرآباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحیدِ زمان سیدِ خوش سخن — به فردوس مے زد ز جامِ نبی

قلم گریه سر کرده تاریخ او — رقم کرد "هی هی غلامِ نبی" ۱۱۶۳ھ

فیمابین میر و فقیر محبت تام بود و سالها در بلگرام و شاهجهان آباد و الہ آباد هم صحبت بودیم- حیف که این چنین هم جنس صاحب کمال از این عالم رحلت کرد و انجمن یاران را بی حلاوت ساخت-

میرزا جانجانان مظهر سلمه الله تعالیٰ فن شعر هندی از میر غلام نبی اخذ نمود-

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

همیشه در دلِ خود یاد زلف او دارم — فسونگرم که چنین مار در سبو دارم

ازخرامِ او دری بر خویشتن وا می کنم — عالمِ بالا درین عالم تماشا می کنم

آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت — که ز لعلِ لبِ او بوسه به پیغام گرفت

بسکه شد آغوش پستی منزلِ آرام من — چون نگین در موم هم بالا نگردد نام من

همرهِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا — من نه آن صیدم که بگریزم سگ آوردی چرا

---

[1] مآثر الامرا جلد ۱ صفحه ۳۶۴ تذکره صفدر جنگ-

خط ز زلفِ تو رُخ بزور گرفت — جای مار این هجوم مور گرفت
تا نمک ریخت بر جراحتِ من — لبِ شیرینِ یار شور گرفت

در چمن چون گل نباشد آشنای عندلیب — کز تهِ دل زر برآرد از برای عندلیب
در چمن گل بر کفِ خود زعفران آورده است — تا بدل با خنده سازد گریهای عندلیب
دوزرخِ عشاق باشد بی رخِ جانان بهشت — باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب

داد از دست نگاهِ تو که هنگام وصال — چون تغافل دهد از دست حیا سازکند

رباعی

آنها که براه بی هراسی شده اند — در خلق علم بحق شناسی شده اند
در یاب که این خدا فروشانِ جهان — در ترک لباس خوش لباسی شده اند

(۱۲۵) عجیب - سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدّین جد القبیله یکی از قبائل اربعه محله سیدواره و برادر خاله زادهٔ حقیقی جبر جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق و ظریف بود۔ و سلیقه نظمے داشت - در مدح سیدی می گوید ؎

گل همان به که ز گلزار پیمبر باشد — مل همان به که ز میخانهٔ کوثر باشد
گوهر آن نیست که از نطفهٔ نیسان زاید — گوهر آن ست که از معدنِ حیدر باشد
ای خوشا تازه نهالی که به بُستانِ شرف — دست پروردهٔ زهراء مطهر باشد
آنکه از جبهه او نور سیادت پیداست — عالم افروز تر از نیرِ اکبر باشد
در زمینی که بخندد گلِ خُلقِ حسنش — هر کفِ خاک بخاصیتِ عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی — چمن آرای جهان این گلِ احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیب — زانکه از حوصلهٔ خامه فزون تر باشد

اواخر ایام زندگانی همراه نواب مبارز الملک سربلند خان تونی - جانب گجرات احمد آباد رفت و در آنجا این بیت فارسی و هندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم به سمند ٹیلۂ ہفت آسمان ٹپ جائے

قضارا بر طبق مضمون بیت در سنه اربعین و مأته و الف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلو ریز ساخت که گردی از هیچ جابر نخاست - عمرش قریب به شصت سال بود - رحمه الله تعالی

(۱۲۶) بیخبر - میر عظمت الله بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف الله بلگرامی قدس الله سرهما

گلهائی مناقب والا از چمن اوّل باید چید - و روائحی که مشام ملأ اعلی را معطر سازد باید شنید -

میر بی نظیر از عرفاء شعراست - و از صوفیۂ صاحب لسان - و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان - طرز کلامش به نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش به دلنشینی عشوه محبوبان - نکهت خلقش سرمایۂ خفتنها - و رنگینی صحبتش ساز و برگ چمنها - خاص و عام راغب مجلس خاص بودند - و در خور استعداد طرفی می بستند -

بیخبر تخلص بجا می کرد که باخبر بیخبر بود - و بر قول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود که ؎

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

و او را با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است - در تذکرۂ خود مسمّے به "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کرده - در اینجا کلام او نقل کرده می شود :-

"فقیر را که اتفاق دید و دید ایشان اُفتاد- حقاکه در کمال خلق و مزه و درد و شوق یافتم- تا که
"نشسته بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف بر زبان نراند- بنده گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی همچو شما همرنگ را غنیمت یافته ایم- بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ها خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود- ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر هرزه چپ و راست دویدن عبث است — چاک کن سینهٔ خود را سر راهی دریاب

"بلند اُفتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را — کشد پائین محفل قدر من بالانشینان را

" خون شدم بیخبر ز دست تهی — جامهٔ فقر رنگ بابد کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد- میرزا فرمود- در فقر
"مرتبه ایست تا خدا کرا نصیب کند- مجملا شرح آن این مصراع بیخبر است که ع
" دولت پاینده در دستِ تهی ست
"و آنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل همه تن خاک شدی لیک چه حاصل — در خاک نشستی و بران در نه نشستی

"گویند بهشت جای خوبی ست — آنجا هم اگر دماغ باشد

"و این بیت خاقانی هم خوانده بود ؎

"همسایه شنید ناله ام گفت — خاقانی را دگر شب آمد انتهی

در سنه اربع و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۴) میر و فقیر از بلگرام تا شاهجهان آباد هم سفر بودیم- و چون کواکب سیّاره به شرکت گردون راه پیمودیم- تمام راه بحظ و لحواه گذشت این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد-

روزی نقل فرمود که هرگاه این مطلع از من سرزد ؎

از صف مژگان خونریزش نگاه آید برون چون سوارِ یکه تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خود را شاعر می گرفت مطلعی در جواب انشا کرد - چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود - جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست -

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت - و در موسیقی هم فهم رسائی داشت -

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است - از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد ؎

بهائی نیست غیر از نقد تحسین شعر موزون را مده هرگز بجوهر ناشناس این در مکنون را
مباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن خدا رس می شود هر کس رسد انداز مضمون را
مکن جمع آن قدر دولت که گردد بار بر دوشت فرو سنگینی زر برد زیر خاک قارون را
مکن ای صبح ضائع بر جبینش صندل خود را که دوران سراز دود دل خلق است گردون را
انیس دختر زهر که شد علامه مے گردد که حکمت منکشف از خم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای ز خود غافل برآ می شوی پابند آخر بیشتر زین گل برآ
ماغریبان را بزیر خاک هم نگذاشتند صبح محشر می کند فریاد کز منزل برآ
تا توان لیلی شدن حیف است آهنگ جنون این چنین کز خویش برمی آئی از محمل برآ
عالمے در انتظار آن وفا بیگانه مرد کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل برآ

تا کے نهی برای صبوحی بباغ پا چشم کسی به بین و بزن برایاغ پا
صد کاروان بروشنیم راه می روند در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا
آن را که زیر خاک کند چرخ مرده نیست چندی دراز کرد به کنج فراغ پا

کس نیست بعالم که شود همنفس ما ای بیکسی اکنون تو شدی دادرس ما

مائیم بصد رنگ گرفتار محبّت فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما

کی بود بازیچهٔ شادی و غم آئینِ ما گردشِ احوال قربان است بر تمکینِ ما
ناخن اول در دلِ شاعر زند شعر بلند تیغ خون آلوده آید مصرعِ رنگینِ ما
در قیامت هم نگردد واز هم مژگانِ او بشنود فرهاد گر افسانهٔ شیرینِ ما
ما به هفتاد و دو ملت صلح کل داریم و بس جادهٔ دارد بهر مذهب طریقِ دینِ ما
صحبتِ یارانِ موزون سرو و گل از یاد برد غیرتِ گلزار باشد مجلسِ رنگینِ ما
تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم نیست غیر از ساعدِ خود بیخبر بالینِ ما

تا به کی داری چنین حیران و سرگردان مرا بیکدم ای ظالم بگردِ خویشتن گردان مرا
غیر را دربارگاهِ دیدهٔ من دخل نیست چوب حُجّاب است گردِ چشم این مژگان مرا

سلامت در همان غولت بود تنها نشینان را که باشد صد خطر بیرونِ در خلوت گزینان را
بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را کشد پائینِ محفل قدرِ من بالانشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب کمی دانم مگر در چشمِ اُفتاده است مو باریک بینان را
بچشمِ عارفان زلفی و رخساری است کفر و دین خبر از حلیهٔ آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیئهٔ غائب قیامت بر سر استاد است دائم دوربینان را
زیارانِ لباسی کی نمازِ عاشقان آید وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام بر پا می کنند ایشان قیامت را چه سان یک کوچه ره بیند کسی این نازنینان را

کوی رضا گزین ز غمِ خیر و شر برآ تسلیم کن سرِ خود و از دردِ سر برآ
تا کی اسیرِ هستی موهوم بودنت دستی بخود فشانده چو آه از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقشِ بستی یاد را تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را
در شبستانی که غفلت فرش راحت گسترد خواب شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را

برنگ آینه کسبِ دگر بود مارا گذشتن از همه جوهر هنر بود مارا

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ ما را — خیالی بیش نبود مے کفِ پیمانهٔ ما را

کمندِ وحدت از گردن کشد زُلفت فقیران را — کند مجنونِ صحرا گرد چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را — یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدست از صحبتِ اخوان مرا — کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منّتِ مُنعم گوارا مفلسِ ما را — ز نامِ کیمیا گر رنگ می گردد مِس ما را

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما — نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چون کرد وا آن چشمِ خواب آلوده را — جام می آمد بکف هر دست برهم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست — گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گوید بلندی برگزین یا سیر پستی کن — بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی ز شوخیِ نازِ تو کس نیاسود است — نشستهٔ و خرامِ تو می کشد ما را

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب — باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چپ و راست دویدن عبث است — چاک کُن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید — آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار — لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر بهر چه از خانه برون می آئی — باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک بچشم شکر خواب می کند مهتاب — پیاله را گلِ مهتاب می کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلاست — پیش مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیل جا بیش نیست — آنچه پنداری بقا آخر به تغییر فناست

شکوهٔ از بیوفائیهای معشوقم نبود — یار چندانی که شد بیگانه آخر آشناست

نشئهٔ دیگر توان در می پرستی یافتن — بیخبر گر ساقیِ کوثر علیِّ مرتضاست

ترکِ محبّتِ منِ ناشاد کرد و رفت — گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بر نخورد ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت
پرویز هم ز قربتِ شیرین نیافت است از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت
هر کس که دید مصرعِ برجستهٔ قدش چشمی کشود و بر سرِ او صاد کرد و رفت
رنگِ ثبات نیست درین گلشنِ دو روز خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت
دائم بناءِ بیت سخن می کنم بجا هر کس تلاش در حقِ اولاد کرد و رفت
دیگر کسی چه در پیِ او بیخبر فتد گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

کیش اگر کفرست و گر اسلام دینی بیش نیست حاصلِ چندین گمان آخر یقینی بیش نیست
آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم آسمان بر خاکِ درگاهش جبینی بیش نیست

آشنائیهای دریا محنتِ بی حاصل است گوهرِ مقصود در خاکِ خرابِ ساحل است
نزد این صورت پرستان کز اناالحق منکرند حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است
قامتِ معشوق می روید بجای نیشکر دیده ام بندِ محبت را زمینِ قابل است
نقص خود دریافتن باشد کمالِ آدمی ورنه هر ناقص که بینی در حقیقت کامل است
یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر دستی ار بالای دستی هست دست باذل است

گرچه خلقی دیدم از دامِ تعلق جسته است برنیاید تا کسی از خود کجا وارسته است
سبزهٔ خط نیست بر رخسار آن آئینه رو بسکه آبِ حسن او استاد زنگی بسته است

گرچه شب در خوابِ روزم در قدح نوشی گذشت این قدر شادم که عمرِ من به بیهوشی گذشت

خواهشِ ملکِ سلیمان ابلهی است دولتِ پاینده در دستِ تهی است

طفلی که بر احوالِ شهیدان نظرش نیست مردیم که از شوخیِ خود هم خبرش نیست

هرگز فروتنی نگزیده است پیکرت خاک رهِ کسی نشدی خاک برسرت

همچو آن شامی که روشن گردد از رنگِ شفق کاکلت از تابِ رخسارِ تو زنجیرِ طلاست

بر رنگِ آن ندا کز جانبِ دیگر صدا برگشت چو بر گردید بیرون رفتنم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد — آه در زلف شکن در شکنش چیزے هست

خدا را دیده ام اما میرسید — به قربانش روم یارِ قدیم است

ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند — که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است

بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد — خامه ام از سرگرانی پای خواب آلوده است

به بالِ دیگرے گر می پرد کس — به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست

هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت — شرمم تو آب ریخیت بر آئینه زنگ بست

هزار بار توان کرد با خدا شوخی — ولیک دم نتوان زد به مصطفےٰ گستاخ

این سروها که سر به گلستان کشیده اند — شمشیر بازیِ قدِ اورا ندیده اند

هرچند حسن از پسِ صد پرده رُخ نمود — ناموس پرده ایست که رندان دریده اند

کردم نگاه صفحهٔ تصویر خوش قدان — صورت گران شبیه تو بالا کشیده اند

جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر — بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند

کیست تا از دست بردِ حسن صورت بگذرد — معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد

هر قدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق — مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد

بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان — وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد

کی بود یارب که ماکوسِ خداوندی زنیم — حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد

بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید — بگذرد عمر عزیز و در اطاعت بگذرد

یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید — عشق را نازم که به می خواستم بهتر رسید

عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد — رفتم از خود این جهان و آن جهان پیموده شد

بی حلاوت نیست عسرت در جهان — نان چو شد کمیاب شیرین می شود

هزار بین شده چشمم ز شوخیِ حسنت — غنیمت است که این احولان دو می بینند

در لباسِ نو است یار مدام — نیست مفلس چرا کهن پوشد

معنی از دل برنمی خیزد ز ضعفِ مشتری
از گرانیهای قیمت گوهرم در بحر ماند

جز چشم کبود او که دید است
بادام که پسته مغز باشد

کنون که پیر شدی از خودای فلان بگذر
ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر

کسی ز هر دو جهان و کسی ز خویش رود
نمی روی تو اگر این چنین چنان بگذر

ما هم اندر پیچ زلفِ او گرفتار آمدیم
اتفاقِ طرفهٔ افتاد یاران شب بخیر

نه چینیٔ شکند این چنین نه شیشه ز سنگ
بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز

خوشا جهانِ تهی دستی و غریبانش
زوال نیست در اقبال بی نصیبانش

فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این
پرید رنگ مگر از رُخِ غریبانش

کیست تا از من رساند بر تو پیغام خویش
کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش

عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود
پیش پا افتاده می بیند چراغ انجام خویش

خود پسندی ست حرفی از خویش
آینه پیش کرده رو سویش

دماغ نازکِ فقرم ملامت برنمی تابد
همان دستار را کرده دستار از برایِ دردسر بستم

گردِ ملال کز دلِ صد چاک بیختیم
برداشتیم و بر سرِ مقصود ریختیم

بودیم پای سعی ولی از نهیب خار
چون سایه در حمایتِ دامن گریختیم

تا آمد است فرد حقیقت بدست ما
سر رشتهٔ حساب دو عالم گسیختیم

نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم
بیا دوست سلامی که ما دماغ نداریم

به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند
که ما به کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم

با تنگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم
وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدم

سهل نبود زخم تیغِ ناز او برداشتن
بارها زین سر گذشتم تا گلی بر سر زدم

یادت مزه بخشید دل از رزق بریدیم
نامِ تو گرفتیم و لب خویش مکیدیم

آخر نشود سلسلهٔ حسرتِ عشاق
آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم | این بارگران بر سر خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرتِ گل را | جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سروِ قدِ تو نهالی ست که من می دانم | چشمِ شوخِ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند | در لبِ یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشمِ بتان روغنِ بادام طلب | سرِ خشکِ تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام | قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
در دلم زین ره و رسمی که جهان می دارد | بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیالِ خودیم | پر فشاندیم و زیر بالِ خودیم
من بهر وجه آن پری رو را تماشا کرده ام | همچو گوهر چشمِ خود بر شش جهت وا کرده ام
بتی کز چشم عالم شد نهان من دیده می آیم | شود قربان خود گردِ سرش گردیده می آیم
فیضِ سخن است اینکه بهر بزم رسیدم | از بال و پرِ مصرعِ برجسته پریدم
بهر تحقیق خود از پیشِ خدا می آیم | فکر بسیار بلندم ز کجا می آیم
نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم | توکّل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم
دستِ طلب به دامنِ آن خوش کمر زدم | دیدم که پر تهی ست کشیدم بسر زدم
مرا بر مسندِ جم می نشانند | الٰهی بر سرِ آن کو نشینم
ز بس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم | در اول دیدنی همچون نگاهِ واپسین جستم
ز بسکه تنگ شدم درمیانِ هر دو جهان | رهی نماند که در خود گریختم رفتم
بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند | ما هم از دستِ ردِ خود چیزها بخشیده ایم
کجا تابِ رُخِ خورشید دارد دیدهٔ شبنم | تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم
درمیانِ بحث ملایان میفگن خویش را | بیخبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم
از صفِ مژگانِ خوان ریزش نگاه آید برون | چون سوارِ یکّه تازی کز سپاه آید برون.

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا | یوسفِ مقصود تو شاید زچاه آید برون
رندمی داند که بیرون آمدن ازخویش چیست | زاهد ار جرءت کند ازخانقاه آید برون
عالمی ازبسکه غمگین رفت درزیرِ زمین | وقتِ آن آمد که جائی سبزه آه آید برون

سعی یاران چیست گردیدن طلایامس شدن | عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشها | درد سر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن

از دو چشمِ او نگه مستانه می آید برون | همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون
گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم | که نشست است غیراز گرد کس بر پوستِ تختِ من

کی شود یارب که در بزمِ وصالِ آن پری | من زخود آیم برون او از نقاب آید برون
دوش یار آمد ببویم تا کشم در بر گذشت | چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوشِ من

شبنمی اما توانی سیلِ صحرائی شوی | قطرهٔ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست | انتظارت می کشد دل برکه شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی | باش درکارِ کسی تا کارفرمائی شوی
فیضِ خودداری چراغِ قطره را روشن کند | آبروئیت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش | نیست غیراز دردسر گر محفل آرائی شوی

مشاطه نیست محرم از حُسنِ روستائی | فرش است میرزائی زیر برهنه پائی
دلت پرمی طپد براختلاطِ صحبتِ دُنیا | مبادا بیخبر پیدا کنی زین قحبه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل | به مصطفیٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم | تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید | غافل چه نشستید شما هم هستم

حق است دگر چه تقریر کنم | این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت اللہ در شاہ جہان آباد روز دوشنبہ بیست و چہارم ذی القعدہ سنہ اثنتین واربعین ومأتہ والف (۱۱۴۲) واقع شد۔ ودر جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ مدفون گردید۔

جامع اوراق در وفات او قصیدۂ انشا کرد کہ ہر مصراعش تاریخ است ومطلع و حسن مطلع بیخواست ذو قافیتین اتفاق افتادہ۔ پارۂ ازان قصیدہ برنکتہ سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازہ عمّانِ الم ۱۱۴۲ اشک می ریزد بروی لوح مژگانِ قلم ۱۱۴۲

صفحۂ احوال ماتم سینۂ مجروح گل ۱۱۴۲ سنبلِ زلفِ بیان جعدِ پریشانِ صنم ۱۱۴۲

طائرِ آسودگی در سیر پروازِ فنا ۱۱۴۲ آہوِ ہامونِ طاقت برق ہمیزِ عدم ۱۱۴۲

چہرہ پردازِ ازل گویا بہامون برکشید ۱۱۴۲ یک قلم چون حلق بسمل چشم آہوی حرم ۱۱۴۲

شعلۂ اندوہ می بالد بہ صحنِ روزگار ۱۱۴۲ صبح محشر می زند از مطلعِ آفاق دم ۱۱۴۲

از حسابِ نوحۂ گیتی چہ می پرسی دگر ۱۱۴۲ بانگ آہی می کشاید پردۂ گوشِ اصم ۱۱۴۲

بیدلان در کہنہ عالم حلقۂ شیون زنند ۱۱۴۲ ہر یکی دارد ز سیلاب تحزن دیدہ نم ۱۱۴۲

لیکن از ادراک کامل سیّدِ شیرین بیان ۱۱۴۲ طرفہ بزمی قدسیان چیدند باہم در ارم ۱۱۴۲

شمع بزم اہل بیت و کوکبِ اوجِ صفا ۱۱۴۲ مطلعِ صبحِ ہدی ہم شاعرے نازک قلم ۱۱۴۲

عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان ۱۱۴۲ زبدۂ مشکل کشایانِ فصیحانِ عجم ۱۱۴۲

کلک آن دریای جوہر ابر نیسانِ بہار ۱۱۴۲ موجۂ سیل نزاکت زلف دل جوئی رقم ۱۱۴۲

زادۂ کلکش بود حرفِ طلسمِ رازِ حق ۱۱۴۲ نسخۂ دیوان او دارد بپایم جام جم ۱۱۴۲

(۱۲۷) فقیر۔ میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ

خلف الصدق میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی قدس سرہ السامی۔ مشاطۂ طبع

همایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید- و درین محفل برقع از روی پری زادانِ معانی می کشاید-

اکثر سایهٔ التفات بر سرِ سخنِ موزون می گسترد- و این خانه زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد- اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آه سردی بر نخاست — خانهٔ هستی ز پا افتاد گردی بر نخاست

در حضورِ شمع جان بی صرفه می سازد نثار — از نژادِ عشق چون پروانه مردی بر نخاست

از یار پیامِ دغلی را چه کند کس — این دُرِّ خوشابِ علی را چه کند کس

بلبل نسبان قدر شناسند چمن را — در باغ دماغِ جعلی را چه کند کس

قبای عقل که پودش غم است و تار افسوس — اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس

برون ز حلقهٔ زنقش قدم چگونه زنم — که پای همّتِ مارا گزید مار افسوس

صفای آینه از شست و شو نمی آید — علاج دل سیهی از وضو نمی آید

در وجودیم ولی رو به عدم می داریم — در گلو این رگِ جان رشتهٔ حب الوطن است

ز پرفشانیِ مرغانِ رُوح شد روشن — که در نشیمنِ تن راحتِ قفس هم نیست

دین و دل جان و تن ز دست همه — آه بر فرق او فدا چه می کنم

گرچه برجستم فقیر از دامِ سعیِ مال و جاه — احتیاجِ آب و نان آخر شکارم کرده است

بعد اتمام تذکره- میر نوازش علی شب دوشنبه نزدهم شعبان سنه سبع وستین ومائة والف (۱۱۶۷) به عالم قدس خرامید- و در جنب جد خود میر سید لطف الله قدس سرهٗ مدفون گردید- محرر اوراق گوید ؎

روشندلے سحر نفسے پاک گوهرے — واحسرتا که دامن ازین انجمن فشاند

دل واطبید و نالهٔ تاریخ وا کشید — پیر یگانه میر نوازش علی نماند

۱۱۶۷ھ

(۱۲۸) غریب سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہما اللہ تعالیٰ۔ تولّد او دوم شعبان سنہ خمس وثلثین ومائہ والف (۱۱۳۵) رو نمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب اخلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والاگہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ بجا آوردہ۔ و از آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ و بحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب است۔ و در سلیقۂ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانۂ حافظہ فراہم آوردہ۔ این چند بیت از وی آید ؎

بسکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است — ہمچو فانوسِ خیالی آسمان گردیدہ است

لعل با آن سرخیِ پا وزنِ پا سنگی نداشت — دل بہ میزانِ تأمل ہر دو را سنجیدہ است

بعد عمری آشنا شد دلبرِ نا مہربان — میتوان دانست قدرِ آشنا نہمیدہ است

بعد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری — چشم من در خود نگاہِ واپسین دزدیدہ است

کرد یادِ نگہِ شوخِ تو بیمار مرا — داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا

بسمل اُفتادہ ام از تیغ فراقش شاید — دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

دل نہ تنہا از سرِ کویِ بتان ناشاد رفت — آہ این مشتِ غبار من ہمہ بر باد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر — سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیالِ ہمکلامی با لبِ لعلش — بگوشِ خویش نامِ خود شنیدن آرزو دارم

دیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست — گفت این آہوز جولان در غبارِ خود گم است

آہ این برگشتگی از طالعِ من کی رود — من ز طفلی خوردہ ام در کاسۂ گرداب شیر

مردمِ چشمِ او دلِ ما را ہمچو زنبور نیشدار گزید

بیک دزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغن بادام شد ناتوانان را

چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

رباعی

شیطان چو درگاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود

گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد - غریب بیست و ہفتم جمادی الآخر سنہ تسع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید - مؤلف کتاب تاریخ تتمیہ گوید ؎

شاعرِ خوش گوی صوفی مشرب مُرد در عینِ جوانی یا نصیب

وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخِ وفاتش یا غریب

۵۴

۱۲ ۲۳
۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفےٰ بلگرامی قدس سرہٗ

بن سید عبد اللہ برادر زادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ - سحاب قلم در دامن بحر پیشین دُرر مناقب سامی ریختہ - و جوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ - درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبدار بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود - و نشۂ فقر و درویشی دوبالا داشت ہمواره بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد - و نعل و اژون زده شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد -

درسنه ست وثلثین ومأئة والف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دارالخلافه شاهجهان آباد زیر سایهٔ عنایت حضرت علامی میر عبدالجلیل بلگرامی جا داشت - مشارٌ الیه نیز دران ایام دران مقام به علاقه نوکری نواب **مبارز الملک سربلند خان تونی** وارد شد - و مثنوی ترجمان اسرار قیومی مولانا رومی قدس سرهٗ از خدمت حضرت علامی سند کرد -

دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبه **گجرات احمد آباد** از پیشگاه خلافت مفوض گردید مشارٌ الیه در رکاب نواب بآن دیار شتافت وچون حکومت گجرات از عزل نواب به راجه الٰہی سنگھ[1] مرزبان خطهٔ **مارواړ** مقرر شد - و با نواب و راجه صورت مخالفت رو نمود - و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد - مشارٌ الیه در آن معرکه جرعهٔ شهادت چشید - و در سلک اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ منتظم گردید - و این واقعه هشتم شهر ربیع الاول سنه ثلث واربعین ومأئة والف (۱۱۴۳) رو داد -

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شهدا در میدان یافتند الّا سید **غلام مصطفےٰ** که هر چند تفحص کردند اثری گل نکرد -

بچند روز پیش از شهادت رباعی گفته بود - و از حال آینده اخبار نموده - رباعی این است ؎

درخلوتِ ماورای ما یاری نیست — یعنی که به عرش و فرش اغیاری نیست
ما روح مجردیم ز آلایشِ مرگ — مارا به جنازه و کفن کاری نیست

سلیقهٔ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتاده - و دریاهای حقائق ومعارف برطرز مولانا سحابی استرآبادی از منبع طبعش جوشیده - الحق هر رباعیش چار موجه ایست از بحر عرفان - و ترانه ایست از پردهٔ لامکان - هر نکته اش تازیانهٔ دلهای آگاه است - و پرتوی از شعلهٔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ -

دیوان رباعیاتش مدون است - و مذاق فقرش از کلامش مبرهن ؎

[1] مآثر الامراء جلد سوم صـ۸۰۵ تذکرهٔ سربلند خان تونی -

جز دوست هرانچه هست اندیشهٔ ما — چون شعلهٔ آتش است در بیشهٔ ما
ما جام شراب نحن اقرب زده ایم — یعنی همه اوست در رگ و ریشهٔ ما

در عشق که فتح باب کردم همه را — سرمست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پرهائی دوئی — در نار یکی کباب کردم همه را

این هفت فلک که چون حجاب اند ترا — تا در نگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی ولی ز خود بیخبری — پانه به مه و خور که رکاب اند ترا

هان حال رجال را ببازی مطلب — نا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر — توحید حق از سخن طرازی مطلب

هر نشّه که هست از مِی ناب من است — جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رُتبهٔ عالِی من — چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را که نه عربّ و نه شرف درکار است — نی بحر و نه گوهر و صدف درکار است
در دیده ولی بهر شناسائی خویش — خاکِ قدمِ شاه نجف درکار است

این هستی من برون ز آب و خاک است — وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا — کین هیئت من کُنه وجود پاک است

من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست — از خویش گذشته نی بدو نی نیکو ست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام — کز روز ازل دریده ام چندین پوست

ای زنده تمام عالم از فیض دمت — خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد — سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشقِ ذاتیم صفاتی دگر است — بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم — افسانه نویس ممکناتی دگر است

از دیدن روی تو رسیدم در خود — یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صد شکر که از شوق تماشای رخت — چون برق طپیده آرمیدم در خود

هر کس در خود بهار و باغی دارد — در کلبهٔ تاریک چراغی دارد
تو غرّهٔ مشو که ماهیِ دریائی — غوکِ لبِ جوی هم دماغی دارد

زاهد که عبادتِ ریائی دارد — در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
هر چند که الله بگوید هر دم — والله که الله هوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند — بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند — چون در نگری خلیفهٔ شیطانند

هر کس خفاش آفتابش باشد — کی محو جمال بی نقابش باشد
زاهد طلبِ مقام تنزیه کند — غافل که همان عین حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد — یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشهٔ پر شراب با صد مستی — بر طاق بلند چیده می باید شد

وا رستهٔ دردها دوا را چه کند — بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جهان بال همارا چه کند — هر کس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل — نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصهٔ عشق پائی زاهد لنگ است — آری نرسد بجای احمد جبریل

در دهر که غول د رهبرِ خویش منم — یعنی که مقر و منکرِ خویش منم
هر چیز فتاده است زیرِ نگهم — یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم — بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار — چون دفتر وقت خویش را وا کردیم

بر مشت غبار خویش آبی زده ایم — یعنی که به بزم جان شرابی زده ایم
خفاش میا که بر درِ خانهٔ خود — هر جا گل میخ آفتابی زده ایم

وقت است که دل ز دہر بر کندہ کنیم　　چون لالہ و گل برین چمن خندہ کنیم
در خلوتِ خویش قحبۂ دُنیا را　　عریان ہمہ تن شویم و شرمندہ کنیم

بر دست بگیر، ہیچ من پیمانہ　　تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ
آن گل کہ دمیدہ بود بر بام سرا　　عمریست کہ چیدمش بصحنِ خانہ

عشق است کہ گاہ مہر باشد گہ ماہ　　ہان تا نشوی چو کور چشمان گمراہ
ہر چیز کہ تو طالب آن می باشی　　در صورتِ مطلوب تو آید اللہ

بشنو ای دل حقیقت پنہانی　　ایمان موقوف شد بر انسان دانی
ہر چند بصد سجدہ تو حق را خوانی　　تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی

ای آنکہ ترا ست نسبت پنہانی　　بیچون و چگون بحضرت سبحانی
از جسم چہ می روی بجان رو سویش　　کس سایۂ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی۔ سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفےٰ قدّس اللہ اسرارہما سیدی بود پاک نژاد۔ دست بہ دامن صلاح و تقویٰ زدہ۔ چاشنی گیر لذّت فقر و فنا لنگر بحر وقار و تمکین۔ مرید عم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ۔

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد۔ و مثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت۔ عدد رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد۔

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت و نبرد آزمائی لواء یکتائی می افراخت۔

چون ہنگامۂ احمد خان ابدالی در سنہ احدی وستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) از طرف قندھار بلند شد۔ و لاہور را غارت کرد۔ و محمد شاہ سلطان دہلی فرزند خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان۔ و نواب صفدر جنگ

ابوالمنصور خان و دیگر امراء عظام - برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود - میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدر جنگ بود - و در اثناء سفر به بیماری دردجگر مبتلا گردید - ناگزیر در سهرند توقف کرد - و چون شاهزاده از سهرند گذشته کنار دریای ستلج بر معبر ماچهی واره رسید - ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه بالا بالا داخل سهرند شد - و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی وستین ومأته والف (۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود - و هر که دست به شمشیر برد کشته شد - سید احمد جائیکه اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ بر شکم خورد - قضا و قدر از دردجگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد - و روز پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ روح او از قفس جسم پرواز داد - روز جمعه در همان حویلی مدفون گردید -

وچون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجّه جانب سهرند تافت - فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی - از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست وهشتم منه آتش حرب اشتعال داشت -

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمر الدین خان زیر خیمه نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گوله توپ از جانب مقابل رسید وکار تمام کرد - و راجه ایسر سنگه پسر جی سنگه سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از گذشته شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بملک خود پیش گرفتند - لشکر فیروزی با آنکه این دو رخنه عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد - و بمفهوم آیه کریمه الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ - بعد شکست نادرشاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه هند شد - تاریخ گوئی "فتح خدا ساز" تاریخ یافت -

۱۱۶۱ھ

وبعد یک ماه از فتح محمد شاه سلطان دہلی بیست وہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) برحمت حق پیوست وپائین مزار سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ ووزیر ونواب آصف جاہ کہ درہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آہ — موت شاہ و وزیر و آصف جاہ
۶ — ۱۱ ۶۷ ۶
۱۱ ۶۱

القصہ ہرگاہ فتنۂ جنگ فرو نشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ وبیرون لاہوری دروازہ شہر پناہ سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ درمقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

باقدر تو رفعت ہمہ پست آمد — ہشیار ز ہیبت تو ہر مست آمد
بیخود اُفتادہ ام بگیری دستم — ای آنکہ یدِ تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است — دانم کہ متاع کاسدِ بازار است
یا از دو جہان بساز اورا آزاد — یا پیش نظر دار اگر درکار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد — ور قلب بہ بازار تو باشد باشد
ہر چند سیاہ رو نباید این جا — گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود — او خود خلفِ آدمؑ و حوّاؑ نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود — عبد است اگر عفو خدارا نبود

نامند بنامہا خلائق مارا — چون فیل کہ ہست در گروہِ اعمیٰ

مارا نه مقیّد و نه مطلق خوانند امّا پیداست این صفتها از ما

امکان که تمام راز در جیب ویست مقصود ز یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ ویست
از غیب مراد این شهادت باشد ایمان آرش که سرّ لاریب ویست

گر من عوض بخشش خاصت یارب در حضرت تو شکر کنم نیست ادب
با تو نه برابری مرا می شاید شکر کرم خویش تو از خویش طلب

در عقل بسی حال بتر می باشد گه خوف و گهی رجا بسر می باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات اورا از خویش و نه از خدا خبر می باشد

در گفت و شنید اوست مشهور منم دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است می نوشد دیگری و مخمور منم

دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد برتست در یاد خودی اگر خدا یاد کنی

ای دل بسرت قسم که جانانه توئی سرمایهٔ هر عاقل و دیوانه توئی
با تست خدا و مصطفیٰ و هر چیز امروز امیر بزم این خانه توئی

مقبول اگر کنی مرا ور مردود نازم که مرا حضرت تو یاد نمود
معشوق به قهر گر بعاشق نگریست روزی کند از لطف هم اورا خوشنود

ای نام تو احمدست و روح تو احد یعنی که توئی باعث هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم محتاج دگر مکن چه از نیک و چه بد

ای احمد مصطفیٰ شفیع دو جهان بسپرد بدست تو مرا خالق جان
الحال بدست تست کار و بارم مختار توئی هر چه بخواهی کن آن

از عین علی ذات خدا شد خوشنود آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصل آدم اورا ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حُبِّ علی زجان ودل بر یابی　　وز ہر دو جہان رتبۂ برتر یابی
حق رمز زعین ولی چنین می فرماید　　کز لفظ علی ذات مرا در یابی

(۱۳۱) فرد - سید اسد اللہ بلگرامی

برادر زادۂ حقیقی سیّد غلام مصطفےٰ و دختر زادۂ حقیقی سید العارفین میر سیّد لُطف اللہ و مرید آن خدا آگاہ است قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ

ولادت او در ہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۴) رو نمود۔ بہ صفائی ذہن سلیم و ذکای طبع مستقیم ممتاز بود۔ و بدقائق سخن خوب می رسید و نثر خوب می نوشت۔ و چاشنی تصوف بلند داشت و از ہمنشینان راقم الحروف است۔

حیف کہ در عین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید۔ و شب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید۔ محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلّہ میدان پورہ بر کنار مقابر اسلافش واقع شدہ۔

این چند بیت از مسودات او بدست آمد ؎

شب کہ آن ماہِ جہان افروز رخصت خواہ شد　　آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد

نگاہِ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می اُفتم　　نریزد آبروی من اگر بر خاک می اُفتم
سر شکِ طفل طبعم شوخ چشمی در بغل دارم　　نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می اُفتم

بہ پایش بوسہ زد رنگِ حنا سرخی دو بالا شد　　دلم خون شد ز حسرت این عجب ہنگامہ بر پا شد

نہ ہر کہ تاج بہ تارک زند سری داند　　نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند

دلاوران صفِ عشق کشتهٔ خویش اند — نه هر که تیغ به بندد سپهگری داند
کسیکه دولتِ اقلیم نیستی دریافت — شکست آئینهٔ دل سکندری داند
چو سرو هر که بآزادگی قدم افشرد — بزیر بار تعلق شدن خری داند
جهاد نفس بود کار شیر مردان فرد — نه هر که صف شکند او بهادری داند

بود بعالم تجرید ما لباس دگر — بریدن از دو جهان است قطع جامهٔ ما

عروس مقصدم مشاطگی را از خدا خواهد — وگرنه این حیا پرورد کس محرم نمی داند

(۱۳۲) سیّد عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادر زادهٔ حقیقی سید غلام مصطفےٰ ست قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

تولّد او شب چهارشنبه هشتم ذی القعده سنه ثلث عشر و مأته و الف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وقوف به تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاهی خود هم سخن موزون می نمود۔ و در فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچهٔ تصوف رایت بلندی می افراشت۔ معهذا در وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در بیشهٔ پُردلی نی در ناخن شکنِ شیران۔

او اخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی که نواب وزیر را با افاغنه[1] بیست و دوم شوال سنه ثلث وستین و مأته و الف (۱۱۶۳) مابین بتیالی و سهاور صورت گرفت میر عظیم الدین و میر غلام نبی که ذکرش نگارش یافت۔ در عرصهٔ کارزار تلف گردیدند۔ و جز داغ حسرت لاله اثری ازین

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحه ۳۰۶ مطبوعهٔ کلکته۔

زمین گل نکرد- راقم الحروف گوید ؎

میر عظیم الدین والا گہر — زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی — در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان سرِ جان گذشت — در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان — رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود — سال وفاتش "ہمہ فوز عظیم" ۱۲۱۱ھ

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی[1] پیش او خواندہ شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود — گردران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد- در ہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود- فوراً بیت مذکور خواندم- تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد- گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شمارا پسند اُفتاد-

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیرابم ہنوز — آتشم اما چو صہبا عالمِ آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را ببین — در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را ببین
خواب و بیداریِ چشمِ تو عجب معجونی است — بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثرِ لبت — یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب- سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفےٰ مذکور قدس سرہ- جوانی بود صاحب السیف والقلم

[1] نتائج الافکار صفحہ ۲۶۶، مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء-

درصف بزم ورزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہردار حسن بیان - مدسنانش بسماء صفحہ میدان - بارہا درمعارک صفہا شکست و بزنجیر جوہر فولاد پایِ تہمتنان بربست

درریعان تمیز میل سخن بہم رساند - ودواوین سخن سنجانِ نوو کہن را ئیر کرد و باخوشگویان عصر مثل شیخ عبد الرضا متین صفاہانی و آقا عبد العلی تحسین ملاقات نمود -

ودرعالم نوکر پیشگی بصوب بنگالہ رفت و ازانجا برگشتہ درسلک نوکروزیر الممالک صفدر جنگ درآمد - وچون نواب وزیر کرت ثالث لشکر برسر افاغنہ کشید - وافاغنہ دردامن کوہ مداریہ کہ شعبہ ایست ازکوہ سوالک پناہ گرفتہ مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - درایام جنگ بیست وہفتم صفر سنہ خمس وستین و مأتہ والف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی درباخت - حیف کہ این چنین جوان قابل وفرد کامل درعین شباب ازدست روزگار رضائع شد - و واماندگان را داغی کہ علاج پذیر نیست بردل نشاند - محرر سطور گوید ؎

درفنِ سخن بلند تقریر محب — درمعرکہ آبروی شمشیر محب

تاریخ وفاتِ اوزدل پرسیدم — فرمود "بہشت محفل میر محب"

۱۱۶۵ھ

شجاعت ارث خاندان اوست - واکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیدہ اند وگلگونۂ شہادت بررو مالیدہ - ازانہا جمعی کہ بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوہ نمودند -

چند بیت از محب برمحبان سخن ملتمس می شود ؎

دل ازمژگان وخالِ پشت چشم اوحذر دارد — کہ ترکِ چشم او مستانہ شمشیر و سپر دارد

بہ بزم می پرستی عشرتِ رندانہ شب کردم — نقابِ شیشہ وا ازچہرۂ بنت العنب کردم

زفیض نیست برون سیر بینوائی ما — بہ فرق خار نہد گل برہنہ پائی ما

بسکه از دیوانگی باشد بسامان کار ما — سنگ طفلان گل زند در گوشهٔ دستار ما

زسبزه بر رُخِ او کرد گل بهارِ دگر — به پای دل زسرِ نو خلید خارِ دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش — دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر

قدم برون نگذارم ز آستانهٔ خویش — شدم چو جوهرِ آئینه نقش خانهٔ خویش

زمن نگار بایماء پیام گفت و نگفت — بسینه دست نهاد و سلام گفت و نگفت
مقام صید دلِ خود زیار پرسیدم — نمود کاکل پر حلقه دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگه را بدست مردم چشم — به عاشقان جهان قتل عام گفت و نگفت
خط صحیح برآورد خواجهٔ حسنش — مرا ز بنده نوازی غلام گفت و نگفت
ببین که ساقیِ کوثر محب صادق را — اشاره کرد سوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم نیاز آمدهٔ — آفرین باد که پروانه نواز آمدهٔ
غیر محراب دو ابروی بتان سجده مکن — عشقبازانه اگر بهر نماز آمدهٔ
جرسِ شوق درین دشت بجنبان از دل — گر تو با قافلهٔ عجز و نیاز آمدهٔ
قصهٔ شوق مکن در شبِ هجران کوتاه — اگر ای شانه ازان زلف دراز آمدهٔ
هیچ جز وصف علی نیست بشعرِ تو محب — آفرین باد که خوش مدح طراز آمدهٔ

(۱۳۴) قابل ـ سید عبد الله بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلّهٔ میدان پوره ـ پیشتر در طبقهٔ فضلا ممتاز است و حالا در گروه شعرا بی انباز ـ

تخلص او اسمی با مسمی بود ـ و در فضل و کمال و تحریر هفت قلم و فنون سپاهگری و ورزش اسلحه و اکثر صناعات اهل حرفت وقوف عالی داشت ـ و در صفت کبری مشارٌ الیه انامل می زیست ـ

همواره روزگار رقمین اعتبار گذرانید و بیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد - و بخدمت عدالت معسکری پرداخت -

وچون کرت اولی سربلند خان در سنه اربع وعشرین ومأئة والف (۱۱۲۴) ناظم صوبهٔ گجرات احمد آباد شد - سیّد عبد الله را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود - سیّد با ارباب وظائف سلوک پسندیده کرد - وغربا وضعفارا باحسان نواخت

آخر الامر در دار الخلافه شاهجهان آباد بیماری استسقا عارض شد - بهمان حالت به بلگرام آمد - وبعد چندی موافق سنه اثنتین وثلثین ومأئة والف (۱۱۳۲) جان بجهان آفرین سپرد - وسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلهٔ خود مدفون گردید

بعد انتقال آن مرحوم کتابخانهٔ او شیرازه جمعیت گسیخت - واشعارش بتاراج حوادث رفت - همین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمه اثر کرد ضعف طالع من که بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمه اب والانسب او نظر پرورده لطف الهی سیّد محمد اشرف درگاهی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت -

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف وذهن شریف بود - وسراپا به حلیهٔ مکارم اخلاق وجلائل اوصاف آراستگی داشت - اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید وعطر خلق محمدی از گل عنصرش می تراوید -

شعر بزبان فارسی وهندی می گفت - وجواهر زواهر بمثقب اندیشه می سفت سخن شیرینش به گلوسوزی نبات است - وشعر آبدارش به گوارائی آب حیات

از یاران میر عظمت الله بیخبر بود - ونسبت به فقیر شفقت فراوان می فرمود -

ایّامیکه والد ماجد او سیّد محمّد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دارالسلطنه لاهور می پرداخت اورا با کفار آن نواحی جنگ رو نمود- میر عبدالواحد در معرکه جُرعهٔ شهادت چشید- و همانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید- و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع وثلثین ومأته والف (۱۱۳۴) واقع شد- عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود-

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه برآورده ؎

میر عبدالواحدِ شیرین سخن — از زبانش آب حیوان می چکید
سیّدِ والا گهر صاحب هُنر — تا ثریّا نظم و نثرِ او رسید
والدِ او حاکمِ راهون شُد — در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش — آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد — از شهادت جُرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود — لفظ ذوقی هم تخلص بر گزید
چون که واحد رفت سالِ رحلتش — کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵
۱۱۳۴

صیّاد فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد- برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما — صد رنگ نازرا به کمین دیده ایم ما

گر بود ره یک قدم بی رهنما دور است دور — بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست

سوختم در آرزویش کاش ای صورتگران — گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگه زدل شکستنِ بلبل نۂ ہنوز　　طرفِ کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ
عمریست در رُخِ تو تماشائی خودیم　　آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین
نباشد از گدازِ دل محبت نامہ ام خالی　　چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا
آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پُرسوز خویش　　گر سمندر نیستی مکشای مکتوبِ مرا
نیستم محتاجِ خضر از فیضِ سوزِ خویشتن　　اخگرم خاکسترِ خویشیم بہ از آبِ بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی　　زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی
اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی　　از خنجرِ انفعال بسمل باشی

و او را نسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در خاتمہ نکات شیرین آوردہ - و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند - و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد - برخی ازان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ - در خطبہ این نسخہ گوید :-

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت باشیرینی سببی و واسطۂ

"مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر　　کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر
"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند　　کہ انداخت در گردنِ جان کمند
"بحلوای تر آن فرح بخش جان　　بمقراضی آن غم تراشِ جہان
"بہ پُرمغزیِ پستۂ خندہ رو　　کہ چون سبز ہند است زیبندہ رو
"بآن نرمیِ مجلۂ بلگرام　　کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام
"ندارم سرِ ننگ باور کنید　　کہ دارم ازو ننگ باور کنید

" به تریاک هم نیستم آشنا — هم از تهمتِ کو کنارم رها
" کنون به که تمهید کمتر کنم — غزل خوانیِ مدعا سر کنم

(آنانکه پرده از رُخِ لوزینه وا کنند — آیا بود تواضعِ صحنی بما کنند
نان از تنور بهر مُربّا جدا شداست — لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کار خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست — اهمال در تناولِ فرنی چرا کنند)

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید — پنهان ز چشم بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش برکشیده اید — بارِ دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را — بر کام دل ز محنتِ زندان رها کنید
آورده ام برای شما شربتِ انار — نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطرِ شما ز اناناس خوش نشد — چون ذوقی از شریفه و ترنج غذا کنید

(شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر — چشمم نشدی سیر مزعفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت — یاری دهِ او روغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من — با شیر و شکر حُبِّ پیمبر نشدی گر
حلوا نفرودی به دماغ این همه قوّت — ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر)

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش — ریزهٔ قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدحِ بلور کن شربتِ قند با گلاب — چمچه بزن دران میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیدهٔ دلفریب را گرچه ثقیل گفته اند — لیک ندارد زیان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهد انبه ام بکف گر فتد از کمالِ شوق — بوسه دهم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پُر از مزعفر و کاسه پُر از برنج و شیر — خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش
مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا — خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش

نه تنها دل ز ذوقِ برفیم بیتاب می گردد — که از یادِ زلابی محو پیچ و تاب می گردد

ببین بسوی چپاتی بدیدۂ انصاف — که بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسمِ برسات اوله و بوندی است — وگرنه این همه تمهید برق و باران چیست

چرا نه نیشکر از خرمیِ نخود بالد — که آل او همه مقبول آمد و منظور
در تمنای ملاقات شکرای ذوقی — آب گردید دلِ شیر بافت سوگند

(۱۳۶) ایما-بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبدالواحد ذوقی بلگرامی-گل سرسبد چمن استعداد بود- ونهال سربلند قابلیت خداداد- مصوّر ازل حسن صورت را با حسن سیرت آمیخته- ورنگ حیرت در دیدۂ تماشائیان ریخته-

در صغرسن مصحف مجید را از بر کرد- ودر پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و هندی را فراهم آورد- شعلۂ آوازش دل سنگ می گداخت- وحسن قراءتش ایمان سامعه را تازه می ساخت-

از انجاکه کسب هوای زندگانی وتحصیل اسباب کامرانی مقتضای عهد شباب است درعنفوان عمر از وطن مالوف بر آمده شاهزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت نمود وبه منصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاهی دران وقت نوکر شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت- وشاه عالم از کابل و محمد اعظم شاه از دکن بداعیۂ محاربه شتافتند- ودر میدان دهولپور برمسافت دوازده کروه از اکبرآباد تلاقی فئتین رو نمود- ومحمد اعظم شاه درمعرکه نقد زندگانی درباخت ونسیم ظفر بر پرچم الویۂ شاه عالم وزید- بعد فراغ جنگ سید محمد حسن که جوان نازنین بود وسلاح در بر داشت- تاب حرارت هوا نیاورده به خیمۂ خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازه دھول پور دفن ساختند-

چون راه آمد و شد واشد سید درگاهی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بیطاقتیها کرد فائده نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شهر ربیع الاول واقع شد- سیّد محمد حسن بیست و یکم ماه مذکور سنه تسع عشر و مأته والف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیه کریمه "اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامهٔ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار رحالت یعقوبی سیّد محمد اشرف درگاهی تحریر نموده

این چند بیت تذکرهٔ ایماست ؎

جمالش بسکه در بزم تخیل جلوه پیرا شد — سویدای دلم چون مردمک محوِ تماشا شد

مرکز گردشِ ما نیست بغیر از دلِ ما — محمل ما دلِ ما ہم دلِ ما منزلِ ما

وصفِ تو اگر بر لبِ دریا گذر آرد — از گوش صدف پنبهٔ گوہر بدر آمد

مگر در یاد ماہِ من ز بلبل ناله می خیزد — که مدِ شاخ گلها در چمن چون ہاله می خیزد

انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام — وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است

کشادِ کارم از جمعیتِ خاطر نمی آید — نشد چون غنچه بی چاکِ گریبان فتحِ بابِ من

رسید قاصد و واشد گره ز غنچهٔ دل — ہوای بال کبوتر نسیم باغ من است

ز تمکینِ تو ای ظالم فغانم جوششے دارد — سکوتِ گل زند ناخن دلِ مسکین بلبل را

نیاز و ناز را بایکدگر خوش جلوه می بخشد — درا ہیهای دست از من ازو دامن کشیده ها

(۱۳۷) آگاه- سید علی رضا سلمہ اللہ تعالے

خلف الصدق میر عبد الواحد ذوقی مذکور- ہمعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحکم ارث گلدستهٔ اخلاق حمیده و نسخهٔ جامع اوصاف پسندیده -
کتب مختصرات درسی تحصیل نموده و در فارسی استعداد شایسته بهم رسانده - بدقائق
شعر خوب می رسد - وگاهی خود هم فکری کند - این رباعی زادهٔ فکر اوست ؎

ہرچند بود ضمیر پاکت روشن — بی راہبری گام درین راه مزن
پیداست که شمع پیش پای خود را — بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف - محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ که ذکر شریفش در دفتر
اولیاء الله گذارش یافت -

تولّد محمد عارف روز جمعه نهم ذی القعده سنه اثنتین وعشرین ومأئة والف
(۱۱۲۲) دست داد - جوانی است سنجیده - وعندلیبی است نورسیده - اول شخصی
از دودمان مخدوم رُکن الدین که چراغ سخن افروخت - وطرز موزونی از مبدء فیاض
آموخت - اوست

از عنفوان شعور به گلگشت کوچهٔ سخن خرامید - ودر فن فارسی وہندی کمالی بهم
رسانید سیما شعر ہندی که این فن را خوب ورزیده وغزالان تازه در دام کشیده -
برخی از سبزان ہند در فصل ثانی نقاب از رُخ می کشایند -

با فقیر محبّت تمام دارد - وہمیشه به نامه و پیام مرہمی بر دلِ ریش می گذارد -
این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گر مِی محفلِ من از رخِ صہبا باشد — رشتهٔ شمع من از پنبهٔ مینا باشد
قطع این راه توان کرد بیک قطع نظر — خار پایت مژهٔ دیدهٔ بینا باشد
بسکه نیرنگی حسنت بنظر جلوه نمود — مژهٔ من پرِ طاؤس تماشا باشد

نیست معلوم کہ چشمِ زخم من چون می پرد　　شاید از مژگان او آمد پیامِ بوسۂ

مشو برای کباب بآتشی محتاج　　چو سنگ از جگرِ خویشتن شرار طلب

چون صریرِ خامہ نبود نالہ ام را آفتی　　سرمہ می سازد بلند آواز فریادِ مرا

رباعی

ختم آمدہ منشور ولایت بر تو　　انجام صحیفۂ ہدایت بر تو

تعقیب خلافتِ تو بر جا باشد　　چون ہست مدار ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چہ کار یادِ تو بخیر　　رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر

در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی　　ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید کہ ما خدائیم ہمہ　　زاہد گوید کہ با خدائیم ہمہ

این ہر دو بکار خویش ضدی دارند　　مائیم خدا و با خدائیم ہمہ

(۱۳۹) صانع۔ نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولّد اوست۔ مطابق سنہ تسع وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی مہذب ومؤدب۔ در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت۔ و در خدمت میر نوازش علی سلّمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت۔

مشق سخن از خدمت میر می کند۔ وطبع سلیم وذہن مستقیم دارد۔ و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد۔ ولآئی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست۔ ایزد سبحانہ عمرش بیفزاید۔ و پایۂ سخنش را ترقیہا کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی بہ پرکاری کشید　　چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید

توان زائل نمود از بخت عاشق تیرہ رنگی را　　کند گر صنعتِ مشاطہ زیبا روی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر حشمت — مگر دادند اعجاز مسیحا این فرنگی را

داغ احسان بزنتا بد همتِ والای ما — از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما

هرگز از دورِ فلک عشرت نصیبِ ما نشد — سرکه شد از شور بختی باده در مینای ما

در جهان امروز از بس قدر اهل زر بود — می زند پهلو به عیسی هر که صاحب خر بود

گرد کین از جانبِ ما بسکه در دلها نشست — در میان ما و یاران سدِّ اسکندر بود

در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا — می شمارم آفرین هر کس کند نفرین مرا

در بهارستانِ غفلت ایمن از غارتگرم — غنچهٔ تصویرم و نبود غمِ گلچین مرا

بسکه هر شب سبزهٔ خطِّ تو می بینم بخواب — سبز همچون بال طوطی شد پرِ بالین مرا

میپوش چشم خود از روی نوخطان زاهد — کسی که منکرِ مصحف بود مسلمان نیست

هیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم — گر زنی نغمه گرفتند شکر بخشیدند

آنچه باید در خورِ هر شخص سامان می کند — دخترِ رز را بود گهواره از پیمانها

تنگ چشمان را ز دولت خشت افزون می شود — مشت بر بند و صدف هر گه گهر آید بدست

شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان — شد مرا این نکته روشن از لبِ خندانِ برق

نامِ آبا روشن از فرزند صاحب جوهر است — حرمتِ دیگر به عالم از گهر دارد محیط

اهل همت را چه باک از خصمیِ بد گوهران — سنگ نتواند کسی بر شیشهٔ گردون زدن

به مستی داد جانان وعدهٔ یک بوسه ام صانع — چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار بر گردد

از هجوم داغ ناپیداست دل در سینه ام — در سوادِ خویشتن این شهر پنهان گشته است

چرا از عشق خود آگاه کردمش صانع — اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور[1] - شیخ محمد صدیق بلگرامی

پدرش قاضی احسان الله امروز به منصب قضاء شهر قیام دارد. سخنور کلام الله

[1] نتائج الافکار صفحه ۲۲۴۔

را از بر کرد و مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایهٔ تربیت میر نوازش علی می کند و فکری صحیح دارد - ازوست ؎

تا به گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود | بر سرِ قمری چه آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایهٔ ناز آن سپاهی پیشه را | آنچه از جنسِ نیازِ من بغارت می رود

بی دماغانِ جنون از فکرِ صحرا فارغ اند | از خراب آباد دل طرحِ بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچه لب بلبل ز شرم | زیر بالِ خود کند چون بیضه پنهان غنچه را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواهرزادهٔ قاضی احسان الله مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاهی فکر شعر می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - ازوست ؎

از بسکه سودم از سرِ افسوس کف بهم | دستم رساند آبلها چون صدف بهم
ز سنگهای جفا مشکن ای پری پیکر | ترحمی که ترا منزل است شیشهٔ دل

(۱۴۲) وامق - نوازمحی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بود و امق ذهن درستی دارد - و با کُتب درسی اشتغال نموده جیثیتے بهم رسانده و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند - ازوست ؎

گر به بینی تو مرا بر سرِ راهی گاهی | چه شود گر بنوازی بنگاهی گاهی
بسکه در ماندهٔ هجرم ز خدا می خواهم | وصل هر روزه اگر نیست بماهی گاهی
یاد روزی که گزر داشت به کویش وامق | بود با او نظرِ لطفِ تو گاهی گاهی

بسکه حیرانِ تماشایِ تو گردیدم نماند | در چراغِ دیده ام چون دیدهٔ بسمل فروغ

(۱۴۳) محزون - سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت - جوان شایستہ است - اکثر بہ دواوین و کتب فارسی وارسیدہ و اخذ آداب و مشق سخن از میر نوازش علی نمودہ - ازو می آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم　　عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ نا اُمید مکن　　کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین　　مددِ ذوالفقار می خواہم
با گناہِ زحد فزون محزون　　رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم　　خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نوبہار فصل اول بہ مراد رسید - و دل و دیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید - قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت - و زبان آتشین گفتار شمعہا گیراند تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت - اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند - و تاریخ اختتام بہ عرض موزنان نکتہ سنج می رساند ؎

زنوکِ کلک من نقشے تراوید　　کز و تصویر حیرانی است بہزاد

اگر تاریخ این تالیف پرسند　　بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاهُمُ اللّٰهُ بِجَائِزَةِ الْخَيْرِ من ہیچدان بازبان عربی و فارسی و ہندی آشنایم - و از ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم - در عربی و فارسی عمرہا مشق سخن کردم و نورسان معانی را در آغوش فکر پروردم - مشق سخن ہندی ہر چند اتفاق نیفتاد - و فرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد - امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظی وافر است - و

ذائقہ را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی متکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشہ چکانیدہ اند۔ و شیوۂ نازک خیالی را بہ اعلی مراتب رسانیدہ۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکہ در فن "نایکا بہید" قدم سحر سازی پیش می گذارند۔ کسی کہ زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیدہ۔ و با سفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیدہ۔ بہ تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ و سجل دعوی خاکسار را بہ مُہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوہ نمودہ اند۔ و دماغہا را بہ رائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزودہ۔ لہٰذا فصل این جماعہ علیحدہ بہ تحریر رسید و شمامۂ معطری بہ دست بوشناسان حوالہ گردید۔

(۱) شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرۂ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر پادشاہ عمدگی و اعتبار داشتہ اند و لوای فوقیت بر افراشتہ۔

شیخ شاہ محمد دران عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکتہ سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ و سخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آوردہ اند کہ در سرزمین ریپری چندوار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود بہ عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد در سواد آن دیہ دُختری صاحب جمال را دید کہ سرگین گاو را پاچہ می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت کہ آن را در ہندی

"نایت" گویند- و ابریشم سیاه دران تعبیه کنند-

شیخ شاه محمد اشاره بآن زیور کرده گفت :-

"چه خوب بھنور بر کنول نشسته است"

بھنور زنبور سیاه و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاه را به زنبور و دست را به نیلوفر سُرخ تشبیه داد که در موزونان ہند مستعمل است- و عشق زنبور سیاه بر نیلوفر نیز نزد نکته سنجان ہند مقرر چنانچه عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو نزد اہل فرس -

چنپا بزبان شکستگی جواب داد که :-

"بھنور نیست گوبرونده است"

یعنی جعل که در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاه محمدؒ ازین جواب محظوظ شُد- و لطافت طبع او را دریافت - و او را بر اسپ گرفته در ربود- و بخانه آورده تربیت کرد- و او در نظم ہندی قائق و در لطافت و ظرافت و بدیہه گوئی یگانه بر آمد تا بحدی که در نظم ہندی از شیخ شاه محمد سبقت برد-

دوہا ذراوان در سوال و جواب شیخ شاه محمد و چنپا بین الجمهور مشهور است- اکثر سوال از شیخ شاه محمد و جواب از چنپا است- و این دلیل افزونی قدرت چنپا است که سوال را فی البدیہه جواب بہم می رساند-

روزی شیخ شاه محمد و چنپا بر کنار دریائے نشسته بودند-

شیخ شاه محمد مصراعی گفت :-

"دھوم جو او تہت ترنگ مون یه اچرج مم آه"

چنپا فی البدیہه پیش مصراع بہم رساند :-

"اونل روپ کوُ کامنی مجّن کر گئی ساه"

شبی در ایام برشکال کرم شب تاب در ہوا می رفت-

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کیتھ اورین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہً جواب داد :-

"من متھ باری دیٹھ بن پیہ تیہ کہو جت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد- چنپا چشم پر آب کرد- چنانچہ از نرم دلی رسم زنان ہنود است-

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت-

"کم درگ ڈہری سنار مم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینہین نین پکہار ملن ہنتی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد- و اکثر اوقات در شعر بمدح افیون می پرداخت- و چنپا قدح افیون می کرد- روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا پیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل تھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے
چنپا دی پر ہٹائے یہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد
ہون تہہ پہونچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمدؒ در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا از ین عالم انتقال نمود- از منظومات او چند نسخہ متداول است-

برخی از نتائج طبع او سمت تحریر می یابد ؎

کچھپ دشت اور کونج من سہج پریواہنت
بہرنکی ہوئی کہت سنچری تب بہینتی بہگونت

کیچ چھوٹی تیہ سیس سون بب کیچ رہی اتنگ
مانھہ کچن کلس تین امرت پیوت بہونگ

پہپ ترا ین چہرنس مانگ نک گج راہ
بدن چندن دیکھت ام کر بہو لو ساہ

اِل مالا بپن گیئن آہ کل دری پتار
مرگ مد کرنن کو چھوئی برن پاس تو یار

تل بنکٹ بہر کٹی ملن سوسو بہاجیہ جاگ
ادہر دہنک منون نرکہہ کی پانک پسارت کاک

میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکہہ اپمان لک
جگ بیتی نہچت سچت بہیو نہ مکھ سمک

تو مکھ پانپ امیہ ندہ دیکھت نیت نہ کات
نین بچترا کہت بب پیوت ہون نہ اگہات

پریتم نین ترنگ چڈہ چہانہہ جو میلت آئی
من پارا گہٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی

مرگ نینی مرگ راج کٹ مرگ باہن مکہہ جاہ
مرگ انگ مرگ مدنلک مرگ دیکھت سرتاہ

این سہ دوہا از چنپا نوشتہ مے شود ؎

ساہا اِنک دن یون ہنتے چتون کہنچی اکاس
بہیو کہٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سردسس کرپا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤ الدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤ الدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود ممتاز و مکرم می زیست۔ وصفت مروت و سخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت و ہمواره خلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی و لطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم و نثر بہم رساند۔ و این فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سر آمد بر آمد۔ و کتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔

آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت و بہاکا کسب نمود۔ و مہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم نادو تال و سنگیت سازیکتائی نواخت۔ و محقق و مدقق این فن و نایک وقت شد۔ ازینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندر کا دوم مدہنایک سنگار۔

ماہران فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشهای او مشهور است۔ وخوانندها در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اهل هند۔ و در کلام میرزا صائب گوش گرفتن بر سبیل تعظیم بنظر درآمد ازینجا مستفاد می شود که در اهل ولایت هم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید ؎

آتش نفسان گوش به تعظیم بگیرند ہر جا که منِ سوختہ را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش به استماع آن در مقام مستی و حیرت فرومی ماندند۔ تا به انسان چه رسد۔

اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعہ فرمود که وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی که ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد که از نایکان پیشین تصرفها به عالم ظهور رسیده که برز بانها دائر است درین ایام که قحط باران و کار خلق خدا تباه است اگر توانند تصرفی به ظهور رسانند۔ و به فریاد خلائق برسند۔ فرمود بنده عاجز است و توانای مطلق جل شانہٗ بر همه چیز قادر۔ وصندلی طلبیده در صحن دیوان خانۂ سید محمد فیض گذاشت و بر صندلی نشست۔ و راگ میکهر خواندن گرفت تا آن زمان که مقداری از ابر تنک پیدا شد و حال آنکه بقول مشهور "ما فی السماء قدر راحة سحابا" ابری بقدر کفِ دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد که خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ و برای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان که ابر پهن شد و اطراف آسمان را فرو گرفت و آن مقدار باران بارید که روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتها کرد و خلائق به دعاء خیر ترزبان گردیدند۔

سیدرا با هندو دختری سندر نام عشق بهم رسید۔ دختر نیز به جذب عشق کامل دل ازدست داد۔ رفته رفته راز گل کرد۔ قوم دختر به پرخاش برخاستند۔ ازانجا که سررشتۂ

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد بُردو زیور اسلام پوشانیدہ درحبالۂ نکاح درآورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید بتقدیم رساند

بعد چندی شورش ہندوان فرو نشست۔ وسید بہ وطن اصلی معاودت فرمود وسالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ وغرۂ رمضان المبارک سنہ تسع وتسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت از و بقلم می آید:۔

—: سکیا برن :—

سنگ لاگی ڈولت مکر سر ساکرن چتون پان کو چر تر کا ہو چتیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ایکدہ ہسن ادہرن ہیت ہتیو
اوکت ہوت نہ سریر کنتی سار چھیر کنت مکھ کہتا کو کنھن کہو کہہ تیو
روس ہون سورس ال سنپت نلن جیین دیوس مکھ دیکھ کہنسار کانتہی رتیو

—: سکلا ابھارکا :—

چند ادی چلی چند مکھی تن گورہ چندن کہو رن کہو رین
دونیہ جوت بڈہی چت جونھہ مانو پای مینکہہ کو رین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندہن جو رین
ہاتھ لیین سر پنچن کون سو کیو سر پنچ پر پنچھ تو رین

—: نین برنن :—

کاری کجراری اُنیاری جگ موہنی کون تن نیچ تاری ات ترل تریری ہین

جیسی مین ساوک جاوک جل پہرین پہرکین سوکیسہون رہت نہ گہیری ہین
لال مدہنا یک سومیر ومن موہنی کوں پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالوکی سد ہارسو بہا مہا اوہکارایسی مین کی کہلونان کدہون نین پیاری تیری ہین

—:چکھ برنن گھونگھٹ مین:—

جو چترانن چت چدہی نہ بدہی بدہ بیدن گرنتھ نہ گائی
بہار تھی بہوری کری بہرمین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تکہہ جوت جگی نہ تہکی مدہنا یک گھونگھٹ چنچل تائی
جہین دوکول چہبی جہلکی اپچھ براجت اچھ رجہائی

—:چند کی سیامتا برنن:—

کوٗکہی چندکی مرکنک انک دیکہیت کوٗکہی چہایا چہت بہوتل پرکاس کی
کوٗکہی اندہکار پیوہی سو دیکہیت کوٗکہی کالمان کلنک انیاس کی
مدھہ کہی ساہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بہامان کانہ کی بلاس کی
تادن تین چہاتی چہید پری ہین چہپاکر کی وار پار دیکہیت نیلتا اکاس کی

(۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است کہ ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سیدوارہ است ونسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ از علماء عہد خود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نیک طینتی شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاهی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

هنگامی که هندول بیانه در علاقهٔ نواب مرتضیٰ خان در آمد- زمینداران قطاع الطریق نلوهای پادشاهی را از دست قاصدان بغارت بردند- نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکه سرکشان به تمرد و جرئت مشهور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند- دیوان سید بهیکه این معنی را از چهرهٔ نواب دریافت- و با برادران خود سوار شده بر سر مفسدان رفت- و به ضرب شمشیر راجهٔ آن ضلع را با اهل و عیال دستگیر کرده پیش نواب آورد- و نلوها مسلم بدست آمد- نواب مرتضی خان نلوها را به حضور خلدمکان فرستاد- و تردد دیوان سید بهیکه معروض داشت- دیوان مورد تحسین و آفرین شد-

دیوان تا سنه ۳۱ و یک سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری به حکومت سیونده وغیره محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبهٔ اوده قیام داشت-

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکوره به نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید- و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطه آنکه نقش میر سید بهیکه از مدتی دران الکه خوب نشسته بود- به آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود-

قضارا بعد یک ماه ازین قضیه نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان که در آن ایام حکومت خطهٔ بیسواره داشت برای محاسبه پنج سوار از کچهری خیر اندیش خان دیوان لکهنؤ به احضار میر سید بهیکه تعین نمود- سید ضیاء الله بلگرامی که در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید در ینجا ثبت می کنم کہ شمۂ حوال میر از ان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :۔

"از ان مدت کہ تشریف شریف باین ملک اتفاق اُفتاد ۔ چون حقیقت سکنہ این دیار از دارد
"وصادر بسمع شریف رسیدہ باشد و می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار وقائع بلگرام تکرار پرداخت
"در دسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
"حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از مشاہیر کبار این دیار است
"یقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن بزرگ بعد از آنی کہ بچل سالگی رسید از وطن برآمدہ
"مدت پنجاہ سال در خدمت اُمرا و ملوک گذراندہ حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
"کہ مدار علیہ ہر سرکار و صاحب اختیار ہر کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل کہ سال
"وی بہ نود (۹۰) کشیدہ و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کار بی آنکہ آمدہ بوطن
"نشیند نیافت۔ مرتضیٰ خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
"خود را بر قصد سید مقدم داشت ۔ چون الحاحی بغایت کرد۔ انکار سید پیش نرفت۔ بعد از آنی
"کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید مُردہ
"پرگنہ کہ از ین واقعہ متنبہ شدند پیش از انکہ میر از حویلی برآید کوچہا ببستند از انجا کہ غلبۂ اسلام
"یقینی است برادران ہمراہ کہ آہن خائی بہ عادت داشتند رکاب میر را نگذاشتہ خجالت بخش
"ہر مایۂ فساد شدند۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکہ تمسک
"بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
"است زیادہ از آن۔ و طلب کچہری کہ باغوای **حامد خان** شدہ علاوہ بر آن۔ اکنون بجز
"خدا پناہی نیست ؎

"در چار موج حادثہ یکتا خدا بس است چون نا خدا مدد نرساند خدا بس است

"مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین (۸۰) از عتقاء خدا است۔ اکنون بندہای خدا می خواہند

"کہ ابن تسعین ۹۰ را معتق ندانستہ بقید حساب کشند و بتقصیر خدمت یک ماہ اہانت آن بی گناہ کنند جای وحشت است والسلام"

چون این نامہ بہ خیر اندیش خان رسید۔ میر سید بھیکہ را از مطالبہ معاف داشت لیکن سید رحمت اللہ ابن الابن میر مسطور کہ محاسب ممتاز بود بہ رغبت خود رفتہ بہ کچہری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کردہ خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بھیکہ بہ جناب میر سید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس اللہ اسرارہما بیعت داشت۔ و بعد خانہ نشینی اوقات را بہ طاعت و عبادت معمور می داشت تا آنکہ نہم شہر ربیع الاوّل روز پنجشنبہ سنہ اربع و تسعین و الف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود۔ و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید۔

امّا سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ ہمراہ پدر خود می بود سید بھیکہ عبد الرحیم نامی را متبنّی گرفت و او را سر فوج ساخت۔ سید خیر اللہ را این معنی گران آمد۔ و از پدر رُجدا گردید۔ و این قضیہ یاد از قضیہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما می دہد۔

سید خیر اللہ در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکہ سید بھیکہ وسائط برانگیختہ سید خیر اللہ را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی بہ زخم تفنگ جرعۂ شہادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت اللہ بن سید خیر اللہ دخترزادۂ سید لطف اللہ بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است۔ ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت اللہ در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت۔ و بہ نیابت او بسر انجام خدمت می پرداخت۔ چون دیوان سید بھیکہ را پیری دریافت سید رحمت اللہ

عرض کرد که حضرت حالا درخانه نشیینند و من خدمت بجامی آرم جد بزرگوار ملتمس اورا قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجمو و بیسوارہ وغیرہ می پرداخت و در دیانت وراستی دقیقۂ از دقائق فرو نمی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی ہمت بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیراندیش خان عالمگیری و از سرکار عبد الصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و با وارد و صادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جود و احسان کشادہ می داشت۔

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان باشاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلوہا را از قطاع الطریق بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دوصدی و جاگیر از محال سائی پور و سید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرافرازے یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادرزادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُنام می بود۔ اُنام بروزن حُکام از توابع لکھنو است و سلیم پور یکی از قُرای اُنام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۸ھ) بہ رحمت حق پیوست۔ نعشش اورا در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجمو بادفروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید۔ روزے دو ہئہ از منظومات چنتامن در "انتیا النکار" پیش دیوان خواند۔ درین مقام اول "انتیا النکار" را بر نگاریم بعد از آن سر رشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

"انتیا" بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و "النکار" بر وزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و "انتیا النکار" آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ کسی از ادباء عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست　　در محبّت یگانہ می باشد

و در منشأت میرزا جلالای طباطبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم　　ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دِلستان　　توئی چون تو در خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوری مقلی　　ما لاح مثلک الا انت یا املی

محرر کلمات گوید :- علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ "ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

اَمْرِ لِاٰخَرَ بِالْکَافِ وَنَحْوِہٖ" واز ینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست۔ وتشبیہ را سہ رکن است مشبہ ومشبہ بہ ووجہ مشبہ۔ پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از شبیہ واثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون تو کسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل در کلام ملاظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎

نتوان گفت زخوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِیْلُ الشَّیْءِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِیْلُ الشَّیْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہۂ چنتامن در "اننیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ارکرت ات چنتا من چت چین
وامرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "اننیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت۔ ومشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد۔ شاگردش این دخل را مسلم داشت۔ وہر گاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود۔ ودوہہ را تغیر داد ؎

واسندر کی مین لکھی واہی کیسی نین

واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است ودو برادر او بہوکن و متترام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند۔ چنتامن در علم سنسکرت سرآمد اقران بود۔ و

ودرسرکار شاه شجاع بن شاهجهان بادشاه باعزت بسرمی بُرد واورا تصنیفی است "کبت بچار" نام که درمیان سخن سنجان متداول است دوهه مذکور در اننیا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت الله شدو به تقریب غسل دریای گنگ که از تحت جاجمؤ می گذرد با قبائل خود به جاجمؤ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مهمان نوازی نوعی که باید به عمل آورد۔ چنتامن مدتے نزد دیوان اقامت کرد۔ وبه مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ وکبتی در وزن "جهولنا چهند" در وصف شجاعت وجوان مردی سید رحمت الله نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گرب گهه سنگهه جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دهایو"

"بجت اک جمک گهن گهمک دندبهن کی ترنگ کهر دهمک بهو تل هلایو"

"بیرتهه کهت هیه کنپ ڈر جو رسن سین کو سور چهون اور چهایو"

"کهو چل پائی تج ناه سناه یه رحمت الله سرناه آیو"

دیوان زری نقد وخلعت زرین سنگین صلهٔ کبت بخانهٔ چنتامن فرستاد او بعرض رسانید که می خواهم درحضور را لاقامت مباهات خودرا به آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان به معذرت کشود که این لائق شما نیست۔ غائبانه قبول باید کرد۔ آخر چنتامن درحضور دیوان آمد۔ وسر مجلس کتب را خواند وخلعت پوشید وانعام برگرفت۔

کبت مذکور درنسخه "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاه شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت الله کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوها ازان کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار

سوہت بینی پیٹھ پر جھینین پٹ کی بھائ
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائ

مانگ سہاگ بھری الی ببپاٹی چھب چھائے
سیام منون گھنسیام مین چیلا لیک لکھائے

بھونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سونن تور کی تہارو پیارو پائے

آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکھت بیدہت پران

ہوئی ترچھی ترچھی تکیو بہتو بہامنی بھیر
چبھ چتون چت مون کئی کاڈہت بادہت پیر

سندر مکھہ چو کا حمک اپمان کو برنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین

کراچائی جمہائی تیہ دہاری بھج انھہ بھائ
منو چیلا دوئی توک ہوئی گری بھوم پر آئی

سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ

اوپمان سندر نکہن کی من آوی نہین اور
اندبدہواریند کی کلن بہئین سرمور

چہلا چہیلی چہانگین بب چھب مل اک ساتھ

چہلت چہیل منکو کرت چہلا کلا کی ہاتھ
اودر لست رو ماولی موہن موہن بہانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت
نابہہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹہٹ کی دیکھ میور کریو کچ گر کی کراڈہ
گوری بہوری کورٹی تہوری بنیں سہائی
بہوری بہوری بات سون چورت من کو آئی
لست سیت پچتوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہنست ستہرات ورگ للچاوت رجہوار
بھج اُچائی انگڑائی پن پیم جنائی جمہائے
چٹ پٹ ہرہرنی کٹی ٹھگ لاڈو دکہرائے
ہرمرلی ہرکی لئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کہیلت پہاگ ہلاس سون بہاگ بہری لکہہ ناہہ
موٹھی داڑ گلال کی من کیو موٹھی ماہہ
جہک جہک کہیلت ہی للی جہومر سکہن سماج
جہوم جہوم من جگت کی پرت پگن پرآج
بہونہہ چڈہائی جنائی رس جہونٹھ مان جنائے
انہت ہی پیہ من بہتوالو تہن اینہہ بنائے

گھٹ لئے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنمکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت
للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارین پیاری لکھ پیا پران دئی مکھ چوم
پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس
کہہ کہہ اٹھت جری جری گہری گہری وہ بال
چل کی نیک بلو کئی انہین ہت کو ہال
کہت سیس کر دہر سنون سیام بام پرانیس
کنٹھ نکٹ سانسک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبد الجلیل بلگرامی نور اللہ ضرہ

پیشتر نی قلم واسطی نژاد گوش مستمعان را از تصانیف والا چہ حجازی وچہ عراقی نواختہ۔ اینجا شکر ہندی می افشاند وطوطیان ہند را غذاے روحانی می رساند۔

رتبۂ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ تربات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان مخاطب را بہ گفتگوی دور از کار آلاید لیکن احیانًا اگر قصیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنا بر جامعیت فنون تباشیری از نی ہندی بر می آورد چنانچہ خود می فرماید ؎

شعر گر فضل من نپو شیدی — می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من — میر خسرو دہد جواب نعم

مصردواکر بن مصر ہربنس کہ از براہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بھاکا مسلم خاص و عام۔ و علامۂ مرحوم و را بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید۔ دوہۂ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہے او ہوے گا ایسو کنین سو سیل"

"جیسو احمد نند جگ ہوی گیو میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد۔ رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی "سکھ نکھ" در وزن بھیروی ست۔ این چند گل از ان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتھی پرلکی ایکھہ بھائی — جیون جڑائی کوٹیکو بہال سہائی

کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ — ایک سیام تم اویری الگ سنجوگ

پہلواری گہونگھٹ کی یا تین جات — سمن باس بن چھانین نہیں سہات

واکپول نرمل تین درپن ہار — پرت انت جھونٹھی کی مکھ چہار

دانل دیکھی پتران باڑہت جوت — دت چیکنون دیکھی ہلست کوت

لکھ کپوت واکریوان اتہہ ابہرام — ہوئی اتیت کرڑاری سیری سیام

سنکھہ نہہ جیو موری دہون کیا کہوئی — کری لاک جہان بچہر یو بیت تہاں ہوئی

نکھس جہلک مہندی سنگ یو بن دت دین — چنین لال ترجیین ڈاک نوین

بہادنا بہہ کی ترکو کہو نجات — کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات

بینی پیٹھ دو دمل متو جو کین — لابنی چکلی باتن من ہر لین

چگل جنگھ سو مومن اٹکو جاے — انت باندہیت گنہی کہنین لاے

کنول سانجھ موندت نہیں کوس سکور واچرن کو بندت انجل جور

واز منظومات والاست این چند دوہہ ؎

پہلواری جگ مین سے سیچت لی لی باس
سو کہی روکہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس

رجنی سجنی پیہ سنگ پاؤن روپ بھات
اب پریتم بچھری بہئ پاؤن پک کی بہانت

تونا ساکی ڈنہ کی کیر لگی جیبہ کو نچ
رہر کہو نٹونت کری کہی دیت ہی چونچ

پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چہن بچہرت جا کی پری جہاوان چہاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادۂ میر عبدالجلیل بلگرامی - ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمتش در قلمرو سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد - اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن را یک قلم از اوج غرور انداختہ - الحق ہیچ طوطئ در ہندوستان بخوبی کلکش شکر افشانی ننمودہ - و ہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پر نکشودہ - جوہر تیغ مہند از نیزۂ حظی بہ این حسن و انمودن جز او کہ می داند - و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ او کہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنید - حظی کرد - و این

قطعہ در سلک نظم کشیدہ ؎

درین زمانہ کہ ارباب فضل کمیاب است ز بلگرام دو شخص اند در سخن اُستاد
یکی امام زمان سیدِ غلام علی کسی بہ شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جہانِ ہنر سیدِ غلام نبی رساند فطرتِ او شعر ہند را بہ مراد
نگاہدار الٰہی ہمیشہ ایشان را بِمُرسَلِ عَرَبِیٍّ وَّ اٰلِہِ الْاَ مْجَادِ

میرزا جانجانان مظہر دہلوی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکھ نکھ" صد و ہفتاد و ہفت دوہا است کہ آن را "انک درپن" نام گذاشتہ و دیگر "نایکا برنن" کہ در سنہ ۱۱۵۴ ہزار و صد و پنجاہ و چہار ہجری تصنیف کردہ و مطابق این سال دوہا در خاتمۂ کتاب درج نمودہ و "رس پربودہ" نام مقرر ساخت مغنیش آنکہ ازین کتاب تسلی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند کہ نزد اہل ہند مقرر است کہ تغیر و کیفیتی کہ در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دہد آن را "رس" گویند و آن نہ حالت است۔ و کتاب "نورس" کہ ملا ظہوری دیباچہ آن نوشتہ این معنی ہم دارد۔ نو در ہند نہ را گویند۔ از ان نہ حالت

اول۔ "سنگار رس" کہ عبارت از کیفیت کمال محبت است کہ مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و ہمچنین کیفیتی کہ زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او ہم می رسد۔

دوم۔ "ہاس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" کہ عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چہارم "رودر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تہور است۔

پنجم۔ "بیر رس" کہ عبارت از کیفیت کمال شجاعت وسخاوت وغیرہ است
ششم۔ "بھیانک رس" کہ عبارت از کیفیت کمال خوف است
ہفتم۔ "بیہتس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال کراہت است
ہشتم "او بہت رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تعجب است
نہم "سانت رس" کہ عبارت از حالتی ست کہ دران حالت ہمہ لذتہا محو شود و ہمہ نیک و بد یکسان نماید۔ و اصل منشاء این حالت ترک و تجرید است۔
و درین کتاب اکثر مقامات را کہ از مصنفین پیشین کم کسی بہ تحقیق آن رسیدہ میر بہ دقت و ناز کی تمام آن مقامات را حل نمودہ مثلاً فرق درمیان اقسام دہیرا و کہندتا و فرق درمیان بچن بدگدہا و سوین دوت و فرق درمیان کریا بدگدہا و بودہک ہا۔ و سبب جدا شدن انبہ سبنوک و کہتا دکرتبا و مانی از ہشت نایکا با وجود شریک بودن این مجموع در اوستہا بہید کہ مراد از اقسام حالات است خوب بیان کردہ۔
و دیگر مقامات کہ تفصیل آنہا اطالت می خواہد بوجہ احسن ضبط نمودہ۔ و در ایجاد و اختراع مضامین دقیق و خیالات نازک چہ قدر قوت فکری صرف کردہ۔ تمام نسخہ از اوّل تا آخر تمثیلات تام دارد۔ و مجموع کتاب انتخاب و سحر حلال واقع شدہ۔
و سوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد و "رسلین" تخلص می کند۔ لین بمعنی محو است یعنی کسیکہ در رس محو باشد۔
درین مقام صد و بیست و پنج دوہا از ہر دو نسخہ بہ مراعات ترتیبی کہ در کتاب است انتخاب زدہ۔ و چند کبت چیدہ ثبت می شود۔

اول۔ از انک درپن

:- منگلا چرن :-

سو پادت یا جگت مون سرس نیہ کو بہاے

جون تن من تین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

-:جورا برنن:-

چند مکھی جورد چتی چت لینہون پہچان
سیس اٹھایو ہی تمرسس کو پاچھو جان

-:ارن مانگ پاٹی جت برنن:-

تیین مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پہری پرئی دہری رکت پہری تردار

-:بہونہہ اینتھ برنن:-

اینٹھن ہون اوترت دہنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرو دہنک تیون تیون جڈہت ندان

-:کرن مکت برنن:-

مکت بھئی گھر کہوئی کی بیٹھی کانن جاے
اب گھر کہوت اور کی کیجئی کہا اوپاے

-:نتر برنن:-

ترنگ دیٹھ آگین دہرین برنین دل کے ساتھ
تیوری چکہہ مکہہ کی جگت کیو چہت سب ہاتھ

-:کاجر برنن:-

ری من ریت بچترہ تیہ نینن کی چیت
بکہہ کاجر نج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

-:کاجر کورین برنن:-

تیہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب بچھ

لکھیت کہنجن اچھ کین پچھ الکھ پر پچھ

-:نتن کی لال ڈوری برنن:-

انجن کی دورت نہین لوین لال ترنگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

-:ناسکا برنن:-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچھت سب گانو
کئی نو اسن ناس کی ھیو ناسکا نانو

-:لنکن برنن:-

تھک لنکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مار مرور یو جگت تیو نٹ نٹ دولت ہاتھ

-:پناری برنن:-

للت پناری کلت یون لست ادہر سکمار
منون اہی بہاست پریو چھنہ انگری بہار

-: ادہر برنن:-

تیرس دتیا دو ہن سس ایک روپ نجہ ٹہان
بہور سانجھ کہہ ارنئی بہئی ادہر تو آن

-:مہندی برنن:-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دو ہتھیرن دس نکہن مہندی بہئی بنائی

-:سکمار تا برنن:-

لگت بات تا کو کہان جا کو پیچھم گات

نیک سانس کی چھوک مین پاس نہیں ٹہرات

-:رومادل برنن:-

امل اودرواسگہر بین رومادل کی بھیکہہ
پرگہٹ دیکہئی سانس کی آواگون مین ریکہہ

-:پیٹھ کی نال برنن:-

نہین پناری پیٹھ تو کیہو دیٹھ بچار
دہسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-:کٹ برنن:-

سنیٹ کٹ سچہم نپت تکت ندیکہت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا میں بین

-:جنگہا برنن:-

سیس جٹا دہر مون گہہ کہڑی رہین ایک پای
ایتی تپ کہ لی تیو لہین نہ جنگہہ سبہای

-:پگ تل برنن:-

لکہہ پگ تل کی مرولتا کب برنت سکچانہہ
من تین آوت جیبہ لون مت پچہالی پرجانہہ

-:نکھ برنن:-

دوت واا اوت نکہن کی بہنی کون کب ایس
پای پرت پچہت جاہ کو بہیو چند پیہ سیس

-:ترتب انگ برنن:-

مکہہ سیس نرکہہ چکورا ورتن پانپ لکھ مین

پگ پنگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

—: پریت بھاو :—

توہت تو ترنیہہ کو اچھو ہر ہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت سپہل ہون کی جائی

—: سکیا :—

دہرت نہ چوکی نگ جٹی یا تین ارمین لائی
چہانہہ پری پر پرکہہ کی جن تیہ دہرم نسائی

—: الکرت جوبنا مگدہا :—

یون بالا جوبن جہلک ارجن مین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پترن مین آئی

—: نو جوبنا مگدہا :—

جیون بیہ نتھ باڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون سنتانس تمرگہٹ چہب دُت پھیلت جات

—: پنچھ :—

الست ہین تو ارج ارنکست جہلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی پری جین مین آئی

—: گیات جوبنا مگدہا :—

سکہن کنت لون تیہ نین کج تک بہس لجات
مانو کمل کلین چتی ایین ہلس رہ جات

اگیات جو بنا مگدہا:-

دادن باندہی سانس مین ہور سکھن سون لائی
سومیرین بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسسی آئی

نیو دہا مگدہا:-

سکھن کہین لال آبھرن نیک نہ پھرت بام
من ہین من سکچت ڈرت. بھرم لال کی نام

بشر بدھ نئو دہا مگدہا:-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دہک دہک جیون دامنی ناجہین برسی مینہہ

پنچھہ:-

تیہ اگیان ارگیان مین پریم نہ دیت جائی
جمن گنگ یہہ پائی کی رہی سرستی بہائی

مگدہا کی سرت آنت:-

یون مینجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

مدہیا:-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جوتین مندت نیم کی جور

پنچھہ:-

رمنین من پادت نہیں لاج پریت کو انت
دہون اور ایچھ پہرے جیون بب تیہ کو کنت

—: مدھیا انت کاما :—

یون تیہ نہین لاج مین لست کام کی بھائی
ملیو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

—: مدھا کی پرت :—

کان پرت مرگ لون پری مرچھہ للن کی پران
کنٹھ ٹھنک نو پر جھنک دھن لئی جب تان

—: مدھیا کی بپریت :—

رمت رمن بپریت یون لاج مدن میں چھاک
جیون رتھہ ہانکت سارتھی دھون لیک کون تاک

—: پروڑھا :—

جب بنتا برکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن تپن پرت دیوس مدہ لاج سیت گھٹ جائی

—: پروڑھا کی سترتانت :—

ڈھرک پری کھون ارسبی نکھہ کچ سیس سہائی
ترن چھپیو منون کر سکھر دوتیج نکس درسائی

—: مدھیا دھیرا :—

لکھت ہتی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب انھہ انن چند ہت کر بو نین چکور

—: مدھیا ادھیرا :—

یہی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہاتھ پرت ہو اور کی پاین پرت مو آئے

-:مدھیا دھیرا:-

کت بنولیت نٹھر کی یہہ پونچھت گہہ ہاتھ
دہن آنسو اگھن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-:پرورہا دھیرا:-

پاگ دھرین پیری کھری پیہ مکھہ پری نہار
پھول جھری کرمین دھری آنکھ بھری جھجھکار

پرورہا دھیرا دھیرا

نین لال تک رس دری کچھونہ بولی بال
بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا رمال

-:جیشٹھا کنشٹھا:-

کن بچتریہ کھیل بل دینہون تمہین سکھائی
موٹھہ ماروا کی درگن مومکھہ ماندت دہائی

-:پرورہا دھیرا:-

ڈری گانٹھ جوبال ہیہ لہی نہ کیہون ناتھ
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بھئی گہت ہین ہاتھ

-:اوڈہا پرکیا:-

نین اچل چل منج تو دوا و بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج ارا پیت لاگت کھنج

-:انوڑہا پرکیا:-

روکھی ہو جن باس لون چوری دیت جنائی
بنان جڈہین سرنیہ جو چڈہیو نیہ سرائی

ـ: سامانیا :ـ

مکت مال لکھہ دہن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تھاری اربسی شو میری ار مانہہ

ـ: انیہ سبنہوک دکھتا :ـ

تیری پاس پرکاس پرنیہ سباس بسائی
موکارن لیائی نہین آئے آپ لگائی

ـ: پریم کرتبا :ـ

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

ـ: روپ کرتبا :ـ

جوبن لہہ ان روپ ٹھگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مارکے ہتیا موسر دین

ـ: مانتی :ـ

دہرت مانتی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

ـ: سوادہین پتکا :ـ

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس تیہ چکہہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

ـ: انکنٹھا :ـ

سکھی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ بہولی کہگ لون پھری مومن سوجن ماتھہ

-:کھنڈتا:-

پیہ تن مکھہ لکھہ لون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کھائی

-:پرلبدھا:-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

-:کلنھتر تا:-

الی مان آہ کی دسی جہار یو ہر کر نیھہ
تیو کرد دہ بس نان چہتواب چھوٹت ہی دیھہ

-:باسک سجیا:-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کہیت بنائے کسان جیون رہت بیھہ اسیر

-:ابھارکا:-

ایسین کامن لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین سلتا کو سلل پون سامھین پائی

-:پیھہ:-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کھولت نج چھٹا چنئی ڈھانپت گھٹا نہار

پیروگھٹ تپکا

نس جگای پراتھ چھت پران مجوری ہال
انگ نگرین برہ یہہ بھیو نیو کتو ا ل

—:کمکہت تیکا:—

پھلین پاکہہ نہ آیہو جو اساڈہ کی مانس
پر تھمہ جھڑ چیت باس لون نکسی پیہو سانس

—:کچھت تیکا:—

پیہ کی چلت بدیس کچھو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کر دی یہ جو چکنین ہرنت لاے سینہ
برہ اگن جو چھنک مین ہون چھت اب کیہ

—:امکہت تیکا:—

ہراون سن پتہک مکہہ امگن ہر کہہ سینہہ
نکہہ تین سکھ لون بال کے بہئی چکنین دینہہ

—:اچھت تیکا:—

آوت لہہ گہنسیام کی آن دیس تین پات
چیلا ہوئی چمکن لگیو نیہ نہی کو گات

—:آگت تیکا:—

سکہی بچھرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بہی لہہ بسنت سوکنت

—:اُتما:—

کیہون اوکن انگ کو لکہین نہ ہت کی جور
پیہ مینک مکہہ کی بہی رونی نین چکور

:- مدھیما -

پیہ سنگہ سنگھہ رہت بگھہ بگھہ ہوئی جات
تیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

:- ادھیما -

جیون جیون آدرسون للن پانپ دیت بنائی
تیون تیون بہامن مین لون کہن کہن اینٹھت جائی

:- پت نایک -

جب تین لالن رون کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیو لون آپنی کر راکھی اردھنگ

:- انکول نایک -

نئی بسن جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجائھ
بن پرکھے دھن بچن کی ہیر سکت ہین ناھ

:- وچھن نایک -

ساگر وچھن دھن کی سم برنت ہین پریت
وہ ندین یہ تین سون ملت ایکہی ریت

:- سٹھ نایک -

ہیر ہیر مکھہ پھیر کت تانت بھو نہہ ندان
بانن بدہ کا ہون نہین راکھی چڈھی کمان

:- دھرشٹ نایک -

کالھہ گیو ہی آپہین موسر سو ہین کہائی
آج سیس جاوک لئین پھر لوٹت ہی پائی

:-اوپیت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

:-بیسک نایک:-

لال ادہر ہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجئی کنھ دہن لیائے جو کیجئی تنہ دہن ہاتھ

:-روپ ماتی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی
نیک لکھو نج بدن سون رادہی بدن ملائی

:-پروکہت نایک:-

اگن روپ بن ری برہ کت جارت ہی موہ
نیہ تن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

:-سرورن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کا نہہ کی بات
تب تین درگ مرگ لون چلی کا نن ہین کون جات

:-سپین درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

:-چتر درسن:-

چترہ چتوت چتر یون رہی ایک ٹک جوئی
متر بلوکت را دری کہو کون گت ہوئی

سونتکھ درسن :-

جیون پیہ درگ لال بہنوت تیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سس کی بہئی تیہ کی نین چکور

دوتی برنن :-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ
انھ چپلا چمکای ہون لیاے تہاری انگ

نایکا کی استت :-

کسک کسک پونچہت کھا جسک مسک انمان
کہسک جاے گی ٹہسک یہ نیک سسک سن کان

برہ نوبدن :-

کہا کہون واکی دساجب کہک بولت رات
پیوسنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

بسنت رت برنن :-

کہون لیادت بکست کسم کہون ڈلاوت پائی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت واسی آئی

نربدہ بات برنن :-

سرور مانھ انھای ارباگ باگ برماے
مندمند آوت پون راج ہنس کی بہاے

باک برنن :-

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن مس آن

گریکیم رت برنن

دھوپ چٹک کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
مارت دوپہر بیچ تپہ یہہ گریکیم ٹھک آئے

-: پنچھ :-

چھٹت نہ لی نل نیر جل دل سج چھت تین آئی
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بہان پین دہائی

-: جل کیل :-

ہر چھینٹ یون تین کر لہہ جل کیل انند
منون کمل چھون اور تین مکتن جھورت چند

پاوس رت برنن :-

پاوس میں سر لوک تپن جگت ادہک سکھ جان
اندبدہو جا بیں سدا چھت بھرت ہین آن

-: پنچھ :-

جھول جھول تپہ سکھت ہین گنگن چڈہی کی ریت
آج کالھہ مین آئی ہین سر نارن کون جیت

سرورت برنن

چند بدن چمکای ار کہنجن درگ پہر کاے
سکل دہرا کون چہلت یہ سروا بچھرا آے

-: ہیمنت رت برنن :-

ہیت سیت کی ورن تین سکت نہ او پر جائی
رہیو اگن کون پاے کی دہوم بہوم مین چہائی

—: سسرات برنن :—

پرگٹ کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی پات
بچھرن کون چت ہون دہر بین سو کہہ جات ہی گات

—: لیلا ہاؤ :—

سیام بھیکھ سج کی گئی رادہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکھی تب سیام

—: بلاس ہاؤ :—

درگن جور انٹھلاے اربھو ہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود مین مود بہرت سے جای

—: للت ہاؤ :—

سکل بہو کھنن کون جدپ توچھب رہی سنگار
پی کنھہ بدھ انھہ بہارئی پیہ مین جیہی نار

—: بچھت ہاؤ :—

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سوتن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو لال

—: بیوگ ہاؤ :—

بات ہوئی سو دور تین دیجئی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جو نری آئی

—: کلکنچت ہاؤ :—

شوسر کی سس مین شوانک نج چھانہہ بہرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

—: بیبھرم ہاؤ :—

بیندی ارن کپول دی لال دھونان بھال
ایھہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

—: بودھک ہاؤ :—

مانگ بیچ دہر آنگری ڈھانپ نیل پت بہال
اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

—: مدہ ہاؤ :—

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال درگن مین مدبھر بن آوت چلین ہلور

—: سوبھا اداہرن :—

ایک سکھین کر لی چہرین ہنت چکورن دہای
ایک بہنور کی پھیر کون مارت چنور ڈلای

—: کانت اداہرن :—

مکر ملتا لہہ کہئی کمل مردلتا باس
تو توانن کی ملن کی سبرن راکھئی آس

دیپت اداہرن

چندجہان بدہ مکھہ رچی تن چپلا سو ٹھان
تا پر اوب دہری کہری تو تور پوجی آن

دھیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کو برت رہت ہیہ ماکھہ
بات چھون دس کی سہی بجھت کیسہہ ن ناکھہ

—: آٹھ سانوک بہاو :—

پیہ تک تہک اوہ ببرن کہہ پلک سوید تین جہاے
ہوئے ببرن کنپت گری تیہ انسوا دھہراے

—: سنگار رس اداہرن :—

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بہای
ریجھ چہکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنکار اداہرن

لی رت سکھ بپریت جیون رچی پریا اور میت
راو نو پرن بین بہی ایک رسنان کی جیت

—: انٹھ بیوگ مدہ سر تا نراگ :—

جاہ بات سن کے بہی تن من کی گت آن
ناکہہ دکہائین کامنی کیون رہین مو پران

—: پوریا نراگ بین درشتا نراگ :—

ہین ٹکیا مانہہ متھہ دیٹھہ رئی کون دار
مومن ماکھن لی کئی دیہہ دہی کون دار

کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چتئی بہئی یہہ تیہ مکہہ گت آئی
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی

—: دان اپائی :—

پٹھئی ہین نج گرن کنہ لال مالتی پہول
جنھہ لھہ تو ہیہ کمل تین کڈہی مان ال تول

بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری نانہہ
تنھہ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس ا پائی :—

کہت پران جورین کون تیوت ہین کرمان
تی سب چکئی ہونھہ کی اگلی جنم ندان

—: پریاس بیوگ :—

سوامناون کون گئی برہن پہپ منگاے
پرست پہپ بہشم بہی تب شبو دی چڈہاے

—: کرنا بیوگ :—

سکہہ لئی سنگ جنہ تج گئی پیہ مم رچہا کاج
سوء پران دکھ پاے کی چلیو چھت ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی برہ ستر کے ساتھ
کہیوری وانٹہر سون ایسی کھیت ہاتھ

—: پاتی :—

بتھا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اور سب ہون دیہون یہہ جیہ

دیگر نالیکا برنن بزبان ریختہ در وزن رباعی بستہ کہ این دو رباعی از آن است

ا-سکیا

ازبسکہ حیا دوست ہی وہ مایۂ ناز اس طرح سوا ن ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف　　پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشربدہ بنودہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب　　پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس　　جیون آگ مین زورسین دوا کے سیماب

نعت:-

نور اللہ تین اول نور محمد کو پرگٹو سبہہ آئی
پاچھین بہی تہون لوک جہان لگ اوسب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آد دلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولون نہ پاوی الہ کون کیہون جو لون محمدؐ مین نہ سمائی

منقبت:-

پربھو کون نہ جینہوان من میری ایک چھن بیدا وپران کو کیو نہ چت چاوری
تج دوار ایس کو نوایو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کہوے باوری
ایسو ہی ندان جاہ آج لو نہ آیو گیان کیہوں نہ تجہی اجان اپنو سہاوری
بہریو اپرادھ تبو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بہروسی ایک راوری

بشربدھ بنودہا مکدہا کبت

اُوچک ہین آئی بال سین نہارِ لال بیٹھ گئی تنھہ کال آپ کون چھپائے کے
چنچل چتون چت چھین ہر رسلین کون کرکری کیل بہون مرجھائے کے
تاہی سی پیہ پاس آڈاڈ سکھین کے آون تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیون چوٹ کے درت پھراوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ بھئین کھوج لیت جائے کے

ترنائی اگم ریت برینو کبت:-

آوت بسنت ترنائی ترترنی کے پات گات ارنائی دورت پنیت ہے

بکست سمن من سہل ارروج ہوت بھنونت بھنور چت راکھ رس پریت ہے
گہورو گنٹھ بہاس باس انگ کے سباس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہاوین رسلین دواد جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

مدہیا دھیرا ادھیرا کبت :-

رات کون بتی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
نین سنکھ مل دیو سہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گہات نین میری ہین پرت کیسی کر ہیرون توکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چدرمان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

رت دوتی منایو مانی کوتا کو کبت :-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکھت نین مرگ پلوا دہر تہان آہی
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ مین ہین مور کو یو روم راجی پنکی سراہی
کٹ سنگھہ گج گت ہی تین بیکہی باتین یہ بات آن ہئین اوگاہی
ابتی سب ستر توء تن آن متر بھئی تو کون نج مترسنگ سترنا نہ چاہی

سانت رس کبت :-

تیری منورتھ کون ہوت ہی سین لوک تو نہین ہوئی اکاس کری نکہت اُدوت ہے
تو نہین چار و تتو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگہہ پوجی کوت او اکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہین ہوئی کے ستر لیت اپن تین بوت ہے
جاگ پرین جو نہو جیون سپین لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

نرت برنن کبت :-

بسن بنای لٹ آنن پی لٹکاے کا جر لگائے چکہہ پان مکہہ کھائے کے
تال جہنکائے بین مردنگ ملائے نتکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لچکائے دواو بہنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
نیور بجائے جب بہائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آی تیری پگ دہائے کے

(۶) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمعیت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر
است۔ پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئن درسن بھیھا ہیت

پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہائے

انٹیا تن کی اٹپٹی من ٹپوا بھیو مور
سور جہاوے کر گیان سون بنی پیم کی دور

من پنچھی تن پنجرا پانپ بھرو امول
پیار و پور و کر دیو توہیں توہیں نت بول

تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت کہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی

ہون چکئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی نان دکھ نانھ انند

من پارا تن کی کہری دہیان گیان رس موی

برنجھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی

جہان پیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ
جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ

جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران

ہم کسان ہت کھیت کے بوین دھیان کے دھان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان

نئی ریت یا پیت کی پھلین سب سکھ دیھہ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھہ

من بیند ہو واکیس مون ڈھونڈ ہو کیئو بار
بھولو کاری رین کو تا کو کہا بچار

ہت کینون سکھ جان کے پڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئی کڈوا کڈ ہتین پھیر

یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ کون آنکھہ موند من پیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل

سیاہم ہو سانچ سون سر نہر آوی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی

تو نہین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے
جہار بچھاوی کامری رہی اکیلا سوے

رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار اوری سدا کرت جیو نار

میامو ہ من مین بہری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی حج کون نو سی چوہے کھائے

ادوہ گئی آئی نہ ہر کریو نہ ہر چت چاؤ
برہا توہ انند ہی موسل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ۔ از انجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکھ پورن مانسی ہوت

کئی بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

—:کبت:—

میٹھی ہی نپت ہی سبھای بہای نینن کی جاکی رس چاکہی کو سبی للچات ہین پھیکی او بھیمی سب کہای کے کہا کہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پھولے نہ سمات ہین کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین پیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی اوٹھن بلات ہین ایسی سکار ہین ہی اولی بارون کاپی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است۔ ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید۔ و مضامین دلنشین مے آرد۔ برخے ازان درین جریدہ درج می شود۔

از سکھ مکھ دوہا

—: منگلا چرن :—

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

—: بینی برنن :—

سمدہیو متھ مین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ریت

—: مانگ برنن :—

بچھیو ہیتو کے نان پچیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوہیہ راکھی کلا جو کوے

—: انگ سدی جت :—

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ مینگ کے من دہو کہین لپٹان

—: نتر برنن :—

لکھ چکھ پین بہر بہا دام مانون لیکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دینہی ہی این

—: الکہ :—

کہنج تھکی لکھ چپلتا کو رنگ چکی لکھ ارنگ

مین جکی درگ پین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

—:الحہ:—

بس پھیلت انکی لکھت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین

—:کرن برنن:—

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جاکا نن پت کی کرت مکت ناک پئین باس

—:ناسا برنن:—

اچبت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
اوبھت ناسا نال چت چکھ بب کمل لکھائے

—:نتھ برنن:—

تیہ نتھ کی جھولن نرکھہ لینہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

—:کرن مکت برنن:—

مکت بہئی جدپ توڑ ناک باس تو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

—:لالری برنن:—

نتھ موتن نج لالری راجت ہی ایہہ مود
مکت رمت منون ناک پراند بدھوگھ گود

—:ادھر برنن:—

ادھرام دھر ہیت کنھہ بال سدھا دھر بھال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادہر گاڈ مرنال

—:مسا برنن:—

لسا مسات رس مسا بسا کپولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سوربھ کی لوبھ

—:دسن برنن:—

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناتھ
بھان اودی ہون دیکھئی نکھت بال بدہ ماتھ

—:دس برنن:—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی
بیج کہری دب جات ہی پھول جہری بھ جائی

—:مکھ جوت برنن:—

انگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ
توٗ مکھ دت لکھ رسن جر دیو راک ہیہ ماتھ

—:مکھ جوت برنن:—

مکھ دیپ وا بدن کی ایمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—:مکھ باس برنن:—

ڈگر ڈگر توٗ بگر کی گنجت مدھکر پنج
کینو توٗ مکھ باس نی بہون کنج بن کنج

—:تھو دہی برنن:—

تو ٹھوڈہی سوبھا چتئی کیون نہ لال للچانہہ

جنھہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتانہہ

—:کنٹھ برنن:—

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکھہ کنٹھ ابہرام
گہنین لون ان نج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

—:کنٹھ برنن:—

ہارا دارا کنٹھ لکھ بہیو کنب ات پاپ
اکلنکت نھہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

—:ریکھا برنن:—

پیکھ ریکھ توٗ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر تیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین پیت واگہہ بسیکھ

—:کنٹھ سر برنن:—

سنی جہنک سر لیت ہین توسو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دوٗ ٹوک ہوی جر کہوک بہئی موک

—:نار برنن:—

نار نار لکھ کی رہین نارین نار نوای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

—:بانھہ برنن:—

پاس تلت توٗ بانھ کی پیت اجگت ہیت
جیو لیت دھہ کر پرین یہہ پیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان بانہہ تر سکھیان رہین اجیت

سُدھا سندھ بب لہر تین پری سندھ کنھہ ہیت

—:پہنچا برنن:—

کوٹ اوپاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پئے پہنچن وا کی نہین پہنچت اپمان ہاتھ

—:پورین برنن:—

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی مین

—:روما دل برنن:—

مانگ انک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُدر آن سو پر گھٹی روما دل کی بھیکھ

—:روما دل برنن:—

روما دل نہہ جان تون لکھ پیسر سکھی رنگ
گج شوتج منوتک چلیو نابھی ببر بہو نگ

—:کچ اگر سیامتا برنن:—

لست یام کچ سنبھ پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بہو کون وہی سر چڑہ رہیو کلنگ

—:ارج سندھ برنن:—

الی بھلی بدہ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادہرامی کی چرن ہت راہ مانہہ کی کوپ

—:نابھہ برنن:—

نابھہ بھنور لون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکھمان کیجئی کون سر اپمان بوڈی جات

—:کٹ برنن:—

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

—:الحہ:—

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیو ہی بھیکہہ دہر جگ امیک کوانگ

—:کام بھون برنن:—

تیری نابھ تر کوالی برنن کرت سکات
بدہ نج ہیہ سکچت جہان اوپمان جات لجات

—:چرن برنن:—

امل کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جا پر بہنورن سون سدا بہرمت ہین جگ نین

—:ایڈی برنن:—

توڈ ایڈن سکھمان کی ہین اپمان سب ہین
موڈہ بوڈھ جا برن ہوی اندبدھو پدلین

—:گات برنن:—

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

—:چھت برنن:—

چھب جھلکت منہ جھلک تین من لاگت اپمان

ہوت اودئ سس کی منون سمد سلل اولتھان

—:سکمار نا برنن:—

کیون وہ بھوکھن کنک کی سجئی انک سُکمار
نیٹھ نیٹھ مگ ڈگ دہرت نار مہاور بہار

—:سوبھا برنن:—

بن جیور جیہ برہری تا تین بدھ بچار
متواری ہتیار لون راکھی بہو کن ٹار

—:سکھ نکھ پورنتا:—

پرتھم پنچیو سکھ نکھ برنِ عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھاریو چھیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

—:جورا برنن:—

کیدہون بدہ ببدہ بدہان چھند بند کریا ندہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوار پہل تا کو چھب دیت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری بین دہری نلین کوئی دان پرانن کو لیت ہے
کیدہون ہم سان پین بدن بیٹھو آسن کئی کیدہون تیہ تیرو جورونیہ کو نکیت ہے

—:بینی برنن:—

کیدہون رتن سان ہین کے سکھا پی سوہی دہار ترن تئو جاے ادبک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سچھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندر سودیس سوہی الی ال سیلی ہے

سکھان سو بیکھ آدرس کی سہاونی ہی کیدہون منموہنی کی موہنی سی بینی ہے

—:نتر برنن:—

کیدہون مین کیتن کی سرکی ہین اوبھی مین کیدہون بنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدہون پربھلت ارن سرسج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھاسرسات ہین
کیدہون جوری بھوری کل کہنجن کی رنجن ہئی رسک ملند کیدہون دنپت بکھات ہین
پنٹ نویلی ال بیلی ہیم سیلی کیدہون تیری پیچھہ اچھہ میری پچھن سہات ہین

—:مکھ برنن:—

باسرن ہوایتو اوت امل جوت واکونس ہی مین اولوکی لوک لوک ہے
بہان مدمان یاکے مہان سمان مان بہئین دن واکون دن پردیہہ سوک ہے
پورن پرکاس سداسدا کونواس دیکھورہت دوکھت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نکلنکت کلنکت لکھیوہی واکون تیرومکھ چندبال چند سم کوک ہے

—:ناسابرنن:—

سکھان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کوسمن تلوتول تن پادئی نہین تومین کیتن کی چھبین بدہ بہاکھی ہے
سکھان امل مہاکومل نوین ات روپ سرسرسج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیونج نیہ تین بداتاتیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناسا باتی سم راکھی ہے

اروج برکابرنن

کالندیکے کول کیدہون کام کیل کلاکر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن متنک ماتو مدکی ترنک تنک ناکی کل کینھہ کیح بھیکھ جک تیری ہین
کیدہون کاہوسدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتاسوپھل بھی ہی تاکون بیکھ کب چتیری ہین
کلکاسروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہون جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

—: رام راجی برنن :—

کیدہون منمتھ کیا نے من بس کر بیکون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کیدہون پیہ منکے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی تیب کوری کو جاتین نپک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
کری پیہ راجی دیت سوتن کو باجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

—: جان برنن :—

کری ہوئی ارہین کرسانکر کری ہی دیکھ نپت اچنبھا بہری رنبھا گت چھاجی ہے
سندر سرت دنت سو بہونت راجت ہی رچنا رچرچ کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی سانچی مانون کاریگرئین اچھی مورت سماجی ہے
سکہمان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نیہ ساجی ہے

—: نوپر برنن :—

روپ کو کیدا رسم سندر اجرتا مین ترل کنک کیسی لتا در سات ہے
کیدہون چہری کہری کلدہوت کی نورہی جا کے چھب مریچن کی چھتا چہرات ہے
نوپر نوین نیلمن کی نگن جیٹوتا کو کر دیٹھ انیتھ اپمان سہات ہے
بہونرن کی پانت تامرس کے سمن پر سکہمان سموہ لہہ سکہہ سون اگہات ہے

—: پد برنن :—

پدم نہار ہار پنک پد کار بیٹھو باسر سرن واکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جہکت ہی سوچ سوچ لج بہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل مہات ہین سرنک لکھ اپمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھیکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الْمِنَّہ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلمرو رسید۔ وسیاحتے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مضایقہ۔ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است۔ وجواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ در تفسیر "درمنثور" می گوید۔ تحت قولہ تعالی طُوبیٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ "اخرج ابن جریر و ابو الشیخ عن سعید بن مسبح قال طوبی اسم الجنۃ بالھندیۃ"۔

و نیز شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از شیدلہ صاحب کتاب برہان نقل می کند "السندس رقیق الدیباج بالھندیۃ"۔

و نیز شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید "اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءک اشربی بلغۃ الھند"۔

علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است و ابدع بیّنات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست وستین و مائۃ والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفہ

جذا نو نہال موزونے کردہ ام سبز در ریاض سخن
سال اتمام آن خرد پرسید گفت آزاد "ختم ۱۱۶۶ او احسن"

چشم از یاران دادرس و عزیزان میسا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ و با وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

۱ درمنثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

۲ اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

۳ درمنثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند۔ وسبزۂ احسانے برمزار خاکسار واگذارند۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ نَھَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تَمَّتْ بِالْخَیْر

(۱) حصہ اوّل میں مقدمہ مصنف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالت مآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یوروپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنو نضیر بنو قریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد ازدواج۔ غلامی۔ تسری کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ہند" اور "مآثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زر کثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے، فاضل مترجم نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے۔ مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے اُن کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل و متن کو جمع کر دیا اور نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشی میں نہایت جانکاہی عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طی ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدردانی و امداد کرنی چاہیئے تاکہ خان صاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آیندہ حوصلہ ہو سکے۔ صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۴۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۴۱۲) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (۱۰) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

۵ شوال ۱۳۳۱ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء

شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن